آفتاب رسالت

از

آغا رفیق بلند شہری

قیمت: تین روپے

پبلشر: سیٹھ آدم جی عبداللہ
نے اتحاد پریس جیل روڈ لاہور میں چھپوا کر شائع کیا۔

فہرست مضامین

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا

مُحَمَّدٍ وَّاَصْحٰبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ ط"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی اور غزوات کے مکمل حالات

مقدّمہ

تاریخ سے ذوق رکھنے والے اصحاب کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے۔ کہ ہم تاریخ کے موضوع سے تعلق رکھنے والی باتوں کا ذکر مقدِمہ میں کر دیں۔ تاکہ مقدمہ کے مطالعہ کے بعد تاریخ اسلام کے مطالعہ کا صحیح لطف حاصل ہو سکے۔ اور کسی دوسری بات کو دوسروں سے دریافت کرنے پر یا بڑی بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

فنِ تاریخ

تاریخ کے لغوی معنے "وقت مقرر کرنا" ہیں۔ اصطلاح میں تاریخ اس فن کو بھی کہتے ہیں جس سے گذشتہ موجودہ قوموں اور فرقوں کے حالات و واقعات معلوم ہوں۔ ابتدا میں یہ فن سلاطین کے کارناموں اور واقعات وحالات تک محدود تھا۔ پھر اس میں وسعت پیدا ہوئی۔ اور بادشاہوں کے علاوہ علماء، حکماء، امرا اور فنون کے ماہر اشخاص کا تذکرہ بھی شامل ہو گیا۔ اس کے بعد مزید وسعت یہ ہوئی کہ علوم وفنون کے حالات اور ہر اس چیز کی تاریخ بھی اس میں شامل ہو گئی۔ جو اپنے زمانہ میں خاص اہمیّت رکھتی تھی۔

تاریخ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اس سے دوسروں کے رہنما بنا لیتا ہے۔ مشاہیر عالم کی زندگی کے واقعات وحالات سامنے آتے ہیں اور موجب نصیحت وعبرت ہوتے ہیں۔ مصائب ومشکلات میں انسانی کوششوں

کا پتہ چلتا ہے۔ اور یہ سبق ملتا ہے۔ کہ آفات و ابتلاء میں پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے سے کام نہیں چلتا۔ محنت و کوشش، جستجو و انہماک ہر بات کو ممکن اور ہر مشکل کو آسان کر دیتی ہے۔

ابتدا میں چونکہ لکھنے کا فن دنیا میں نہ تھا۔ اور جب لکھنے پڑھنے کا رواج ہوا۔ تو حالات واقعات کو محفوظ رکھنے سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے عہدِ قدیم کی تاریخ تاریکی میں تھی۔ اور پھر فنِ تاریخ جب وجود پذیر ہوا۔ اور مؤرخوں کو عہد قدیم کی تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ تو انھوں نے ان تمام چیزوں کی طرف توجہ کی جو اس کام میں ان کی مددگار ہو سکتی تھیں۔

۱۔ یعنی شہروں، قلعوں، شاہی عمارتوں اور مقدس مذہبی عمارات کی کھنڈرات و آثار قدیمہ، مجسمے، کتبے، سِکے، اسلحہ، کپڑے اور اسباب زرعہ وغیرہ۔

۲۔ یعنی وہ قصے، اشعار اور امثال وغیرہ جو آباؤ اجداد سے منقول چلے آتے ہیں۔ اور ہر زمانہ میں ان کو یاد رکھا جاتا تھا۔

۳۔ یعنی کتابیں، اوراق، دفاتر کے کاغذات، سرکاری احکام، قوانین، معاہدات، مذہبی و ادبی کتب وغیرہ۔

اول اول تاریخ کو انہیں چیزوں سے مرتب کیا گیا۔ اور پھر اس کا یہ سلسلہ شروع ہو جانے پر عہد میں مخالف و موافق اشخاص نے اپنے عہد کے بادشاہوں اور امرا، علما، حکما، وغیرہ کے حالات لکھنے شروع کئے۔

مختصر یہ کہ ابتدائی تاریخ مذکورہ بالا اشیاء سے مرتب کی گئی۔ اور پھر ہر عہد کی تاریخ، اس عہد کی تصانیف، سرکاری کاغذات، رسم و رواج احکام و فرامین اور منقولات سے مرتب کی گئی۔ اور ان چیزوں کے ساتھ ہی علم جغرافیہ، علم تقویم اور علم طبقات الارض سے بھی کام لیا گیا۔

دنیا کی پیدائش سے اب تک لوگ تاریخ کے فن سے کام لیتے رہے ہیں۔ اگرچہ اس کو فن کے اعتبار سے بہت بعد میں اختیار کیا گیا ہے۔ شروع شروع میں تاریخ اور واقعات کا ذکر پیدائش دنیا سے کیا جاتا تھا۔ مثلاً یہ کہ پیدائش دنیا کو اتنے سال گذرے۔ یا یہ کہ یہ واقعہ پیدائش دنیا سے اتنے عرصہ یا اتنے سال بعد ظہور پذیر ہوا۔ اس کے بعد اور کوئی واقعہ ظہور میں آیا۔ اور اس سے حساب ہونے لگا۔ پھر سلاطین کا دور آیا۔ اور بادشاہوں کی حکومت کا مبدا قرار پا گئی۔ اسی طرح دنیا اپنا کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ تاریخ کے فن نے اس کا ایک قاعدہ مقرر کیا۔ اور تین اہم واقعات کو تاریخ کا مبدا قرار دے دیا۔ یعنی

۱۔ پیدائش عالم

۲۔ ولادت مسیح علیہ السلام

۳۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

پیدائش عالم سے جن واقعات کا شمار ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی پیدائش سے غالباً تین ہزار سال کے بعد کے واقعات ہیں۔ اور حضرت عیسے کی پیدائش کے زمانہ پر پہنچ کر یہ حساب ختم ہے۔ ولادت مسیح کی تاریخ کا رواج آج تک موجود ہے۔ اور ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدا حضورؐ کی مدینہ میں تشریف آوری سے ہوتی ہے جس کا سلسلہ اسلامی دنیا میں جاری ہے۔ اور ہمیشہ جاری رہے گا۔

دنیا میں یہ امتیاز صرف تاریخ اسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ اس نے تمام واقعات کو محفوظ رکھا ہے۔ اور تسلسل کو ضائع نہیں ہونے دیا۔ اس لئے بیجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا میں صرف تاریخ اسلام ہی وہ

مستند و معتبر ہے۔ اور کوئی تاریخ اسناد و اعتماد کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتی۔ تاریخ اسلام سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے اب تک وہ تمام واقعات ہیں۔ جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے وقوع میں آئے ہیں اور جو آئندہ ظہور پذیر ہوں گے۔

زمین کا وجود

ماہرین علم طبقات الارض کا خیال ہے۔ کہ زمین ابتدا میں آتشیں کرہ تھی۔ اور ایک طویل مدت یہ اپنی حالت پر رہی۔ پھر اس میں سردی کے سبب انجماد شروع ہوا۔ اور کافی عرصہ کے بعد اس آتشیں کرہ کا ایک حصہ ٹھنڈا ہو کر زمین کا پہلا طبقہ بنا۔ پھر ایک طویل عرصہ گذرا۔ تو زمین کی حالت میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ یعنی سردی اور بارش وغیرہ نے اس میں اشیاء کی نشوونما اور پیداوار کی صلاحیت پیدا کی۔ وہ جانداروں کے مسکن گزیں ہونے کے قابل بن گئی۔ اور اس میں حیوانات رہنے لگے۔ اسی طرح ایک اور زمانہ گذرا۔ اور زمین میں مزید صلاحیت پیدا ہوئی۔ اور وہ انسانوں کے رہنے کے قابل بن گئی۔

اِنسان

مورخین نے کافی غور و خوض اور تحقیقات کے بعد بتایا ہے۔ کہ زمین کے وجود میں آنے کے بعد جو انسان زمین پر پھیلے اور مختلف مقامات کو اپنی سکونت کے لئے اختیار کیا۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱ ۔ وہ انسان جن کا رنگ سفید تھا۔ یہ لوگ فارس کی زمین پر آباد ہوئے۔ اور پھر آہستہ آہستہ ہندوستان، مغربی ایشیا اور یورپ میں پھیل گئے۔

۲ - یہ لوگ شروع میں چین کے اندر آباد ہوئے اور پھر شمالی ایشیا اور پھر جزائر ملایا وغیرہ میں پھیل گئے۔ یہ زرد رنگ کے تھے۔

۳ - یہ لوگ افریقہ اور آسٹریلیا میں آباد ہوئے۔ ان کا رنگ سیاہ ہے۔

یہ تینوں جنسیں زمین کے وجود میں آنے کے بعد زمین کے اثر اور آب وہوا کے اعتبار سے پیدا ہوئیں۔ پھر ان میں باہم اختلاط ہوا۔ یعنی یہ جنسیں خود اپنے ملک میں یا دوسرے ممالک میں جاکر ایک دوسرے سے ملیں اور ان سے تعلقات ازدواجی قائم ہوئے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ ان سے دوسری جنسیں وجود میں آئیں۔ یعنی معتدل اور متوسط رنگ کی جنسیں پیدا ہوئیں۔ ملک عرب کے لوگ ان مخلوط جنسوں میں سے ہیں۔ اور سفید وسیاہ رنگ کے اختلاط سے وجود میں آئے ہیں۔ اور تاریخ میں ان کو گندمی جنس کہا جاتا ہے

عرب

تاریخ اسلام کی ابتدا چونکہ ملکِ عرب سے ہوتی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے ضروری حالات بھی مقدمہ میں لکھ دیئے جائیں۔

ہمارے ملک پاکستان سے پچھم کی جانب جو ایک خشک بے آب وگیاہ ملک بحر احمر، بحر ہند، خلیج عمان اور دریائے فرات کے درمیان گھرا ہے اسی کا نام عرب ہے۔ اور یہ چوں کہ تین طرف سے پانی کے اندر گھرا ہوا ہے اس لئے اس کو جزیرہ نمائے عرب یا جزیرۃ العرب بھی کہتے ہیں یہاں کی آبادی چونکہ ابتدا سے خانہ بدوش اور دنیا کے دوسرے حصوں سے غیر متعلق رہی ہے۔ اس لئے اس میں وحشت وبربریت بھی زیادہ ہے۔ اور خودداری وآزادی کا جذبہ

بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

عرب کا رقبہ ہندوستان کے رقبے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ اگر برہما کے حصے کو ہندوستان سے علیحدہ کر دیا جائے۔ تو تمام ہندوستان اور عرب تقریباً برابر کے رقبہ کے ملک ہیں۔ عرب ریگستان اور خشک ملک ہے مگر ہندوستان سرسبز و شاداب۔ یہی وجہ ہے کہ عرب نے تمدنی اعتبار سے دوسرے ممالک پر فوقیت حاصل نہیں کی۔ اور دوسرے ممالک آگے بڑھ گئے۔ پھر خدا نے اسی بنجر اور بے آب وگیاہ ملک کو عزت بخشی۔ جو پیدائش دنیا سے آج تک کسی ملک کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اور نہ آئندہ کبھی نصیب ہو گی۔ یعنی اس کے ایک ٹکڑے کو خداوند بزرگ و برتر نے اپنے مقدس و محترم مکان سے زینت بخشی، اور پھر اس پر اس مقدس ہستی کو نازل فرمایا۔ جو خاتم نبوت اور تمام دنیا کے لئے موجب رحمت و ہدایت تھی۔ اور وہ ملک جو دنیا میں سب سے پست اور وحشی انسانوں کا مسکن خیال کیا جاتا تھا۔ دین الٰہی کا مرکز، دنیا کی تمدنی معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی اصلاح کا ہادی و رہنما بن گیا۔

عرب کا ملک دو بڑے پہاڑوں میں واقع ہے۔ ایک پہاڑ کوہ لبنان ہے۔ جس کا سلسلہ شمال مغربی کنارے سے شروع ہو کر مغربی کنارہ تک چلا گیا ہے۔ اور دوسرا پہاڑ اس پہاڑ کے اوپر بطور خط مستقیم کے واقع ہے۔ جو جنوبی کنارے پر پھیلتا ہوا عمان تک چلا گیا ہے۔ ان پہاڑوں کے درمیان اور ساحلوں میں عرب کی آبادیاں ہیں۔ اور انہیں میں ایک بنجر زمین کا ٹکڑا ہے جس کو تہامہ کہتے ہیں۔

عرب کے بعض وہ حصے جہاں پانی زیادہ ہے۔ زرخیز اور شاداب ہیں اور جہاں پانی کمیاب یا نایاب ہے۔ غیر آباد ہیں یا بہت کم آباد ہیں۔

آب و ہوا | عرب کی آب و ہوا گرم خشک ہے۔ اور بعض علاقے تو اس قدر گرم

اور خشک ہیں۔ اور وہاں اتنی سخت بادِ سموم چلتی ہے۔ کہ کسی جاندار کا وہاں رہنا ممکن نہیں ہے۔ یہ علاقہ بالکل غیر آباد ہے۔ اور وہاں گرمی کے موسم میں کسی کو جانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ یہ علاقہ تہامہ کہلاتا ہے۔

عرب کا درمیانی حصہ البتہ بہتر ہے۔ معتدل آب و ہوا کے سبب یہاں پر آبادی بھی زیادہ ہے۔ اور اس علاقہ میں موسم برشگال میں بھی بارش ہوتی رہتی ہے۔

پیداوار | عرب کی پیداوار میں انگور، انجیر، کھجور خاص چیزیں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی چیزیں بکثرت پیدا ہوتی ہیں۔ گھوڑے خاص طور پر مشہور ہیں۔

تجارت و حرفت | عرب میں دوسرے ممالک کی طرح مصنوعات کے کارخانے نہیں ہیں۔ ان کی تجارت و حرفت کھجوروں، گھوڑوں، بکریوں اونی چیزوں اور موتیوں تک محدود ہے۔ یعنی عرب کے لوگ کھجوروں گھوڑوں کو کثیر مقدار و تعداد میں باہر بھیجتے ہیں۔ بکریوں کو پالتے اور بھیڑوں کی اون سے چیزیں بناتے ہیں۔ اور پھلوں وغیرہ کی تجارت کرتے ہیں۔ بحرین سے موتی نکلتے ہیں۔ ان کو فروخت کرتے ہیں۔ ابتداءً عرب کی تجارت شام، یمن اور حبرہ تک محدود تھی۔ اسلام پھیلنے پر جب مقبوضات میں وسعت ہوئی، تو مصر وغیرہ دوسرے ممالک سے بھی تجارت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور عرب میں ہر قسم کا مال آنے لگا۔

عرب کے پہاڑ | عرب میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، پہاڑوں کے دو لمبے سلسلے ہیں۔ جن کے مختلف حصوں کے نام ہیں۔ شہر مکہ کے اندر چار مشہور پہاڑ ہیں۔ فاران، ابو قبیس، حرا اور عرفات، مدینہ میں اُحد، بدر اور بحیرہ قلزم پر عرب کے شمال مغربی گوشہ میں کوہ سینا۔

عرب کے مشہور شہر اور صوبے عرب کو پانچ صوبوں میں منقسم سمجھا جاتا ہے۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔ حجاز، تہامہ، یمن، نجد، یمامہ۔

۱۔ **حجاز:۔** یہ صوبہ نجد اور تہامہ کے درمیان واقع ہے۔ اور چونکہ یہ صوبہ ان دونوں صوبوں کے درمیان حائل و حاجز ہے۔ اس لئے اس کو حجاز کہتے ہیں۔ یہ صوبہ تقریباً سو میل لمبا ہے۔ اس کے مشہور شہر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، جدہ اور طائف ہیں۔ اول الذکر دونوں شہر مسلمانوں کے نزدیک دنیا کے تمام مقامات سے افضل و بہتر ہیں۔

۲۔ **تہامہ:۔** یہ صوبہ بحیرۂ قلزم کے سواحل سے شروع ہو کر کوہ سراۃ تک چلا گیا ہے۔ اس کا اکثر حصہ غیر آباد ہے۔ اس لئے یہاں کی باد سموم اور گرمی ناقابل برداشت ہے۔

۳۔ **یمن:۔** عرب کے صوبوں میں یہ صوبہ نہایت سر سبز اور زرخیز ہے۔ نجد کے جنوب سے شروع ہو کر بحر ہند کے ساحل تک چلا گیا ہے۔ مشرق میں حضرموت و عمان تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مشہور شہر جو مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرموت عمان، نجران، صنعا ہیں۔ صنعا ملک کا دار الخلافہ ہے۔ جو ایک قدیم اور خوبصورت شہر ہے قدیم زمانہ میں اس کا نام عزل تھا۔ سکندر اعظم نے ہندوستان سے واپس ہو کر اس شہر کو فتح کر کے اپنا دار السلطنت قرار دینا چاہا تھا۔ لیکن موت نے اس کے ارادہ کو پورا نہ ہونے دیا۔

۴۔ **نجد:۔** کوہ سراۃ کے مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ جو یمن کی حدود سے شروع ہو کر عراق اور سماوہ تک چلا گیا ہے۔ ریاض اس صوبے کا مشہور شہر اور دار السلطنت ہے۔

۵ - یمامہ :- عرب کا یہ صوبہ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کی وجہ سے خاص شہرت رکھتا ہے۔ یہ شخص اسی صوبہ میں پیدا ہوا اور یہاں ہی اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد خلافت میں مارا گیا۔ اس صوبہ کا دوسرا نام عروض بھی ہے۔ بعض مورخ بحرین کو اسی صوبہ میں شامل کرتے۔ اور بعض دوسرا صوبہ مانتے ہیں۔ ان تمام صوبوں میں حجاز کو خاص عظمت حاصل ہے۔ اس لئے کہ اس کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں بیت اللہ واقع ہے۔ جس کی طرف منہ کر کے مسلمان پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں۔ اور ذی استطاعت اشخاص اس مقدس و محترم مقام کا حج کرتے ہیں۔ اس شہر میں کوئی غیر مسلم نہیں رہتا۔ اور نہ حدود حجاز میں داخل ہو سکتا ہے۔ حجاز کا دوسرا مقدس و محترم مقام مدینہ منورہ ہے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ آخر عمر تک وہیں رہے۔ اور وہیں وفات پائی۔ مدینہ منورہ بہت پرانا شہر ہے۔ جس کے گرد شہر پناہ بنی ہوئی ہے۔ اور آبادی کے بڑھ جانے کے سبب اب شہر پناہ کے باہر بھی لوگ رہتے ہیں۔ حضور اکرمؐ کا مرقد مبارک اسی شہر میں ہے۔ جہاں ہر سال لاکھوں کی تعداد حجاج زیارت کو جاتے ہیں۔ مدینہ کی آب و ہوا مکہ معظمہ سے بہتر خوشگوار اور معتدل ہے۔ زمین بھی سرسبز و شاداب ہے کھجور کے باغات کثرت سے ہیں۔

عرب کے باشندوں کا نسب نامہ

عرب کے باشندوں کو سامی النسل یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کی اولاد میں سے بتایا جاتا ہے۔ نیز مورخین نے ان کو

تین قسموں پر منقسم کیا ہے۔ یعنی عرب کی قدیم و جدید نسلوں کی تین قسمیں ہیں۔

بائدہ | وہ عرب جو قدیم زمانہ سے عرب کے اندر آباد تھے۔ ممکن ہے کہ ان کی آبادی سام کی اولاد سے شروع ہوئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ سام کی اولاد میں سے کوئی شخص یہاں آکر رہنے لگا ہو۔ عرب کے قدیم باشندے مختلف قبیلوں میں منقسم ہو گئے تھے۔ جن میں سے بعض کے نام تاریخوں میں درج ہیں۔ یعنی عاد، ثمود، جدیس، طسم، عملاق، یا امیم اور جرہم وغیرہ۔ ان میں سے بعض کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ یہ تمام قبائل اور ان کے سارے خاندان فنا ہو گئے۔ اور ان میں سے تاریخ کی روشنی میں اب ایک شخص بھی باقی نہیں رہا۔

عاربہ | وہ عرب جو قحطان کی طرف منسوب ہیں۔ ان کی دو شاخیں بنو جرہم بن قحطان اور بنو یعرب بن قحطان بہت مشہور ہیں۔

مستعربہ | وہ عرب جو عدنان کی اولاد سے ہیں۔ یہ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔

علامہ ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ ملک عرب کی موجودہ خالص آبادی کا نسبی سلسلہ عدنان، قحطان، اور قضاعہ پر منتہی ہوتا ہے۔ قضاعہ کو خاندان حمیر سے بتایا جاتا ہے۔ جو قحطان کی ایک شاخ ہے۔ بعض مورخین اس کو عدنان، کی اولاد میں سے بتاتے ہیں۔ صحیح یہ ہے۔ کہ قضاعہ کی ماں نے چونکہ معد بن عدنان سے نکاح کر لیا تھا۔ اور نکاح کے وقت قضاعہ پیٹ میں تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس کو عدنان کی طرف منسوب کر کے عدنان کے سلسلہ میں داخل کرا دیا۔ ورنہ حقیقت میں وہ مالک بن حمیر کا بیٹا تھا۔ عدنان تمام مورخوں کے نزدیک حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے ہے۔ اب رہا یہ کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیل کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ اس کا صحیح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بعض لوگ تین پشتوں کا فاصلہ بتاتے ہیں۔ اور

بعض اس سے زیادہ، علامہ ابن خلدون کی رائے ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نسلی سلسلہ صرف عدنان سے چلا اور اب تک باقی ہے۔ قحطان کی نسبت بڑا اختلاف ہے۔ امام بخاری کا قول ہے۔ کہ قحطان حضرت اسمٰعیل علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہے۔ لیکن اکثر مورخین کا خیال یہ ہے۔ کہ قحطان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہے۔ اس کا اصلی نام یقطن ہے۔ جس کا ذکر توراۃ میں اولاد عامر کے سلسلہ میں آیا ہے۔

عرب بائدہ کا ذکر اگرچہ بعض کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن اس موقعہ پر ان کا تذکرہ بے کار ہے۔ اس لئے عرب کی موجودہ نسلوں سے ان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ البتہ قحطان اور عدنان کا مختصر ذکر ضروری ہے۔ تاکہ عرب کی نسلوں اور خاندانوں کے متعلق ضروری معلومات حاصل ہو جائیں۔

قحطان | علامہ ابن خلدون کی تشریح کے مطابق قحطان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں بلکہ عامر کی اولاد سے ہے۔ اور عدنان کے خاندان سے ان کا تعلّق دور سے بھی نہیں ہے۔ ابتداءً میں عرب یعنی بائدہ کے ختم ہو جانے پر عرب میں قحطان کی اولاد نے حکومت قائم کی اور یمن کو اپنا مرکزی مقام قرار دیا۔ قحطان کی اولاد میں سب سے پہلا با اقتدار حکمران بقول ابن خلدون سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہوا۔ اور اس کے بعد سبا کے بیٹوں حمیر اور کہلان نے بڑی ترقی کی۔ اور عرب کے بڑے حصّے پر قبضہ کر کے مختلف مقامات میں اپنی حکومتیں قائم کیں۔

بعض مورّخین کا بیان ہے۔ کہ قحطان یمن میں آباد ہوا۔ اور یمن پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ قحطان کے دو بیٹے تھے۔ ایک یعرب اور دوسرا جرہم۔ یعرب جس کے نام پر عرب مشہور ہوا۔ اپنی آبائی حکومت یمن پر قابض رہا۔ اور جرہم حجاز چلا گیا۔ جہاں اس نے حجاز کے باشندوں کو مطیع بنا کر اپنی حکومت قائم کر لی۔

یعرب کی اولاد نے بڑی ترقی کی۔ اور اس کی نسل میں بڑے بڑے بادشاہ ہوئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسکندر ذوالقرنین جس نے دنیا میں فتوحات حاصل کیں۔ اور یاجوج ماجوج کو روکنے کے لئے ایک آہنی دیوار سد سکندری تعمیر کرائی تھی۔ یعرب ہی کی اولاد سے تھا۔ اور شہرہ آفاق مشہور ملکہ بلقیس بھی اسی خاندان سے تھی۔

بقول ابن خلدون سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان، قحطان کے دو بیٹے تھے۔ حمیر اور کہلان۔ ان میں سے حمیر کی اولاد نے عرب میں خاص اقتدار حاصل کیا۔ اور بڑی بڑی حکومتیں قائم کیں۔ لیکن کچھ عرصہ بعد کہلان کی اولاد نے عروج حاصل کیا۔ حمیر کی اولاد میں سے ملوک تبابعہ اور حکما میں قضاعہ بہت مشہور ہیں۔

قضاعہ جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے۔ حمیر کے خاندان سے تھا۔ یعنی قضاعہ مالک کا بیٹا اور حمیر کا پوتا ہے۔ بقول بعض قضاعہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ کہ قضاعہ حمیر کے بیٹے مالک کا پوتا نہیں۔ بلکہ مالک بن عمرو بن مرہ بن زید بن مالک بن حمیر کا بیٹا ہے۔ اس خاندان نے بھی بلاد شحر پر حکمرانی کی ہے اور اسی نسل کے بعض لوگ شام و حجاز کے درمیانی علاقوں اور عراق کے قریب تک حکمران رہے ہیں۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ کہ قحطان کا دوسرا بیٹا جرہم حجاز چلا گیا تھا۔ اور یعرب کا خاندان یمن پر حکمران تھا۔ عرصہ دراز کے بعد یمن میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ اس سیلاب نے یعرب کی اولاد کی شاخ ازد کو یمن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ وہ بھی قضاعہ کی طرح مدینہ میں چلے گئے۔ اور وہاں اپنی حکومت قائم کر لی۔ مدینہ منورہ کے مشہور قبیلے اوس اور خزرج اسی خاندان

میں سے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد اسی قبیلہ آزد کا ایک شخص جس کا نام خزاعہ تھا جرہم مکہ میں پہنچا۔ اور یعرب کے بھائی جرہم کے خاندان کو وہاں سے نکال کر خود مکہ پر قابض ہو گیا۔ سبا کے دوسرے بیٹے کہلان نے بھی بڑی ترقی کی تھی۔ اس خاندان کا ایک قبیلہ لخم عراق پر قابض تھا۔ جس سے حیرہ کے بادشاہ ہوئے۔

مختصر یہ کہ قحطان کی اولاد میں سے بھی شاخیں نکلیں۔ انہوں نے بڑی بڑی ترقیاں کیں۔ عرب کے تمام علاقہ پر انہوں نے اقتدار قائم کر لیا اور پھر اسلام کے زمانہ میں اس خاندان کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر کے اسلام کی شاندار خدمات انجام دیں۔

عدنان:۔ جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ تمام مورخوں کے نزدیک عدنان حضرت اسمٰعیل کی نسل سے ہیں۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ عدنان کی اولاد میں سے قیدار وغیرہ حجاز میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ صحیح یہ ہے۔ کہ خود حضرت اسمٰعیل حجاز میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ جس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک ایک دو دو کر کے عرب کے مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔ صرف قیدار حجاز میں رہے۔ ان کی انتالیسویں پشت سے عدنان اول پیدا ہوا۔ پھر عدنان اول کی نویں پشت میں عدنان دوم جس سے موجودہ عرب و حجاز کا مشہور خاندان چلا ہے۔ عدنان اول کا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے ۸۰۵ سال پہلے کا ہے معد اول کے زمانہ میں حضرت ارمیا نبی تھے۔

عدنان دوم کے بیٹوں میں معد ثانی سے سلسلہ بڑھا۔ یعنی معد دوم کا کا بیٹا نزار ہوا۔ اور نزار کے دو بیٹے ربیعہ اور مضر تھے۔ ربیعہ کا سلسلہ بھی بہت بڑھا۔ اور عرب میں بہت پھیلا۔ جس میں سے بہت سے لوگ مشہور ہوئے۔

مضر کے سلسلہ میں حضورؐ اکرم اور خلفار راشدین وغیرہ پیدا ہوئے۔ یعنی مضر کے دو بیٹے ہوئے۔ قیس اور الیاس۔ قیس کا سلسلہ علیحدہ چلا گیا۔ اور الیاس کے تین بیٹے ہوئے۔ قمعہ، طانجہ، اور مدرکہ، مدرکہ کا بیٹا خزیمہ، خزیمہ کا بیٹا کنانہ، کنانہ کا بیٹا نضر۔ نضر کا بیٹا مالک، مالک کا بیٹا فہر، فہر کے تین بیٹے ہوئے۔ محارب، حارث، اور غالب۔ ان میں سے حارث کی اولاد میں سے چھٹی پشت میں سے حضرت ابو عبیدہؓ فاتح شام پیدا ہوئے۔ اور غالب کا بیٹا لوی ہوا لوی کے پانچ بیٹے ہوئے۔ حزیمہ، جشیم، سند، عامر اور کعب، کعب کے تین بیٹے ہوئے۔ عدی، ہصیص، اور مرہ۔

عدی کی اولاد میں سے عبد العزیٰ کے دو بیٹے ہوئے عمر اور فضیل۔ عمر کی اولاد میں سے حضرت سعید رضؓ ہیں۔ جو عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ اور فضیل بن خطاب بن حضرت عمر فاروق رضؓ خلیفہ دوم ہیں۔

ہصیص کی ساتویں پشت میں حضرت عمر ابن العاص رضؓ فاتح مصر پیدا ہوئے۔ مرہ کے تین بیٹے ہوئے۔ تیم، یقظہ اور کلاب، تیم کی چھٹی پشت سے حضرت ابوبکر الصدیقؓ خلیفہ اول پیدا ہوئے۔ اور پانچویں پشت میں حضرت طلحہ رضؓ پیدا ہوئے۔ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور یقظہ کی چوتھی پشت میں مغیرہ پیدا ہوئے۔ جن کے تین بیٹے تھے۔ ولید، ابو حذیفہ اور ہشام، ولید کے بیٹے حضرت خالدؓ سیف اللہ مشہور سپہ سالار افواج اسلامیہ ہیں۔ ابو حذیفہ کی پوتی حضرت ام المومنین ام سلمہ رضؓ ہیں۔ اور ہشام کا بیٹا ابو جہل ہے۔

پھر کلاب کے دو بیٹے ہوئے۔ زہرہ، قصیٰ۔ زہرہ کے سلسلے میں دوسری پشت سے حضرت آمنہ والدہ ماجدہ حضورؐ اکرم پیدا ہوئیں۔ تیسری پشت سے حضرت سعد ابن ابی وقاص فاتح عراق پیدا ہوئے۔ اور قصیٰؓ کے تین بیٹے ہوئے۔

عبدالدار۔ عبدالعزیٰ، عبدالمناف، عبدالدار کی پانچویں پشت سے شیبہ پیدا ہوئے۔ جو خانہ کعبہ کے کنجی بردار تھے۔ عبدالعزیٰ کے پوتے خویلد سے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ حضورؐ کی زوجہ مطہرہ پیدا ہوئیں۔ خویلد کے پوتے حضرت زبیرؓ بن العوام ہوئے۔ جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

عبدالمناف کے چار بیٹے ہوئے۔ عبدالشمس، مطلب، نوفل اور ہاشم عبدالشمس کا بیٹا اُمیہ تھا جس کے دو بیٹے تھے۔ حرب اور ابوالعاص، حرب کا بیٹا ابوسفیان اور اس کا بیٹا امیر معاویہؓ امیر شام ہوئے۔ جنہوں نے اموی خلافت کی بنیاد رکھی۔ ابوالعاص کے پوتے حضرت عثمانؓ ابن عفان خلیفہ سوم ہوئے۔

ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب ہوئے۔ جس کے دس بیٹے تھے۔ عباس، ابوطالب، حمزہ، زبیر، مقوم یا غیداق، ضرار، حجل، ابولہب، قثم اور عبداللہ ان میں سے زبیر، قثم اور حمزہ کا سلسلہ آگے نہ چلا۔ ابولہب کے سلسلے میں عتبہ صحابیؓ باقی رہے۔ عباس اور ابوطالب کی نسل بہت بڑھی۔ عباسؓ مشہور صحابی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ہیں۔ جن کے بیٹے حضرت عبداللہ مشہور مفسر قرآن پاک اور اصحابی ہیں۔ دولت عباسیہ انہی کی نسل سے شروع ہوئی ہے۔ ابوطالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم اور حسنینؓ کے والد ماجد ہیں۔ عبداللہ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔

عرب کے اخلاق و عادات اور مذاہب

عرب کے باشندے سکونت کے اعتبار سے دو قسم کے ہیں۔ ایک حضری

اور دوسرے بدوی حضری وہ لوگ ہیں۔ جو آبادیوں میں رہتے ہیں۔ اور شہری تمدن و معاشرت رکھتے ہیں۔ بدوی وہ لوگ ہیں۔ جو آبادیوں میں سکونت کو براخیال کرتے ہیں۔ اور آبادیوں سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے خاندان یا کنبہ قبیلہ کے آدمیوں کو لئے ہوئے چشموں کے کنارے اور جنگلوں میں پڑے رہتے ہیں۔ پانی کے مقامات پر اپنی سکونت کو منتقل کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس خیمے ہوتے ہیں۔ جہاں ان کا جی چاہتا ہے۔ خیموں کو لگا کر وہاں ہی رہنے لگتے ہیں۔ ان کی غذا نہایت سادہ ہے۔ اونٹ یا بکری کا دودھ اور گوشت عام طور پر غذا میں استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی قسم کی معمولی چیزوں کی معمولی تجارت کرتے ہیں۔ ان کے مزاج میں جس قدر سادگی اور مہمان نوازی ہے۔ اسی قدر آزادی اور سختی بھی ہے۔

مہمان نوازی عربی اخلاق و عادات میں سب سے بڑی چیز مہمان نوازی اور دستگیری ہے خوشحال اور دولت منداشخاص سے لے کر غریب سے غریب عرب تک اس صفت میں ممتاز درجہ رکھتا ہے۔ جہاں امراء و رؤسا مہمانوں اور قابل امداد اشخاص کو اونٹوں اور بکریوں کے گلے کے گلے دے دیا کرتے تھے وہاں غریب سا عرب بھی اتنا دل چلا تھا۔ کہ صرف مہمان کی خاطر و مدارات کے لئے اس اونٹنی کو ذبح کر ڈالتا تھا۔ جو اس کا سرمایہ زندگی اور معاش کا واحد ذریعہ ہوتی تھی۔ حاتم دنیا کا مشہور سخی مرد اسی قوم میں ہوا ہے۔ جس کی سخاوت کی داستانیں اگرچہ مبالغہ سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن واقعیت کے قریب قریب ضرور ہیں۔ عرب کی سخاوت، دریا دلی، اور مہمان نوازی کی بہت سی مثالیں یادگار کے طور پر تاریخ میں درج ہیں جن کے مقابلہ میں دوسری قوموں کی سخاوت و مہمان نوازی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

بہادری | عرب قوم شجاعت و دلیری میں تمام دنیا کی اقوام میں خاص شہرت رکھتی ہے۔ جس کا اندازہ عرب شاعروں کے کلام خصوصاً رزمیہ قصائد سے اچھی طرح ہو سکتا ہے۔ عرب کی فطرت تھی کہ وہ میدان میں لڑ کر جان دینے کو عزیز سمجھتے تھے۔ اور بستر پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے کو ذلیل خیال کرتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ وہ لڑ کر مرنے کے لئے بہانہ ڈھونڈا کرتے تھے اور جہاں ذرا سا موقع بھی مل جاتا تھا۔ اپنے مخالف سے ٹکرا جاتے تھے۔

عرب جاہلیت کی جنگوں پر نظر ڈالنے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ ان کی لڑائیاں ملک گیری کے لئے نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ ان کا دار و مدار عصبیت پر ہوتا تھا۔ یعنی خاندانی تفوق و برتری یا شخصی عزت و عظمت، جہاں ان میں سے کسی کی توہین ہوئی یا قبیلہ کے کسی فرد کو عزت کا صدمہ پہنچا۔ صرف ایک آواز پر سارا قبیلہ اور قبیلہ کی شاخیں انتقام کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ اور برسوں تک اس قسم کی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ شجاعت و دلیری جنگوں کے انداز کے مشاغل اور عصبیت نے ان کو اس قدر سخت بنا دیا تھا کہ وہ ہر وقت جان کو ہتھیلی پر رکھے رہتے تھے۔ اور عزت کے مقابلہ میں جان ان کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتی تھی۔

عہد کی پابندی | عربی اخلاق و عادات میں ایک اور اہم چیز عہد کی پابندی تھی۔ جس کو عرب کے تمام طبقات نہ صرف عزیز رکھتے تھے۔ بلکہ ان فرائض میں سے خیال کرتے تھے۔ جو انسانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔

عرب جس قدر آزاد اور خود دار تھے، اسی قدر اپنی پابندی کے ساتھ آزادی، خود داری اور عزت و عظمت کے محافظ تھے۔ اور کوئی ایسی بات نہ کرتے تھے۔ جو ان کی خود داری، عزت و منزلت کے خلاف ہوتی تھی۔ یہی وجہ

تھی۔ کہ جب وہ کسی سے عہد کر لیتے تھے۔ تو جان گے برابر اس کی حفاظت کرتے تھے۔ اور بدعہدی کا خیال تک اپنے دل میں نہ لاتے تھے۔ تاریخ میں بہت سے ایسے واقعات پائے جاتے ہیں۔ کہ عربوں نے عہد کی پابندی میں اپنی اپنے خاندان کی اور اپنے قبیلہ کی جانیں قربان کر دیں۔ اور بدعہدی نہیں کی۔

یہ عرب کی پابندی عہد کا نتیجہ تھا۔ کہ کمزور قبیلہ طاقت ور کو اپنا محافظ اور حلیف بنا لیتا تھا۔ اور اپنے دشمنوں سے مطمئن ہو کر زندگی بسر کرتا تھا۔ یعنی جن قبیلوں میں حفاظت و پناہ کا حلف ہو جاتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی مدد اسی طرح کرتے تھے۔ جس طرح خاندان کی مدد کی جاتی ہے۔ اور اس کا رواج اس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ عرب کے تمام قبائل ایک دوسرے کے حلیف بن کر رہتے تھے اور آپس کی لڑائیوں میں حلیف قبائل کی مدد سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔

مذاہب | عرب میں تقریباً وہ تمام مذاہب پائے جاتے تھے۔ جو اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا میں موجود تھے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کے حجاز میں آنے کے بعد لوگوں نے دین ابراہیمی کو اختیار کر لیا تھا۔ لیکن جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد حجاز سے نکل کر دوسرے علاقوں میں گئی۔ تو ہر قبیلہ خانہ کعبہ کا ایک ایک پتھر اپنے ساتھ لے گیا۔ محض اس عقیدت سے کہ یہ خانہ کعبہ کا پتھر ہے۔ اس سے برکت حاصل کی جائے گی۔ لیکن بعد کو لوگوں نے ان پتھروں کی پرستش شروع کر دی۔ اور ان کے بعد کے لوگوں نے عام طور پر پتھروں کو اپنا معبود قرار دے لیا۔ خانہ کعبہ کی عظمت کا یہ تاریخی تنزل شرک کی بنیاد قرار پایا۔ اور عام طور پر عرب کے اندر شرک پھیل گیا۔ اور یہی حالت کچھ عرصہ بعد حجاز کی بھی ہو گئی۔ جس کی ابتدا یوں ہوئی۔ کہ خانہ کعبہ کا ایک متولی شام گیا تھا۔ وہاں بتوں کی پرستش کے رواج کو دیکھ کر وہ بھی

ایک بت اپنے ساتھ لے آیا۔ اور خانہ کعبہ میں رکھ دیا۔ عرب نے اس بات کو عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور پرستش کرنے لگے۔ اور اس کے بعد خود اپنے ہاتھوں سے پتھروں کے بت بنانے لگے۔

زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ حجاز وغیرہ کے عربوں نے سینکڑوں بت بنا ڈالے۔ جن میں سے بعض بت انہوں نے بت پرستی کی قدیم روایات کو سن کر پرانے بتوں کے نام پر بنا لئے۔ اور بعض خود ساختہ تھے۔ یہاں تک کہ قبیلہ قبیلہ کا بت بن گیا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے بت بھی بنائے گئے تھے۔ عرب ان بتوں کو قادرِ مطلق خدا خیال نہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کو خدا کا مقرب واسطہ یا شریک گردانتے تھے۔

عرب میں زیادہ تعداد مشرکوں ہی کی تھی۔ اور ان سے دوسرے درجہ پر یہودی تھے۔ جو شام سے آکر حجاز میں آباد ہو گئے تھے۔ اور ان کے اثر سے بعض قبائل ان کے پیرو بن گئے تھے۔ یہود کے علاوہ چند مسیحی بھی تھے جو بحران میں رہتے تھے۔ اور ان کے اثر سے دوسرے مقامات کے لوگ بھی مسیحی بن گئے تھے۔ ان مسیحیوں کا خاندان آج بھی موجود ہے۔ جو اپنے آپ کو نصاریٰ عرب کہتے ہیں۔ اور تمام دوسرے مسیحیوں سے برتر خیال کرتے ہیں۔ عرب میں لامذہب لوگوں کی بھی ایک تعداد تھی۔ جو کسی مذہب کو نہیں مانتی تھی۔ اور نہ کسی بات کو گناہ خیال کرتی تھی۔ یہ جماعت ہر قسم کے قیود سے آزاد تھی۔ اور انسانوں کو بھی حیوانوں کی مانند سمجھتی تھی۔ انہیں کی نسبت قرآنِ مجید میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ "وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ" یعنی خدا، رسول اور آخرت کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف یہی دنیاوی زندگی ہے۔ جس کو ہم درختوں

اور جانوروں کی طرح بسر کر رہے ہیں۔ مرتے ہیں اور زندہ ہو جاتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو فنا کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ صابئی بھی تھے۔ جو اپنے آپ کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام کا پیرو خیال کرتے تھے۔ ان کے مذہب میں سات نمازیں فرض تھیں۔ اور جنازہ کی نماز بھی پڑھتے تھے۔ قمری مہینہ میں ایک دن کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ تمام عبادات ختم ہو گئیں۔ اور یہ لوگ ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ اور سات ستاروں کا ایک معبد انہوں نے بنا لیا۔

عرب میں چند شخص موحد بھی تھے۔ جو دین ابراہیم کو مانتے تھے۔ ان کی تعداد محدود تھی۔ اتنی محدود کہ انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ ان میں سے ایک زید بن عمر بن نفیل تھے۔ دوسرے ورقہ بن نوفل اور تیسرے عبد اللہ بن جحش۔ آخری شخص نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ لیکن پھر حبشہ میں جا کر عیسائی ہو گئے تھے۔ اور اسی حالت میں مرے۔

عرب کے مشاغل علمی، اوہام باطلہ اور جاہلانہ عادات

عرب علمی اور فنی مشاغل سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ اوہام باطلہ میں بھی گرفتار اور بعض ایسی عادات بھی رکھتے تھے۔ جو قطعی جہالت پر مبنی تھیں۔

علمی و فنی مشاغل علمی مشاغل میں سب سے پہلی چیز زبان کی حفاظت تھی۔ عربی زبان کو سامی زبان کہا جاتا تھا۔ اور عرب کے سارے ملک میں یہی زبان بولی جاتی ہے۔ عربوں کو اپنی زبان پر بڑا ناز تھا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ناز بیجا نہ تھا۔ عربی زبان دنیا کی تمام زبانوں میں سلیس اور اپنے الفاظ میں جامع ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عرب اپنے سوا تمام دوسری قوموں اور ملکوں کو عجمی یعنی گونگا کہتے تھے

عربوں کو اپنی زبان کی حفاظت، اشاعت اور جامعیت کا اتنا خیال تھا کہ جب وہ کسی ایسے جملے یا لفظ کو دیکھتے اور سنتے جو ان کی زبان میں نہ ہوتا، یا اس کے ہم معنے اور مشابہ کوئی لفظ نہ پایا جاتا۔ تو وہ فوراً نیا لفظ وضع کر لیتے اور اپنی زبان میں داخل کر لیتے۔ انہوں نے اس کی چند صورتیں اختیار کر رکھی تھیں بعض موقعوں پر تو وہ بالکل نیا لفظ وضع کرتے اور بعض وقت وہ الفاظ لے لیتے تھے۔ جو ان کی زبان میں اس چیز سے مشابہ چیزوں میں استعمال ہوتا تھا جس کے لئے لفظ وضع کرنا چاہتے اور آخری صورت یہ ہوتی تھی کہ غیر زبان کے الفاظ میں ضروری اصطلاح کر کے اس کو استعمال میں لے آتے تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ کسی دوسری زبان کے لفظ کو بعینہٖ اپنی زبان میں داخل کر لیا ہو۔

زبان کی ترقی سے عربوں کو اتنی دلچسپی تھی کہ گھر گھر شعر و شاعری کا چرچا تھا۔ اور واقعہ یہ ہے۔ کہ عرب کے شاعر بھی اپنے فرائض کو خوبی کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ انہوں نے زبان میں وہ وہ خوبیاں پیدا کیں۔ جو بیان سے باہر ہیں اور جن سے غیر زبانیں آج تک آشنا نہیں ہیں۔ شعرا کے علاوہ عرب میں جادو بیان خطیب بھی تھے۔ جن کی فصاحت و بلاغت پر عرب کو ناز تھا قبائلِ عرب میں یوں تک ہر شخص زبان کی حفاظت کا شیدا اور ادبی ذوق رکھتا تھا لیکن قریش اس جانب خصوصیت سے متوجہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ عرب میں قریش کی زبان مستند سمجھی جاتی تھی۔

زبان کی حفاظت کے ساتھ ہی عرب کو زبان کی اشاعت سے بھی خاص شغف تھا۔ وہ جب کسی ملک پر قبضہ کرتے جلد سے جلد ملک اور قوم کی زبان کو بدل کر عربی بنا دیتے تھے۔ اگرچہ ان کی اس میں سیاسی مصلحتیں بھی شامل ہوتی تھیں۔

چنانچہ آج ہم مصر میں قبطی زبان کے بجائے عربی زبان پاتے ہیں۔ ٹیونس الجزائر اور مراکش میں بھی عربی زبان کا پرچم لہرا رہا ہے۔ سوڈان کی زبان بھی عربی ہے اور ہندوستان و پاکستان میں بھی عربی زبان کو مذہبی زبان کے علاوہ علمی زبان کی حیثیت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

علمی مشاغل میں دوسری چیز شاعری بھی تھی۔ جس سے عرب کو خاص دلچسپی تھی۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ شاعری عرب کی فطرت میں داخل تھی جو لوگ شاعر تھے۔ وہ تو فن سے ذوق رکھتے ہی تھے۔ غیر شاعر اشخاص بھی شعر سے کافی دلچسپی لیتے تھے۔ اور شعر کے حسن و قبح سے واقف تھے۔ بچہ سے لے کر بوڑھے تک کو اس فن سے یکساں شوق تھا۔ جو شخص شاعری سے ذوق نہ رکھتا تھا۔ اس کا شمار انسانوں میں سے نہ ہوتا تھا۔ مردوں کے علاوہ یہ شوق عورتوں میں بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اور طبقہ اناث نے بھی اپنی اچھی شاعرہ پیدا کی تھی۔

قبائل اپنے قبیلہ کے شاعر کی غیر معمولی عزت و عظمت کرتے تھے۔ اور اس پر ان کو اتنا ہی غرور و فخر ہوتا تھا۔ جتنا کہ آج کل کے دولت مندوں اور ماہرین فن پر فخر و غرور کیا جاتا ہے۔ عرب شاعر واقعہ یہ ہے کہ اپنی قومی خصوصیات کے ماہر ہوتے تھے۔ اور شاعری سے وہی کام لیتے تھے۔ جو آج کل کے جادو بیاں واعظ یا لیکچرار لیتے ہیں۔ ان کی رزمیہ نظمیں قبائل میں آگ لگا دیتی تھیں۔ اور ان کے عشقیہ اشعار وجد و کیف پیدا کر دیتے تھے۔ جنگوں میں قبائل اپنے شاعروں کا وہ کلام پڑھتے تھے جس سے ان کا قومی فخر اور شجاعت و بہادری ظاہر ہوتی تھی۔ اور مخالف کی سرکوبی کے لئے ان اشعار سے کام لیا جاتا تھا۔ جن میں قومی ذلت و توہین کا ذکر ہوتا تھا۔ ادھر یہ اشعار زبان سے نکلتے تھے۔ اور ادھر انتقام کی تلواریں مخالف کے خون سے آغشتہ نظر آتے

لگتی تھیں:۔

علمی وفنی مشاغل میں تیسری اہم چیز قیافہ تھا۔ جس سے عربوں کو خاص ذوق تھا۔ اور وہ اس میں اتنی مہارت پیدا کرتے تھے۔ کہ نشانات قدم دیکھ کر یہ بتا دیا جاتا تھا۔ کہ فلاں شخص ادھر سے گذرا ہے۔ اور انسانی جسم کے اعضاء دیکھنے سے یہ معلوم کر لیا جاتا تھا۔ کہ یہ شخص فلاں قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان علمی اور فنی مشاغل کے علاوہ عربوں کو فن کتابت، فن طب اور علم نجوم سے بھی معمولی واقفیت تھی۔

اوہام باطلہ عرب اگرچہ ایک ہوش مند اور بہادر قوم تھی۔ لیکن علماء حکماء کی طرح اوہام باطلہ میں بھی گرفتار تھی۔ جن میں سے چند اوہام کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔

خرگوش، چھچھوندر، ہرن اور شتر مرغ وغیرہ کو عرب جنات کی سواریاں مانتے تھے۔ اور ان کو اذیت تکلیف پہنچانے یا مار ڈالنے سے بہت ڈرتے تھے۔ اگر اتفاق سے ان میں کوئی جانور کسی کے ہاتھ سے مر جاتا۔ اور اس کو کسی صدمہ یا تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا۔ تو وہ اس صدمہ اور تکلیف کو اسی فعل کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔

جس عورت کی اولاد زندہ نہ رہتی۔ اس کو مشورہ دیا جاتا کہ وہ کسی باعزت اور شریف انسان کی نعش کو اپنے قدموں سے روندے۔

سانپ، کبوتر، قمری اور کوّے کو جنات میں سے سمجھتے تھے۔ یا ان کو جنات سے متعلق خیال کرتے تھے۔ اور ان کو مارنا یا تکلیف دینا موجب وبال خیال کرتے تھے۔

جب کوئی کسی مصیبت و بلا میں گرفتار ہوتا۔ یا بلیات میں اپنے

آپ کو مبتلا پاتا۔ تو حیض کے خون کا لتھڑا ہوا کپڑا اور مُردوں کی ہڈیاں گلے میں ڈال لیتا تھا۔ اور اس ٹوٹکے کو بلیات سے نجات کا سبب مانتا تھا۔ اسی طرح جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا۔ تو پتھروں کی چھوٹی چھوٹی کنکریاں ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھتا اور کنکریوں پر دم کر کے ان کو پھینک دیتا تھا۔ اور اس عمل کو دافع مصیبت خیال کرتا تھا۔

جس گھوڑے کے جسم پر بھونری ہوتی اس پر سوار ہونا بُرا سمجھا جاتا تھا۔ اگر کبھی ایسے گھوڑے پر سوار ہونے کا اتفاق ہو جاتا۔ تو گھوڑے کے دھڑ پر پسینہ آجاتا تو یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ اس کی بیوی کسی دوسرے مرد کی جانب مائل ہے۔

ہندوستان کے قدیم الخیال جاہلوں کی طرح بعض جانوروں کے اڑنے اور بولنے سے بھی عرب شگون لیا کرتے تھے۔ مثلاً کوئی جانور کسی شخص کا راستہ بائیں طرف سے دائیں جانب کو کاٹ جاتا۔ تو اس کو نیک شگون سمجھتے تھے۔ اور اس کے خلاف بدشگونی و بدفالی۔

جس عورت کے نکاح میں غیر معمولی دیر ہو جاتی۔ اور اس سے نکاح کا کوئی خواہش مند نہ ہوتا۔ تو وہ عورت رات کے وقت سر کے بالوں کو ایک جانب سے بکھیلا دیتی تھی۔ اور دوسری جانب کی آنکھ میں سرمہ لگا کر ایک پاؤں پر اچھلتی اور یہ کہتی جاتی تھی۔ یا نکاح البغی النکاح قبل الصباح اور اس ٹوٹکہ کو کلید کامرانی خیال کرتی تھی

قحط و گرانی اور خشک سالی کو رفع کرنے کے لئے عرب لوگ یہ ٹوٹکہ کیا کرتے تھے کہ گائے کی دم میں ببول کا گٹھا یا سوکھی گھاس۔ کانٹے یا چھڑیاں باندھتے تھے۔ اور پہاڑ پر لے جا کر گٹھے اور گھاس میں آگ لگا دیتے اور پچھم کی سمت میں گائے کو ہنکاتے یا یونہی پہاڑوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

جب کوئی آدمی سفر پر جانے کا ارادہ کرتا۔ تو اپنی عدم موجودگی میں اپنی بیوی کی پاک دامنی یا بدکاری کا حال معلوم کرنے کے لئے کسی درخت میں ایک دھاگا باندھ دیا جاتا تھا۔ واپسی میں اگر یہ دھاگا اس کو بندھا ہُوا ملتا۔ تو پاکدامن خیال کرتا۔ اور نہ پاتا تو بدکار سمجھتا۔

جب کسی شہر میں جانے سے ان کو وبا یا جنوں وغیرہ کے آسیب وغیرہ کا خطرہ ہوتا۔ تو وہ شہر سے قریب جا کر گدھے کی بولی بولتا۔ اور خرگوش کی ہڈی کو کسی مقام پر لٹکا دیتا۔ اور اس عمل کو محفوظ رہنے کا ذریعہ خیال کرتا تھا۔

جاہلانہ عادات عرب کے بعض قبائل میں بیٹیوں کو زندہ دفن کر دینے کی عادت تھی۔ اور یہ عموماً وہ قبائل تھے۔ جو بیٹیوں کو ننگ وعار خیال کرتے تھے، یا ناداری وافلاس کے سبب ان کی پرورش کا بار نہ اٹھا سکتے تھے۔ ان قبائل کی تعداد محدود تھی۔ اور عرب میں یہ عادت ذلیل قبائل کی عادت خیال کی جاتی تھی۔

کسی جانور کے ذبح کرنے سے اگر اس کے پیٹ سے زندہ بچہ نکل آتا۔ تو صرف مرد اس کا گوشت کھاتے عورتیں نہ کھاتیں۔ اور اگر مردہ بچہ نکلتا۔ تو مرد و عورت دونوں کھاتے تھے۔

سود خواری عربوں کی فطرت میں داخل تھی۔ سود لیتے اور نہایت بے رحمی سے لیتے تھے۔ یعنی دگنا تگنا تک سود وصول کرتے تھے۔

متبنٰی بنانے کی رسم بھی عربوں میں جاری تھی۔ متبنٰی جائداد واملاک کا وارث خیال کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض قبائل میں باپ کی بیویاں بھی ان کو ورثہ میں ملتی تھیں۔

قمار بازی عربوں کی ایک زندگی کا خاص شغل تھا۔ لیکن اس کی آمدنی کو وہ اکثر اپنے صرف میں نہ لاتے تھے۔ حاجتمندوں کو دے دیا کرتے تھے۔ گویا یوں کہنا چاہیئے

کہ قمار بازی کی عادت ان کا ایک شریفانہ اور نیک کام تھا۔ چنانچہ شعراء عرب کے قصائد میں اس فعل کی عام طور پر تعریف ملتی ہے۔

شراب خوری شراب پینا عربوں کے نزدیک شرافت کی علامت تھا۔ وہ علانیہ شراب خوری کیا کرتے تھے۔ عربی قصائد میں شراب کے شغل اور شراب کی غیر معمولی تعریف کی گئی ہے۔

سیاسی، اجتماعی اور تجارتی نظام

عرب میں مختلف قسم کی حکومتیں قائم تھیں۔ اور ہر ایک بجائے خود آزادی کی ہوا میں زندگی بسر کرتی تھی۔

عرب حکومتوں کی اقسام عرب میں حکمرانی کی تین صورتیں تھیں۔ ایک تو قبائل کے سرداروں کی حکومت تھی۔ جو اپنے ماتحت قبیلہ یا قبائل پر حکمرانی کرتے تھے۔ بظاہر ان کی حکومت محدود تھی۔ اور اختیارات بھی زیادہ وسیع نہ تھے۔ اس لئے کہ قبائل پر ان کا صرف شخصی اقتدار تھا۔ اور ملک ان کے قبضہ میں نہ تھا

دوسری حکومت ماتحت تاجداروں کی تھی۔ جو کسی بڑی حکومت کے اثر میں رہتے تھے۔ اور اپنے ملک میں حکومت کرتے تھے۔ اکثر یہ ہوتا تھا۔ کہ تاجدار اعظم ان حکمرانوں سے ضرورت کے وقت امداد لیا کرتا تھا۔ اور ان کی قومی و مالی طاقتوں سے فائدہ بھی اٹھایا کرتا تھا۔ یہ حکمران بھی اپنے حلقہ اثر میں آزاد ہوتے تھے۔

تیسری قسم کی حکومت مستقل بادشاہوں کی تھی۔ جو کسی کے ماتحت نہ ہوتے تھے۔ اور اپنے مقبوضات پر کامل اختیارات رکھتے تھے۔

یمن کے قبائل کے سرداروں کی حکومت تھی۔ اور یہ سب خود مختار تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ طاقتور قبائل کے سردار کمزور قبائل کو دبا لیتے تھے۔ اور اپنے

اثر میں لا کر ان کی سرداری بھی کرتے تھے۔ اور بعض اوقات یہ طاقت بڑھ کر بادشاہ کے درجہ تک پہنچ جاتی تھی۔

حبش میں شخصی حکومت تھی۔ اور سارے ملک کا ایک بادشاہ تھا۔ جس کا لقب نجاشی ہوتا تھا۔ اسی ملک کے ایک بادشاہ نے یمن پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ اور یمن حبش کے ماتحت ہو گیا تھا۔ یمن پر حبش کی طرف سے جو امیر رہتا تھا۔ وہ یمن کا گویا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں حبشہ کے گورنر ارياط کو ابرہہ نامی ایک فوجی افسر نے مار ڈالا۔ اور خود یمن کا گورنر بن بیٹھا۔ وہاں اس نے ایک گرجا تعمیر کرایا۔ اور اس کو خاص عظمت بخشنے کے لئے لوگوں کو حکم دیا کہ ہر سال یہاں آ کر طواف و زیارت کیا کریں۔ اس سے اس کا منشا یہ تھا۔ کہ عرب کعبہ کو چھوڑ دیں اور گرجا کا طواف و زیارت کر کے مسیحیت کی طرف مائل ہو جائیں۔ تاکہ عرب میں مسیحیت کی بنیاد مستحکم ہو جائے۔

عرب قبائل میں سے چند کمزور قبائل کے سوا ابرہہ کے اس حکم کو نہ مانا۔ اور خانہ کعبہ کا طواف بدستور سابق کرتے رہے۔ اس پر ابرہہ غضبناک ہو گیا۔ اور ایک جرار لشکر لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لئے چل دیا۔ اور خدا نے ان کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ جس کا واقعہ قرآن مجید کی سورۂ فیل میں بیان کیا گیا ہے۔

کچھ عرصہ بعد حمیری خاندان کے ایک شخص معدیکرب نے شاہ ایران کی مدد سے پھر یمن پر قبضہ کر لیا۔ لیکن معدیکرب کے مرنے کے بعد پھر یمن ایک علیحدہ صوبہ بن گیا۔ اور ایرانی گورنر اس پر حکومت کرنے لگ گیا۔

عرب کی دوسری مشہور حکومت حیرہ کی تھی۔ جس پر ایرانی حکومت تھی۔ پھر عمرو بن عدی حیرہ کا بادشاہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد حکومت اس خاندان سے منتقل ہو کر ماہبون لخم کے خاندان میں چلی گئی۔ لیکن قبائل بکر حیرہ پر زیادہ عرصہ تک حکمران

نہ رہے۔ اور ایرانی حکومت میں انقلاب ہوتے ہی پھر حیرہ کی حکومت لخمی خاندان میں چلی گئی پھر شاہ ایران نے اس خاندان کے ایک بادشاہ سے ناراض ہو کر حیرہ کی حکومت بنو طے کو دے دی۔ اور پھر کچھ دنوں بعد عرب حکمرانوں کی بجائے ایران نے خود اپنے گورنر حیرہ میں بھیجنے شروع کر دیئے تیسری حکومت عربوں کی شام میں تھی۔ جس پر رومیوں کی جانب سے اول اول تو قضاعہ نے حکومت کی۔ اور پھر غسانیوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے تک یہی غسانی شام کے حکمران رہے۔

عرب کے نسب نامہ میں ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ قحطان کا دوسرا بیٹا جرہم حجاز چلا گیا تھا۔ ابتدا میں خاندان جرہم ہی نے مکہ پر حکومت کی۔ پھر جب ابراہیم نے خانہ کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا اور حضرت اسمٰعیل نے مکہ کی سکونت اختیار کر لی۔ اور مکہ کے مجاور ہونے کی حیثیت سے آبادی میں ان کی خاص عزت ہونے لگی۔ تو قبیلہ جرہم کے ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی حضرت اسمعیل سے کر دی۔ کچھ عرصہ بعد یمن سے خزاعہ آیا۔ اور اس نے جرہم کو مکہ سے نکال دیا۔ جرہم نجد و عراق کی طرف چلے گئے۔ اور اسماعیلی خاندان میں قصی بن کلاب پیدا ہوا۔ جس نے قبائل عرب کی منتشر طاقت کو فراہم کر کے خزاعہ کی اولاد پر حملہ کیا۔ اور مکہ سے ان کو نکال کر امارت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور کعبہ کی تولیت بھی قبضہ میں کر لی۔

قصی بن کلاب نے ملک کی حالت کو درست رکھنے اور جزو کل تمام امور پر حاوی رہنے کے لیئے ایک کمیٹی بنائی۔ اور پانچ منصف قرار دے کر ان پر اپنے خاندان کے آدمیوں کو مقرر کیا۔ اور جن کاموں پر مقرر کیا۔ ان کا ذمہ دار ان کو گردانا۔ مگر جوں زمانہ گذرنے پر اس نظام میں کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ لیکن امارت بدستور سابق قریش کے ہاتھ میں رہی۔

نجد وغیرہ کے قبائل اگرچہ حیرہ اور شام کی حکومتوں کے ماتحت تھے۔ لیکن ان حکومتوں کا ان قبائل پر کوئی اثر نہ تھا۔ ہر قبیلہ بجائے خود آزاد تھا۔ اور اپنے آپ کو کسی حکمران کے ماتحت خیال نہ کرتا تھا۔

اجتماعی نظام عرب کے اجتماعی نظام کی نسبت صرف یہ بتا دینا کافی ہے۔ کہ ہر قبیلہ اور اس کی شاخیں اپنے سرداروں کے حکم پر چلتا تھا۔ سردار اگر اس کو راہِ راست پر چلاتا تھا۔ تو اس کو عذر نہ ہوتا تھا۔ یعنی ہر حال میں سردار کی اطاعت کی جاتی تھی۔ اور سردار کو اپنے قبیلے کی عزت و عظمت کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔

قبائل خواہ خود مختار رہوں یا کسی کے ماتحت اجتماعی نظام میں بہر نوع وہ اپنے سردار کے مطیع ہوتے تھے۔ اور اس کی رائے پر چلتے تھے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی سردار کی موت یا عزل پر اجتماعی نظام برہم ہو جاتا تھا۔ اور قبیلہ کے لوگوں کی رائیں جدید سردار کے انتخاب میں مختلف ہو جاتی تھیں۔ اس قسم کے مواقع پر ہر امیدوار سردار کی قابلیت کام آتی تھی۔ وہ اپنی دولت، اپنے اخلاق اور اپنی دانشمندی سے کام لیتا تھا۔ اور اسی طرح مخالفوں کو بھی موافق بنا لیتا تھا۔

تجارتی نظام عرب کی تجارت غیر ممالک سے کم تھی۔ البتہ عرب ممالک میں الجلس کا تبادلہ زیادہ ہوا کرتا تھا۔ حجاز کے لوگ اپنا مال عراق و شام تک لے جاتے تھے۔ اور وہاں سے حجاز کی ضرورت کا مال لایا کرتے تھے۔ تجارتی قافلوں کی آمد و رفت برابر جاری رہتی تھی۔ اور چند اشخاص کا قافلہ جمع ہوا۔ منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جاتا تھا۔ بار برداری اونٹ پر ہوتی تھی۔ خچروں پر بھی مال لایا جاتا تھا۔ لیکن بہر نوع جب تک قافلہ کی تعداد پوری نہ ہو جاتی تھی۔ قافلہ روانہ نہ ہوتا تھا۔

تجارت پیشہ اشخاص میں عرب معقول دولت کے مالک ہوتے تھے۔ وہ خود بھی کام کرتے تھے۔ اور ان کے گماشتے بھی مال لایا اور لے جایا کرتے تھے۔

تجارتی سامان کی فروختگی بازار میں ہوتی تھی۔ اور بڑے بڑے تاجر اپنے گھروں پر مال فروخت کرتے تھے۔ مختلف مقامات پر میلے بھی لگتے تھے۔ جہاں پر تجارتی مال کی نکاسی خوب ہوتی تھی۔ اور اکثر متوسط درجہ کے تاجر تو صرف ان ہی میلوں میں مال لے جایا کرتے تھے۔

سال بھر میں چار مہینے ایسے ہوتے تھے۔ جن میں عرب کے نزدیک جدال و قتال حرام تھا یعنی رجب، ذیقعد، ذی الحج اور محرم۔ ان مہینوں میں جنگ و جدال کو اسی لئے حرام کیا گیا تھا۔ کہ ان میں عموماً میلے لگتے تھے۔ اور جب تک ملک میں کامل امن و سکون نہ ہو۔ میلوں میں اجتماع نہ ممکن تھا۔

سب سے پہلا میلا دومتہ الجندل کے مقام پر لگتا تھا۔ اس کے بعد مقام ہجر میں۔ پھر حضر موت میں۔ اس کے بعد یمن کے دار السلطنت صنعا میں اور ماہ ذیقعد کے اندر مکہ کا مشہور میلہ عکاظ میں لگتا تھا۔ جو مکہ سے چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔

یہ میلے نہایت پر رونق ہوتے تھے۔ اور بڑا بھاری اجتماع ہوتا تھا بعض میلے ایک ایک ہفتہ اور بعض دو دو ہفتے تک رہتے تھے۔ عکاظ کا میلہ بیس دن تک رہتا تھا۔ اسی قسم کے اور میلے ہوتے تھے۔ اور یہ سب کے سب انہیں چار مہینوں میں ہوتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے واقعہ فیل تک کے حالات

حضرت ابراہیم ؑ جن کا نسب نامہ نو واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ بابل کے بت پرستوں اور مشرکوں کی ہدایات کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے تھے بابل واقع عرب اس زمانہ میں ایک بڑی اور مضبوط سلطنت تھی۔ اور اس کا بادشاہ مخلوق

الہیٰ سے اس طرح اپنی پرستش کرایا کرتا تھا۔ کہ اپنی شکل کا سونے کا بت بنوا کر اس نے شہر کے سب سے بڑے گنبد میں رکھوا دیا تھا۔ لوگ اس بت کے سامنے سجدہ کیا کرتے۔ اور اس سے منت و نذر مانگا کرتے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ بابل ہی کے رہنے والے تھے۔ اور آپ کا خاندان بڑے بڑے سرکاری مناصب پر فائز اور بادشاہ سے تقرب رکھتا تھا۔ حضرت ابراہیم کی صدائے توحید پر نہ تو بادشاہ نے توجہ کی۔ اس لئے کہ توحید باری کو تسلیم کر لینے پر اس کی وہ عظمت خاک میں مل جاتی تھی۔ جو اس نے معاذ اللہ مخلوق کی نظر میں خدا بن کر حاصل کی تھی۔ اور نہ عام رعایا میں سے کسی نے آپ کی آواز پر کان دھرا۔ یہاں تک کہ بادشاہ اور رعایا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مخالف پا کر ان کے خاندان کے لوگ بھی ان سے اظہار نفرت و بیزاری کرنے لگے۔

بعض مورخوں کا بیان ہے۔ کہ بابل کے بادشاہ کے نام نمرود بن کوش تھا۔ جس نے حضرت ابراہیم کو اپنا مخالف پا کر آگ میں ڈلوا دیا تھا۔ اور وہ آگ بحکم الہی گلزار بن گئی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی تبلیغ میں ناکام رہے۔ اور چند اشخاص کے سوا توحید باری کا قبول کرنے والا کوئی نہ ملا۔ تو انہوں نے بحکم اپنے ملک کو چھوڑ دیا۔ اور جنگل میں چلے گئے۔ بعض مورخ کہتے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خود نہیں گئے۔ بلکہ ان کو بادشاہ کے حکم سے جلاوطن کیا گیا۔

حضرت ابراہیم جب اپنے وطن سے نکلے۔ تو ان کی بیوی حضرت سارہ اور بھتیجے لوط بن فاران کے سوا اور کوئی شخص ان کے ساتھ نہ تھا۔ کچھ عرصہ تک آپ اپنے بکریوں کے گلے کو لئے ہوئے جنگلوں میں پھرتے رہے۔ اور پھر خشک سالی کے سبب مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ جو ایک سرسبز و شاداب ملک تھا۔

حضرت ابراہیم ع کی بیوی سارہ حضرت لوط ع کی حقیقی بہن تھیں۔ اور نہایت خوبصورت اور حسین خاتون تھیں۔ مصر کے بادشاہ نے جس کا نام سنان بن خلوان اور بقول بعض رقیون تھا۔ اور جو نہایت بدکار اور زانی تھا۔ جب یہ سنا کہ ابراہیم کی بیوی سارہ نہایت حسین ہیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا۔ کہ سارہ کو ہماری خدمت میں پیش کرو۔ اول تو حضرت ابراہیم اس حکم سے بہت گھبرائے۔ لیکن پھر خدا کے حکم سے ان کو شاہ مصر کے پاس بھیج دیا۔ حضرت سارہ اور ابراہیم کی دعاؤں سے شاہ مصر ان پر قابو نہ پا سکا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ شاہ مصر اپنی ناشائستہ حرکت پر بے حد نادم ہوا اور اپنی ایک خوبصورت لونڈی اور بقول بعض اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت سارہ کے حوالے کر دیا۔

خطبات احمدیہ میں ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ شاہ مصر کی لونڈی نہیں بیٹی تھیں یعنی ملک مصر کی شاہزادی اور ان کا رتبہ خدا کی نظر میں بہت بلند تھا چنانچہ توراۃ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ہاجرہ کے پاس فرشتے آیا کرتے تھے۔ اور فرشتوں ہی نے ان کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی تھی۔

حضرت سارہ چونکہ لاولد اور بانجھ تھیں۔ اور طویل مدت گذر جانے کے بعد وہ اولاد سے مایوس ہو چکی تھیں۔ اس لئے حضرت ہاجرہ کو انہوں نے حضرت ابراہیم کے نکاح میں دے دیا۔ کہ انہیں سے کوئی بچہ ہو جائے۔ اور گھر کی رونق بنے۔ پھر حضرت ابراہیمؑ نے بھی اس خیال سے حضرت ہاجرہ سے نکاح کر لیا۔ کہ اس ذریعہ سے ان کو شاہ مصر سے تقرب حاصل ہو جائے گا۔ اور شاہ مصر ان سے خوش رہے گا۔

کچھ عرصہ بعد حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا۔ کہ خداوند بزرگ و برتر نے حضرت سارہ کو بھی ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام اسحاق رکھا گیا۔ زمانہ اسی طرح گذرتا رہا۔ ہاجرہ اور سارہ دونوں خوش تھیں۔ اور حضرت

ابراہیم بھی کہ خدا نے ان کو اولاد مرحمت فرمائی۔ لیکن ایک چیز تھی جس کی خلش حضرت سارہ کو بےچین رکھتی تھی۔ اور اس بےچینی میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ خلش کیا تھی؟ حضرت ابراہیمؑ کا ہاجرہ اور ان کے بچہ اسمٰعیلؑ سے زیادہ محبت کرنا۔

حضرت ہاجرہ مصر کی شہزادی تھیں۔ اور شوہر کے حقوق سے واقف۔ اس لئے وہ حضرت ابراہیم کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرتیں۔ اور ہر وقت ان کو خوش رکھتیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوُا۔ کہ حضرت ابراہیم بھی حضرت ہاجرہ سے اور ان کے بچے سے غیر معمولی محبت کرنے لگے۔ حضرت سارہ کو یہ گوارہ نہ ہوُا۔ اور آخر انہوں نے حضرت ابراہیم سے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ حضرت ہاجرہ کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا جائے۔ کیونکہ وہ اس کے ساتھ زندگی بسر نہیں کر سکتیں۔

حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ کی اس عجیب خواہش پر غور کیا۔ اور پھر حکم خداوندی پاکر حضرت ہاجرہؑ کو حجاز میں لے گئے۔ اور جہاں اب مکہ آباد ہے۔ وہاں پہنچا آئے۔ حضرت ہاجرہ کو اب تک اس حقیقت کا علم نہ تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ خدا کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں۔ تو حضرت ہاجرہ نے سرِ اطاعت خم کر دیا۔ اور اپنے بچے کو حجاز کے لق و دق میدان میں لے کر بیٹھ گئیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رخصت کر دیا۔

جب تک وہ کھجوریں اور مشکیزہ کا پانی رہا۔ جو حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ کو دے گئے تھے۔ حضرت ہاجرہ بچہ کو سینہ سے لگائے رہیں۔ اور احکامِ الٰہی کا انتظار کرتی رہیں۔ لیکن جب کھجوریں اور پانی ختم ہوگیا۔ اور فاقوں پر نوبت پہنچی۔ تو حضرت ہاجرہ بہت پریشان ہوئیں۔ متعدد فاقوں نے دودھ کو خشک کر دیا۔ اور حضرت اسمٰعیل بھوک سے تڑپنے لگے۔ بچہ کی جب یہ حالت دیکھی۔ تو حضرت ہاجرہ اٹھیں۔ اور پانی وغیرہ کی تلاش کرنے لگیں۔ وہ بیتابی اور پریشانی کے عالم میں صفا اور مروہ پہاڑوں کے درمیان

دیر تک دوڑتی رہیں۔ لیکن کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی۔ وہ حیران و پریشان کوہ مروہ پر کھڑی تھیں کہ خدا کی قدرت کا تماشہ نظر آیا۔ یعنی جس جگہ وہ اپنے معصوم اور نڈھال بچے کو چھوڑ گئیں تھیں۔ وہاں سے پانی ابل رہا ہے۔ وہ فوراً پہاڑی سے اتریں۔ اور بچہ کے پاس پہنچ کر دیکھا تو پانی کا چشمہ جاری تھا۔ یہ دیکھ کر ان کا سارا تردد اور پریشانی دور ہو گئی۔ اور انہوں نے پانی کو روکنے کے لئے چاروں طرف مینڈھ بنا دی۔ یہی وہ چشمہ ہے۔ جو آج چاہِ زمزم کہلاتا ہے۔

زمزم کے پانی نے حضرت ہاجرہ کی تمام پریشانیوں کو دور کر دیا۔ وہ اگرچہ پانی تھا لیکن قدرت نے اس میں غذائیت بھی رکھی تھی۔ وہ پانی کو غذا کے طور پر استعمال کرتیں تشنگی کو بھی دور کرتیں۔ اور اپنے بچہ کو دودھ پلاتیں۔ اسیطرح چند روز بسر ہوئے۔

عرب کے نسب نامہ میں ہم بیان کر آئے ہیں۔ کہ قحطان کا دوسرا بیٹا جرہم یمن سے حجاز چلا آیا تھا۔ حجاز کا یہ میدان اس زمانہ میں چٹیل میدان تھا۔ جہاں آدمی کا تو ذکر کیا ہے۔ پرندوں تک کا پتہ نہ تھا۔ آب زمزم کی کشش نے پرندوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور پرندے آب زمزم کے اوپر اُڑنے لگے۔ جرہم اور اس کے ساتھیوں نے دور سے پرندوں کو اڑتے دیکھ کر خیال کیا۔ کہ یقیناً وہاں پانی کا چشمہ ہے۔ جہاں پرندے اُڑ رہے ہیں۔ اور اس یقین کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ادھر روانہ ہوا اور آب زمزم پر پہنچ کر قیام کیا۔ اور پھر حضرت ہاجرہ کی اجازت سے مستقل اقامت اختیار کر لی۔ اور یمن وغیرہ سے اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی بلا لیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے انہیں لوگوں میں پرورش پائی۔ اور انہیں میں تربیت حاصل کی۔ یہاں تک کہ آپ بارہ برس کے ہو گئے۔ اس عرصہ میں کئی مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو دیکھنے آئے اور واپس چلے گئے۔

انہیں ایام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں یہ دکھلایا گیا۔ کہ تم اپنے

بیٹے اسمٰعیل کو خدا کی راہ میں قربان کردو۔ صبح اٹھے تو آپ بہت پریشان ہوئے۔ کبھی خیال کرتے یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اور کبھی اس کو حکم ربانی۔ اسی تردد و شک میں سارا دن گذر گیا یہ آٹھویں ذوالحجہ تھی۔ جس کو اصطلاح میں یوم الترویہ کہاجاتا ہے۔ یعنی شک و شبہ میں مبتلا رہے تھے۔ دوسری رات کو پھر یہی خواب نظر آیا۔ تو صبح کو آپ تردد و شک جاتا رہا۔ اور اس امر کا یقین ہوگیا کہ یہ خدا ہی کا حکم ہے۔ اس دن کا یعنی نویں ذوالحجہ کا نام یوم عرفہ ہے۔ یعنی علم وعرفان کا دن اور یہ نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کہ اس روز حضرت ابراہیمؑ کو علم وعرفان حاصل ہوا تھا۔ اور تردد و شک جاتا رہا تھا۔

دن بھر حضرت ابراہیمؑ حکم ربانی کی تیاریوں میں مصروف رہے۔ تیسری رات کو پھر وہی خواب دکھائی دیا۔ اور آپ دوسرے دن قربانی پر بالکل تیار ہوگئے۔ دسویں ذوالحجہ کو فوراً آپ اپنی جگہ سے جنتی سواری پر سوار ہوئے۔ اور حجاز کے اندر داخل ہوگئے۔ باپ بیٹوں کی ملاقات ہوئی۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوا۔ حضرت ابراہیم نے بیٹے سے کہا۔ "بیٹا ایک چھری اور رسی لے آؤ۔ جنگل سے لکڑیاں لے آئیں۔"

اسمٰعیل علیہ السلام دونوں چیزیں لے آئے۔ اور دونوں جنگل کی طرف چل دیئے۔ کوہ ثبیر کے نشیب میں پہنچ کر حضرت ابراہیم نے بیٹے سے خواب کا ماجرہ بیان کیا۔ اور ان کی رائے دریافت کی۔ بیٹے نے کہا۔ "خدا کے حکم کو بخوشی پورا کرنا چاہیئے میں اس کے لئے خوشی سے حاضر ہوں۔"

باپ نے مقام منیٰ میں بیٹے کو پتھر کے قریب لٹایا۔ اور حلق پر چھری رکھ دی۔ معاً عالم غیب سے آواز آئی۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ان الفاظ کو سن کر جوش کے لہجہ میں کہا۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور معاً حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ اللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہی وہ جملے ہیں۔ جو بجملہ میں۔ جو حج کے ایام میں پکارے جاتے ہیں۔ اور ہمیشہ ان کو پکارا جائے گا۔

چھری حلق پر رکھی تھی۔ تکبیروں کی آواز فضا میں گونج رہی تھی۔ غیب سے یہ آواز آئی "ابراہیم تم نے حکم ربانی کو پورا کر دیا۔ بیٹے کو چھوڑ دے۔ اور اس کے فدیہ میں مینڈھے کو ذبح کر۔ ابراہیم ع نے اس حکم کو سنا۔ بیٹے کے حلق سے چھری اٹھالی۔ مینڈھے کو ذبح کیا۔ اور اس کے بعد دونوں باپ بیٹے خوشی خوشی گھر واپس آئے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے زندگی کے بیس سال بسر کئے تھے۔ کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہ کا انتقال ہوا۔ جن کو آپ نے حجر اسود کے قریب سپرد خاک کر دیا۔ ادھر حضرت ابراہیم کو دربار الہٰی سے یہ حکم ملا۔ کہ مکہ جاؤ۔ اور خانہ کعبہ کو اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے ہمراہ دوبارہ تعمیر کرو۔ اس وقت خانہ کعبہ کی عمارت کی بنیادیں تک باقی نہ رہی تھیں۔ اور جس مقام پر خانہ کعبہ تھا۔ وہاں پر اتنی مٹی جمع ہو گئی تھی کہ اصل بنیادوں کا پتہ نہ لگتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم الہٰی پاکر مکہ میں آئے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ساتھ جن کی عمر اس وقت بیس سال کی تھی۔ خانہ کعبہ کی بنیادوں کو ڈھونڈنے لگے۔ جن کو آخر پا ہی لیا۔ اور مٹی صاف کر کے تعمیر کا کام شروع کیا۔ حضرت اسمٰعیل ع قریب کے پہاڑوں سے پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم تعمیر کرتے جاتے تھے۔ جب دیواریں قد آدم ہو گئیں۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور اونچا پتھر زمین پر رکھا۔ اور اس پر چڑھ کر تعمیر میں مشغول ہوئے۔ اسی پتھر کو جس پر آپ کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ جہاں طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم ہے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر ختم ہونے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل دونوں باپ بیٹے نے بارگاہِ خداوندی میں کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر خلوصِ دل کے ساتھ یہ دعا کی۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

"اے پروردگار ہمارے ہماری اس خدمت کو قبول فرما۔ تو بندوں کی دعا سننے اور خلوص قلب کو جاننے والا ہے۔"

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ سے پہلے قبیلہ جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ تعمیر کعبہ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورہ سے آپ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اور قبیلہ جرہم کی ایک دوسری لڑکی سے شادی کر لی۔ اس لڑکی سے آپ کے بارہ بیٹے ہوئے۔ اور ایک بیٹی ان میں سے آپ نے اپنے بڑے بیٹے ثابت کو خانہ کعبہ کی تولیت سپرد کر دی۔ اور خود رب العزت کے حضور میں چلے گئے آپ کے بیٹوں نے آپ کو آپ کی والدہ کی قبر کے قریب دفن کیا۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد بہت تھوڑے عرصہ میں اس قدر بڑھ گئی۔ کہ مکہ میں ان کا رہنا مشکل ہو گیا۔ اور وہ عرب کے دوسرے علاقوں میں چلے گئے۔ ان میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بڑا بیٹا بھی تھا جو اپنی اولاد کو کسی دوسری جگہ لے گیا تھا۔ مختصر یہ کہ قیدار کے سوا حضرت اسمٰعیل کے قریباً تمام بیٹے مکہ سے چلے گئے۔

مکہ میں قبیلہ جرہم کی حکومت تھی۔ اور قیدار صرف مذہبی عظمت یا خانہ کعبہ کی تولیت کے مالک تھے یمن کے سیلاب کے بعد جب خزاعہ یمن سے مکہ میں آیا۔ تو اس نے اپنی طاقت سے مکہ کے قدیم باشندوں کو نکال دیا۔ اور مکہ کی حکومت پر قبضہ کر لیا۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد مکہ سے نکل کر قریب کے دیہات میں چلی گئی۔ جو متفرق اور منتشر حالت میں تھی۔

اسی طرح عرصہ دراز تک مکہ میں انقلاب برپا رہا۔ کبھی کوئی حکمران ہوا۔ اور کبھی کوئی۔ یہاں تک کہ حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے قصی بن کلاب پیدا ہوا۔ اس نے

اپنی قوم کے لوگوں کو جو منتشر حالت میں تھے یکجا کر لیا۔ اور مکہ کی حکومت کو بنو خزاعہ سے چھین لیا۔ اور اپنے قبائل کے دانش مند لوگوں سے مشورہ کر کے مکہ میں تقریباً ایک جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی یعنی ملک کے انتظام کے لئے چار اہم منصب قرار دیئے۔

تولیّت کعبہ:۔ یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت اور خدمت۔

سقایہ:۔ یعنی ایام حج میں حجاج کے لئے پانی کا انتظام کرنا۔

رفادہ:۔ یعنی حجاج کی آسائش کے لئے انتظام کرنا۔ حجاج کی دعوت اور کھانے کا بندوبست کرنا۔

دار الندوہ:۔ یعنی مشورہ کی کمیٹی۔ ملک کے انتظامات اسی کمیٹی کے مشورہ سے ہوتے تھے۔

قصیٰ نے اپنی زندگی ہی میں عبد مناف اپنے بڑے بیٹے کو مکہ کی امارت کے فرائض سپرد کر دیئے تھے۔ اور یہ ہدایت کر دی تھی۔ کہ اپنے بھائی عبد الدار کو امارت کے شرف سے محروم نہ رکھنا۔ باپ کی وصیّت کے مطابق عبد المناف نے بھائی کے حقوق کا احترام کیا۔ لیکن عبد مناف کی وفات کے بعد اس کی اولاد نے عبد الدار کے حقوق سے اختلاف کیا۔ اور آخر اس پر فیصلہ ہوا۔ کہ کعبہ کی خدمات کو تقسیم کر لیا جائے۔ چنانچہ سقایہ اور رفادہ کی خدمات عبد مناف کی اولاد کے حصے میں آئیں۔ اور عبد مناف کی اولاد میں سے بھی قرعہ کے ذریعہ یہ خدمات ہاشم کو ملیں۔

ہاشم نے بیس یا پچیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ اپنی یادگار ایک بچہ چھوڑا۔ جس کا شیبہ تھا۔ ہاشم کی وفات کے بعد مکہ کی سرداری ان کے بھائی مطلب کو ملی مطلب کو جب معلوم ہوا۔ کہ ہاشم کا بیٹا اور ان کا بھتیجا مدینہ میں اپنی ماں کے پاس ہے۔ تو وہ اس کو مدینہ سے لے آئے۔ لوگوں نے جب پوچھا۔ کہ یہ بچہ کون ہے۔ تو مطلب نے کہا۔ میرا غلام ہے۔ یہاں تک کہ اپنی بیوی سے بھی یہی کہا۔ اس وجہ سے شیبہ کا نام عبد المطلب

پڑ گیا۔ یعنی مطلب کا غلام۔ جب عبد المطلب ہوشیار ہو گئے۔ تو چچا یعنی مطلب نے ان کو دار الندوہ میں لے جا کر اعیان مکہ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور کہا۔ یہ میرا غلام نہیں تمہارے سردار ہاشم بن عبد مناف کا بیٹا اور میرا بھتیجہ ہے۔ اور مکہ کی ریاست کا مالک چنانچہ شیبہ کو مکہ کی ریاست حوالہ کر دی گئی۔ لیکن ان کا نام عبد المطلب ہی رہا۔

عبد المطلب سردار مکہ کے دس بیٹے تھے۔ جن میں سے چار بیٹے بہت نامور ہوئے۔ یعنی عباس، حمزہ، ابو طالب اور عبد اللہ۔ عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبد اللہ تھے۔ جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد ہیں۔

عبد اللہ عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں انتہا درجہ کے خوبصورت اور حسین تھے۔ قریش کی نوجوان لڑکیوں میں سے ہر ایک لڑکی کو آپ کا حسن مرعوب تھا۔ اور ہر لڑکی اس کی خواہش مند تھی۔ کہ اس کا نکاح عبد اللہ سے ہو۔ لیکن یہ سعادت آمنہ بنت وہب کی قسمت میں لکھی تھی۔ جو قریش کے قبیلہ بنی زہرہ سے تعلق رکھتی تھیں۔

آمنہ سے عبد اللہ کا نکاح ہوئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ عبد اللہ تجارتی قافلہ کے ساتھ مکہ سے شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور شام سے واپسی میں بیمار ہو کر مدینہ میں قبیلہ بنی نجار کے ہاں جن سے ان کا ننھیال رشتہ تھا ٹھہر گئے۔ اور وہیں وفات پائی آپ کی وفات کے وقت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے پیٹ میں تھے۔

ابتدائی حالات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان سارے عرب میں ممتاز تھا۔ آپ کی ولادت کے زمانہ میں حجاز کے سب سے بڑے سردار آپ کے دادا صاحب عبد المطلب تھے۔ عبد المطلب کے دس بیٹوں میں چار بیٹے خاص قدر و عظمت رکھتے تھے۔ یعنی حمزہ، عباس، عبد اللہ اور ابو طالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب کے سب سے چھوٹے بیٹے عبد اللہ کے صاحبزادے تھے

ولادت عبد اللہ کا نکاح قریش کے نامور قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب

کی بیٹی آمنہ سے ہوا تھا۔ نکاح کے سات ماہ بعد عبد اللہ تجارتی سفر پر شام گئے
اور واپسی پر بیمار ہو کر مدینہ میں ٹھہر گئے۔ اور وہیں انتقال کیا۔

عبد اللہ کی وفات کے دو ماہ بعد ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن صبح کے
وقت سرور دو جہان کا نور اقدس اس جہان فانی میں ظہور پذیر ہوا۔ اس سال
پیدائش کی نسبت مورخوں کا بیان ہے۔ کہ حجاز میں اس سال کو عام فیل کہتے ہیں
کیونکہ وہی یہ سال تھا جس میں ابرہا نے خانہ کعبہ پر ہاتھیوں سے حملہ کیا۔ اور خدا
نے خدا اس کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اس سال کی مطابقت مورخین نے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء
اور بعض نے ۲۹ مئی ۵۷۱ء سے کی ہے۔

آپ کی پیدائش کے وقت آپ کے دادا عبد المطلب خانہ کعبہ میں تھے۔ اور
آپ کے گرد آپ کے بیٹوں اور اعیان حجاز کا حلقہ تھا۔ جس وقت آپ کے کان میں
پوتے کے پیدا ہونے کی خبر پڑی۔ آپ چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا۔ اور فوراً
کھڑے ہو گئے۔ چونکہ عبد المطلب کو اپنے جوان بیٹے عبد اللہ کی موت کا بڑا صدمہ
تھا۔ اس لئے ان کی نشانی کو دیکھنے کے لئے بیتابانہ گھر میں آئے۔ بچہ کو منگوایا۔
گود میں لیا۔ سینہ سے لگایا۔ اور پھر خانہ کعبہ میں لے جا کر اس کے لئے دعا کی۔

ساتویں روز عبد المطلب نے قبیلہ کی دعوت کی۔ جس کو عقیقہ کہا جا
سکتا ہے۔ یعنی قربانی کی۔ اور کھانا پکا کر قریش کو کھلایا۔ کھانا کھا کر قریش نے دریافت
کیا۔ "عبد المطلب" پوتے کا نام کیا رکھا ہے۔" عبد المطلب نے کہا۔

"محمد"

قریش نے کہا یہ نام تو عجیب ہے۔ جو تمہارے خاندان میں نہیں رکھا گیا۔ عبد المطلب
نے کہا۔ میری خواہش یہ ہے۔ کہ میرا بچہ دنیا کی ستائش و تعریف کا مستحق قرار پائے
اس وجہ سے میں نے یہ نام تجویز کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ اس وقت تک قریش میں محمد

نام کسی کا نہیں رکھا گیا تھا۔ بنو تمیم میں البتہ ایک شخص کا نام محمدؐ رکھا گیا تھا۔ جس کو عرصہ گذر چکا تھا۔

رضاعت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو سات روز آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ خاتون نے دودھ پلایا۔ پھر ابولہب بن عبد المطلب کی آزاد کردہ لونڈی ثوبیہ نے آٹھ دن آپ کو دودھ پلایا۔ ابولہب حضورؐ اکرم کے حقیقی چچا تھے۔ آپ کی پیدائش کی خوشخبری اپنے مالک ابولہب کو دی تھی۔ اور ابولہب نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔ ثوبیہ نے حضرت حمزہ آپ کے چچا کو بھی دودھ پلایا تھا۔ اور ثوبیہ کے لڑکے مسروق نے بھی اپنی ماں کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے حضرت حمزہ رضؓ اور مسروق دونوں حضور کے رضاعی بھائی تھے۔

ثوبیہ کے بعد تین اور عورتوں نے جو قبیلہ بنو سعد سے تعلق رکھتی ہیں آپ کو دودھ پلایا۔ ان کے بعد حلیمہ سعدیہ نے۔ قریش کا دستور یہ تھا۔ کہ اپنے بچوں کو یہ دیہات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اور دیہاتی صحرانشین عورتیں ان کو دودھ پلاتی تھیں اور اپنے پاس رکھتی تھیں۔ تاکہ وہ توانا اور تندرست رہیں۔ اور صاف آب و ہوا میں جلد پرورش پائیں۔ اسی دستور کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا گیا۔ اور حلیمہ آپ کو لے گئیں۔

حلیمہ سعدیہ قبیلہ بنو ہوازن سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور ان کے شوہر کا نام حارث بن عبد العزیٰ تھا۔ جن کی کنیت ابو کبشہ تھی۔

حلیمہ ہر چھٹے مہینے آپ کو مکہ معظمہ لاتیں۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ اور اعزا واقربا کو دکھا جاتیں۔ جب آپ دو برس کے ہو گئے۔ تو آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا۔ اور حلیمہ مکہ میں لے گئیں۔ کہ آپ کو آپ کی والدہ کے سپرد کر دیں۔ لیکن جناب آمنہ نے مکہ کی گرم آب و ہوا کے سبب آپ کو مکہ میں رکھنا پسند نہ کیا۔ اور پھر حلیمہ کے سپرد کر دیا۔

حلیمہ مطلوبہ کو حضور سرور عالم سے غیر معمولی محبت تھی۔ اور اس محبت کی بڑی وجہ یہ تھی۔ کہ جس روز سے آپ حلیمہ کے گھر میں آئے تھے حلیمہ کا گھر خیر و برکت سے معمور تھا۔ اور وہ تمام تکالیف ختم ہو گئیں تھیں۔ جو دیہات کے لوگوں کو پریشان رکھتی تھیں دو برس اسی طرح گذر گئے اور حلیمہ آپ کو لے کر مکہ آئیں۔ اور بی بی آمنہ کے سپرد کر گئیں۔

بی بی آمنہ کا انتقال حضور اکرم کی عمر کچھ کم چار سال کی تھی۔ کہ حلیمہ سعدیہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر گئیں۔ اور بی بی آمنہ نے آپ کو ام ایمن لونڈی کی پرداخت میں دے دیا۔ ام ایمن حضور صلعم کے والد ماجد عبد اللہ کی لونڈی تھی۔ جو آپ کو ورثہ میں ملی تھیں۔ ام ایمن نے آپ کو محبت کے ساتھ رکھا۔ اور خوب خدمت کی۔ جب حضور اکرم کی عمر چھ سال کی ہو گئی۔ تو بی بی آمنہ نے آپ کے دادا عبد المطلب سے اپنے میکے جانے کی درخواست کی۔ بی بی آمنہ کا معمول تھا۔ کہ وہ ہر سال اپنے میکہ واقع مدینہ منورہ جایا کرتی تھیں۔ عبد المطلب نے اجازت دے دی۔ اور بی بی آمنہ، ام ایمن اور حضور اکرم کو لے کر مدینہ چلی گئیں۔ بعض مورخوں کا بیان ہے۔ کہ مدینہ کے سفر میں عبد المطلب بھی بی بی آمنہ کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ اور اس مرتبہ بھی آپ کے ساتھ گئے۔ لیکن اکثر مورخین کی رائے یہ ہے۔ کہ اس سفر میں عبد المطلب ہمراہ نہ تھے۔ بی بی آمنہ حسب معمول ایک ماہ تک میکے میں رہیں۔ اور پھر حضور اکرم اور ام ایمن کے ساتھ مکہ کو واپس ہوئیں۔ اور ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ ہوا تھا۔ کہ مقام ودان کے قریب جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ بیمار ہو گئیں۔ اور اسی بیماری میں مقام ابواء میں انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن ہوئیں۔

عبد المطلب کی وفات بی بی آمنہ کی وفات کے بعد ام ایمن حضور صلعم کو لے کر مکہ معظمہ پہنچیں۔ اور آپ کے دادا عبد المطلب کو واقعہ سے آگاہ کیا۔ اور عبد المطلب کو بی بی آمنہ کے انتقال کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس لئے کہ بی بی آمنہ ان کے

سب سے پیارے بیٹے عبداللہ کی بیوی اور ان کے ہونہار پوتے کی دادی تھیں۔
بی بی آمنہ کی وفات کے بعد یتیم پوتے کی پرورش و تربیت کا بار ضعیف العمر
دادا کے ذمہ آ پڑا۔ اور واقعہ یہ ہے۔ کہ دادا نے اپنے یتیم پوتے کی پرورش و تربیت کا حق
ادا کر دیا۔ وہ ہر وقت حضور صلعم کو اپنے ساتھ رکھتے۔ اور اپنے ساتھ کھلاتے تھے۔ حضور صلعم
سے عبدالمطلب کو غیر معمولی محبت تھی۔ اور حضور ان سے اس قدر بے تکلف تھے۔ کہ
ان کے ساتھ فرش پر بیٹھا کرتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے۔ کہ جب عبدالمطلب کے لئے صحن
کعبہ میں فرش بچھایا جاتا۔ اور اعیان قریش فرش کے کنارے آ کر بیٹھ جاتے۔ تو آپ بے تکلف
حاضرین کے درمیان سے گذر کر فرش پر جا بیٹھتے۔ اور عبدالمطلب محبت سے آپ کو گود میں
لے لیتے۔ حالانکہ اعیان قریش کے بیٹوں تک کو فرش پر بیٹھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔
عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کی پرورش و تربیت دو سال دو ماہ اور چند
دن تک کی۔ اور پھر بیمار ہو کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ عبدالمطلب نے بیاسی سال کی
عمر میں انتقال کیا۔ اس وقت حضور کی عمر آٹھ سال تھی۔ بیماری کے دنوں میں جب
عبدالمطلب کو اس امر کا یقین ہو گیا۔ کہ پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا ہے۔ اور چھلکنا ہی چاہتا
ہے۔ تو اپنے بیٹے ابوطالب کو بلایا۔ اور حضور کو ان کے سپرد کر دیا۔ اور کہا۔ ابوطالب
"یہ دُرِ یتیم ہے۔ اس نے نہ باپ کا سایہ شفقت دیکھا ہے اور نہ ماں کی محبت کا زیادہ
لطف حاصل کیا ہے۔ تم اس کو اپنے عزیز بھائی کی نشانی سمجھ کر پرورش کرنا۔ اور
اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز سمجھنا۔"

حضور اکرم ابوطالب کی آغوش تربیت میں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ کہ
عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے جن میں سے تین بیٹوں کی ماں ایک تھی۔ عبداللہ۔ ابو
طالب اور زبیر۔ اس لئے ابوطالب آپ کے حقیقی چچا تھے۔ ابوطالب نے اپنے عزیز بھتیجے
کی اپنے بچوں سے زیادہ خاطر و مدارت کی۔ اور کبھی حضور کا دل میلا نہیں ہونے دیا۔

ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔ اپنے ہمراہ کھلایا۔ اور اپنے پاس سلایا۔ یہاں تک کہ سفر میں بھی اپنے سے جدا نہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کے مشاغل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن سے عادات جاہلیت سے نفرت تھی۔ نہ آپ کبھی بچوں کے ساتھ کھیلے۔ نہ کسی بت کے سامنے گئے۔ اور نہ کبھی کسی میلہ میں شرکت کی۔ آپ اکثر خاموش رہتے تھے۔ تنہائی کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ البتہ عرب کے شرفا کے شغل کو آپ نے اختیار کر لیا۔ اور وہ بکریاں چرانا تھا۔ عرب کے اکثر شریف خاندان بچے اس زمانہ میں یا تو اونٹ چرایا کرتے تھے۔ یا بکریاں۔ آپ نے بہت دنوں تک بکریاں چرائیں۔ ہمیشہ نیک اطوار رہے۔

اس زمانہ میں چونکہ عرب کے اندر لکھنے پڑھنے کا رواج زیادہ نہ تھا۔ جس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ حجاز کے پورے علاقہ میں صرف سات آدمی ایسے تھے۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس لیے آپ کو لکھنے پڑھنے کا نہ تو خود موقعہ ملا اور نہ وارثوں نے آپ کی تعلیم کا کوئی انتظام کیا۔

تجارتی سفر:۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد ہاشمی خاندان میں کوئی ایسا شخص موجود نہ تھا۔ جو اپنے خاندانی اعزاز و وقار کو بدستور قائم رکھتا۔ بیٹوں میں صرف زبیر تھے۔ جو بڑے ہونے کے سبب خاندان میں بزرگی کے مالک تھے لیکن افلاس کی وجہ سے اتنے تنگ تھے۔ کہ ان کو باپ دادا کی عظمت کو برقرار رکھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مکہ کی سرداری کا منصب اعظم ہاشمی خاندان کے ہاتھوں سے نکل کر دوسرے سربرآوردہ لوگوں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔ اور ابوسفیان و نوفل مکہ کے سردار بن گئے۔ البتہ کعبہ کی تولیت اور حجاج کو پانی پلانے کا منصب بدستور ہاشمی

خاندان میں رہا۔ اور ہاشمیوں نے ابوطالب کو خاندان کا سردار تسلیم کرکے ان کے سپرد یہ منصب کر دیئے۔ ہاشمی خاندان کے جد اعظم ہاشم نے ایک تجارتی قافلہ کی روانگی کا انتظام کیا تھا۔ جو کہ مکہ سے شام اور شام سے یمن کو جایا کرتا تھا۔ ہاشم چونکہ خود بڑے تاجر تھے۔ اس لئے وہ اور ان کے بیٹے اس قافلہ کو لے جایا کرتے تھے۔ ہاشم کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کی وفات کے بعد یہ خدمت بھی ابوطالب کے سپرد ہوئی۔ اور وہ شام کی طرف تجارتی قافلے کو لے جانے لگے۔

حضور کی عمر نو سال کی تھی۔ کہ ابوطالب قافلہ کے ہمراہ شام جانے لگے۔ ابوطالب کا ارادہ تھا۔ کہ سفر میں چونکہ تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے حضور کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ لیکن حضور کو ان کی جدائی گوارہ نہ ہوئی۔ اور جب وقت وہ اونٹ پر سوار ہوئے۔ تو آپ رونے لگے۔ ابوطالب اس منظر سے بے حد متاثر ہوا۔ اور آپ کو اپنے ساتھ لے لیا۔

اکثر مورخوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے سفر کی نسبت یہ لکھا ہے۔ کہ دس سال میں آپ نے اپنے چچا کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ لیکن تحقیقات سے معلوم ہوا۔ کہ شام کے پہلے سفر کے وقت آپ کی عمر پورے بارہ سال کی تھی۔ گویا آپ نے تیرہویں سال کے آغاز میں شام کا سفر کیا تھا۔ ابن خلدون نے اسی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور دوسرے مستند مورخوں نے بھی اسی کو درست مانا ہے۔ ابوطالب کا یہ تجارتی قافلہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے۔ جب مقام بصریٰ میں پہنچا۔ جو اس زمانہ میں رومی سلطنت کے ماتحت تھا۔ تو وہاں کے صومعہ کے راہب نے جس کا نام بحیرہ تھا۔ حضور کو غور سے دیکھا۔ اور آپ میں چند خاص نشانیاں پاکر آپ کے چچا ابوطالب سے کہا۔ "تم اس کو یہود کے ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ ممکن ہے۔ وہ اس کو گزند پہنچائیں۔ میں تمہارے بھتیجے میں وہ تمام نشانیاں پاتا ہوں۔ جو

آسمانی کتب میں آخر الزمان نبی کی ہیں۔" ابوطالب نے یہ سن کر فوراً آپ کو مکہ میں بھیج دیا۔ اور خود شام چلے گئے۔

چند خاص واقعات

آپ کی ابتدائی زندگی کے واقعات میں دو اہم واقعات ہیں۔ جو آپ کے عہد شباب کے قریب وقوع میں آئے۔ اور آپ نے شرکت فرمائی۔ سب سے پہلا واقعہ جو عرب کے ایام جاہلیت کا آخری مگر انتہا درجہ کا ہولناک واقعہ ہے۔ حرب فجار ہے۔ اس واقعہ کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔

حرب فجار مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ماہ ذیقعد میں مکہ کے قریب مقام عکاظ میں زبردست میلہ لگتا تھا۔ اس میلہ میں ہر قسم کے سامان کی تجارت ہوتی تھی اور قبائل کے سربرآوردہ شعرا مجالس مشاعرہ میں اپنے قصائد پڑھا کرتے تھے ۱۵ سنہ عام فیل میں ایسا اتفاق ہوا کہ قریش کے ایک شاعر نے اپنے قصیدہ میں اپنے قبیلے کی تعریف کی۔ اس پر قریش کا مخالف قبیلہ بنو ہوازن جو طائف اور مکہ کے درمیان رہتا تھا۔ بگڑ گیا۔ اور قریشی شاعر کو پکڑ کر خوب پیٹا۔ قریشیوں نے بنو ہوازن کی زیادتی کو دیکھ کر اپنے قبیلہ میں انتقام کا عام اعلان کر دیا۔ جس سے قبائل قریش میں گویا آگ لگ گئی۔ اور فریقین کے درمیان تلواریں کھچ گئیں۔ مگر قبائل کے سرداروں نے جنگ نہ ہونے دی۔ اور فریقین کے جذبات کو ٹھنڈا کر کے صلح کرا دی۔

صلح کو چند ہی روز گذرے تھے۔ کہ قریشیوں نے بنو ہوازن کے ایک تجارتی قافلہ پر چھاپا مارا۔ اور قافلہ کے سردار کو مار ڈالا۔ قریشیوں کے اس حملہ نے بنو ہوازن کو غضب ناک بنا دیا۔ اور انھوں نے پورے جوش سے قریشیوں پر حملہ کر دیا۔ قریشی چونکہ کمزور تھے۔ میدان مقابلہ سے بھاگ نکلے۔ اور حرم میں جا گھسے۔ اوّل تو عرب لوگ میں

ماہ ذیقعد کے اندر جنگ کرنی حرام تھی۔ اور پھر حرم کے اندر کسی کو قتل کرنا تو سخت جرم تھا لیکن بنو ہوازن نے نہ تو ماہ ذیقعد کی عظمت کا خیال کیا۔ اور نہ زمین حرم کی حرمت کا اور حرم کے اندر داخل ہو کر قریشیوں سے جنگ شروع کر دی۔ چونکہ بنو ہوازن کی یہ جرات ناقابل عفو گناہ تھا۔ اس لئے اس جنگ کا نام حرب فجار رکھ دیا گیا۔

حرب فجار کا سلسلہ چار برس تک جاری رہا قریش کا ہر قبیلہ علیحدہ علیحدہ بنو ہوازن سے لڑ رہا تھا۔ اور قومی برتری۔ عزت و وقار اور خودداری کو باقی رکھنے پر تلا ہوا تھا۔ عبد شمس۔ عبد مناف کی اولاد۔ حرب بن امیہ کے ماتحت تھی۔ اور بنو ہاشم حضور کے چچا زبیر بن عبد المطلب کی ماتحتی میں۔ اس لڑائی میں حضور بھی شریک تھے۔ لیکن چونکہ آپ کو قتل سے نفرت تھی۔ اس لئے آپ لڑنے والوں میں شامل نہ تھے۔ صرف دشمنوں کے تیر اٹھا اٹھا کر بنو ہاشم اور خصوصاً اپنے چچاؤں کو دیتے جاتے تھے۔

حرب فجار میں ابتداً بنو ہوازن نے قریش پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ لیکن جب قریش کے تمام قبائل مسلح ہو کر میدان میں آ گئے۔ اور خاندانی عظمت و برتری کو قائم رکھنے کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ تو بنو ہوازن قریش کے جوش پر غالب نہ آ سکے نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چار سال کے بعد دونوں فریق جنگ سے تنگ و عاجز آ کر صلح پر آمادہ ہو گئے۔ اور صلح ہو گئی۔

حلف الفضول | حرب فجار کے ختم ہو جانے پر جب قبائل قریش سکون و اطمینان سے بیٹھے۔ اور ان نقصانات پر نظر ڈالی۔ جو حرب فجار کے سلسلہ میں ان کو اٹھانے پڑے تھے۔ تو قبائل عرب کی جہالت پر بے حد افسوس کیا۔ پھر ایک جلسہ طلب کر کے جس میں بنو ہاشم کے تمام قبائل شریک تھے۔ ایک معاہدہ کیا۔ جس کی خاص دفعات یہ تھیں۔

ملک کی بے امنی کو دور کیا جائے۔

مسافروں کی جان و مال کی حفاظت کی جائے۔
غریبوں کی امداد کو فرض سمجھا جائے۔
مظلوموں کی حمایت کی جائے۔ خواہ ظالم کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو۔
آپؐ اس معاہدہ میں شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں اس معاہدہ یعنی حلف الفضول میں شریک تھا۔ اور خوش ہوں۔ کہ مجھ کو اس میں شرکت کا موقع ملا۔ آج بھی اگر کوئی ایسا معاہدہ مرتب ہو۔ تو میں شرکت کے لئے تیار ہوں۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ اس معاہدہ کے عہد کرنے والوں میں چونکہ تین ایسے شخص تھے۔ جن کا نام فضیل تھا۔ اس لئے اس معاہدہ یا حلف کا نام حلف الفضول مشہور ہو گیا۔

عہد شباب آپؐ کا بچپن اتنا صاف وستھرا تھا۔ کہ ہر شخص آپ کا مداح تھا۔ آپ کی سچائی مکہ اور عرب میں زبان زد تھی۔ صبر و تحمل۔ سیر چشمی، بردباری مشہور الانام تھی۔ اور امانت کی نسبت تو یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ سارا مکہ آپ کو امین کے خطاب سے مخاطب کیا کرتا تھا۔ ابوطالب اپنے بھتیجے کی ان خوبیوں پر گرویدہ تھے اور بھتیجا چچا کی فرمانبرداری واطاعت بیٹوں سے زیادہ کرتا تھا۔

ملک شام کا دوسرا سفر

عبد المطلب کا خاندان چونکہ حجاز و عرب میں ایک خاص خاندانی اقتدار رکھتا تھا۔ اس لئے ان کے بیٹوں کو اپنی حالت درست رکھنے اور عز و وقار کو برقرار رکھنے پر آمدنی سے زیادہ خرچ کرنا پڑتا۔ اور اس وجہ سے ان کی مالی حالت دن بدن سقیم ہوتی جاتی تھی۔ اور

افلاس بڑھتا جاتا تھا۔ خصوصاً آپ کے کفیل ابوطالب کا کیونکہ ابوطالب کی کثیر اولاد اور تجارتی آمد محدود تھی۔ اس لئے خانگی مصارف کی زیادتی سے اکثر پریشان رہتے تھے۔ جب آپ کی عمر ۲۴ سال کی ہوگئی۔ تو ایک روز ابوطالب نے آپ کو بلا کر کہا۔ محمدؐ تم جانتے ہو۔ میری حالت بہت خراب ہے۔ اور مصارف کی زیادتی سے اکثر پریشان رہتا ہوں۔ خدیجہ اپنا مال تجارت شام بھیجنے کے لئے ایک امین شخص کی متلاشی ہیں۔ اگر تم چلے جاؤ تو بہتر ہے۔ حضورؐ نے چچا کی خواہش کو سن کر فرمایا۔ آپ جیسا مناسب خیال فرمائیں۔ انتظام فرمائیں۔ مجھے کوئی عذر نہیں۔ یہ سن کر ابوطالب خدیجہؓ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ تم میرے بھتیجے محمد کو اپنا تجارتی مال دے کر شام بھیج دو۔ خدیجۃ الکبریٰ نے اس کو منظور کر لیا۔ اور آپ کو مال دے کر اپنے غلام میسرہ کے ساتھ شام کو روانہ کر دیا۔

آپؐ کے اس سفر کی نسبت مختلف روایات ہیں۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ ابوطالب نے آپ کو یہ کہا تھا۔ کہ خدیجہ اپنا مال نصف منافع کی شرط پر (مضاربت) دے کر لوگوں کو شام کی طرف روانہ کیا کرتی ہے۔ اگر تم بھی مضاربت پر مال لے جا کر شام میں فروخت کرو۔ تو ہماری مالی حالت درست ہو سکتی ہے۔ آپؐ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور چچا سے کہا تم جا کر خدیجہ سے معاملہ طے کر لو۔ اس بات کی خبر خدیجہ کو بھی پہنچ گئی۔ کہ محمد تجارت پر آمادہ ہیں۔ اور انہوں نے آپ کو بلا کر معاملہ طے کر لیا۔

ایک روایت یہ ہے۔ کہ خود خدیجہ نے آپ کی دیانت و امانت اور آپ کی راست بازی کی تعریف سن کر آپ سے مال تجارت لے جانے کی خواہش کی تھی۔ اور آپ نے اس خیال سے کہ اس سلسلہ میں مالی فائدہ ہوگا۔ اور چچا کی مدد ہوگی۔ خدیجہ کی خواہش کو قبول کر لیا تھا۔

خدیجہ قبیلہ قریش کی ایک مالدار بیوہ عورت تھیں۔ اور حسین و جمیل ہونے کے ساتھ ہی عقل مند بھی تھیں۔ آپ کے دو شوہر وفات پا چکے تھے۔ آخری شوہر مکہ کے

مشہور دولت مند تاجر تھے۔ ان کی وفات کے بعد خدیجۃ الکبریٰ نے اپنے تجارتی شغل کو جاری رکھا معتمد و امین لوگوں کے ہمراہ اپنا مال شام کو بھیجتی رہیں۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے آپ سے بھی مال تجارت لے جانے کی خواہش کی تھی۔

غرض آپ خدیجۃ الکبریٰ کا مال تجارت لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے اس تجارتی سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ اور بقول بعض خزیمہ بھی خدیجۃ الکبریٰ کا ایک عزیز رشتہ دار آپ کے ساتھ تھا۔ اس سفر میں خدیجہ کا مال کافی نفع سے فروخت ہوا۔ اور حضور نے کل مال و روپیہ خدیجہؓ کے سپرد کر دیا۔ جس میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کا منافع یا اجرت آپ کے حوالے کر دی۔ اور آپ نے اس کو گھر پہنچ کر اپنے چچا ابو طالب کے سامنے رکھ دی جس کو ابو طالب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ اس سفر میں آپ کی ملاقات بصریٰ میں ایک راہب نسطورا سے ہوئی۔ جو بحیرا راہب کا قائم مقام تھا۔ اور اس نے آپ میں نبی آخر الزمان کی علامات پا کر آپ کی خوب خاطر و مدارات کی۔ اور میسرہ کو بتایا۔ کہ محمد ایک جلیل القدر انسان یا نبی آخر الزمان ہوں گے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے غلام میسرہ نے نسطورا راہب سے جو باتیں سنی تھیں۔ ان کو خدیجۃ الکبریٰ سے بیان کیا۔ اور پھر ان واقعات کو بتایا۔ جو راستہ میں پیش آئے تھے۔ میسرہ کی باتوں کو سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو اپنا وہ خواب یاد آ گیا۔ جو انہوں نے اپنے دوسرے شوہر ابو ہالہ کی وفات کے بعد دیکھا تھا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو خواب میں آسمان پر ایک روشنی دکھائی دی پھر انہوں نے دیکھا کہ وہ روشنی ماہتاب کی صورت میں زمین پر اتری۔ اور ان کے

گھر میں داخل ہوگئی۔ جس سے سارا گھر بقعۂ نور بن گیا۔ صرف ان کا گھر ہی نہیں سارا مکہ جگمگانے لگا۔ اور ہر گھر میں اس نور کی روشنی پھیل گئی۔ خدیجۃ الکبریٰ نے یہ خواب دیکھ کر صبح کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کیا۔ جو توریت کا ایک بڑا عالم تھا۔ اور تعبیر دریافت کی۔ ورقہ نے بتایا۔ کہ خدیجہ تم ایک جلیل القدر انسان کا نبی آخر الزمان کے نکاح میں آنے والی ہو۔ جس کا دین تمام دینوں پر غالب آجائے گا۔

خدیجۃ الکبریٰ نسطورا راہب کے بیان اور اپنے خواب کے واقعہ پر کئی روز تک غور کرتی رہیں۔ آپ چونکہ شریف خاندان اور پاکباز عورت تھیں۔ اس لئے قریش کے بہت سے دولت مند اور عرب کے سرداران سے نکاح کے خواہش مند تھے۔ لیکن خدیجۃ الکبریٰ کسی پیام کو منظور نہیں کرتی تھیں۔ آخر کئی روز کے غور و تامل کے بعد آپ نے ایک عورت نفیسہ نام کو بلایا۔ اور ابوطالب کے پاس نسبت کا پیغام بھیج دیا۔

پیام نکاح کی نسبت مورخوں کے درمیان اختلاف ہے۔ اکثر کا بیان تو یہ ہے۔ کہ خود خدیجۃ الکبریٰ نے نکاح کا پیام بھیجا۔ اور بعض کا خیال یہ ہے۔ کہ نکاح کی تحریک ابوطالب کی طرف سے ہوئی۔ بہر نوع ابوطالب کو جب خدیجۃ الکبریٰ کا یہ پیام پہنچا۔ تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور آپ سے اس کا ذکر کیا۔ حضور نے اس نسبت کو منظور کر لیا۔ اور نسبت مستحکم ہوجانے کے بعد ابوطالب رؤسائے قریش کو ساتھ لے کر خدیجۃ الکبریٰ کے مکان پر گئے۔ اور آپ سے نکاح کر دیا۔

نکاح کے وقت آپ کی عمر ۲۵ سال اور خدیجۃ الکبریٰ کی چالیس سال کی تھی۔ دونوں اس تعلق سے بہت خوش تھے۔ آپ کو خدیجۃ الکبریٰ سے بے حد محبت تھی۔ اور

اسی طرح خدیجۃ الکبریٰ بھی آپ سے بیحد مانوس تھیں۔ اس تعلق سے آپ کی عزت و عظمت کو قریش میں بہت بلند کر دیا۔ اور ابو طالب کو بھی ایک حد تک پریشانی سے نجات مل گئی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو نسطورا راہب کے بیان اور ورقہ بن نوفل کی تعبیر خواب سے اس امر کا یقین ہو گیا تھا۔ کہ آپ آخر زمان نبی ہوں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ حضور کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرتی تھیں یہاں تک کہ اپنی ساری دولت حضور کے قبضہ واختیار میں دے دیا۔ کہ جس طرح آپ چاہیں خرچ کریں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی اس محبت کی آپ نے بھی غیر معمولی قدر کی۔ اور ہر وقت خدیجۃ الکبریٰ کو خوش رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ۶۵ سال کی عمر پائی۔ اور حضور سے نکاح کے بعد ۲۵ سال تک زندہ رہیں۔ لیکن اس طویل مدت میں ایک دن بھی آپس میں کشیدگی و تلخی کا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا۔

آپ کی تقریباً ساری اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن ہی سے ہوئی۔ صرف ایک لڑکا ابراہیم ماریہ قبطیہ سے ہوا جن کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقش نے آپ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر بھیجا تھا۔

کعبہ | ۳۰ سال کی عمر تک حضورؐ نے جس طرح حجاز میں زندگی بسر کی تھی۔ اس کی نظیر حجاز و عرب کے کسی بڑے سے بڑے شخص میں بھی نظر نہ آتی تھی۔ آپ ہر شخص سے اخلاق کے ساتھ پیش آتے۔ غریبوں بیکسوں اور کمزوروں کی مدد کرتے۔ اور مظلوموں پر شفقت فرماتے تھے۔ اور جس قدر قیمت تجارت کے کاموں اور خدمت مخلوق سے بچتا تھا۔ اس میں روحانی ترقی کے ذرائع پر عمل کرتے تھے۔ انہیں ایام میں قبائل قریش کو خانہ کعبہ کے چاروں طرف جمع ہو جانا تھا۔ جس سے

آمد و رفت بند ہو جاتی تھی۔ اور عمارت کو بھی نقصان پہنچتا تھا۔ اول تو عربوں نے پانی کو روکنے کیلئے بند باندھے لیکن پانی نہ رکا۔ اور چند سال کے اندر کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ جب یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ اگر جلد دوبارہ خانہ کعبہ کو تعمیر نہ کیا جائے گا۔ تو بارش کا پانی کعبہ کو منہدم کر دے گا۔ اس لئے قریش کے قبائل بنو ہاشم۔ بنو مطلب اور بنو اسد وغیرہ جمع ہوئے۔ اور خانہ کعبہ کی تعمیر پر متفقہ فیصلہ کیا۔ اور قرار پایا کہ جلد سے جلد تعمیر کا سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ خانہ کعبہ چونکہ معزز مقام تھا۔ اس لئے ہر شخص کے دل میں اس کی اتنی وقعت تھی جتنی کہ کسی بڑی سے بڑی چیز کی ہو سکتی ہے اور ہر شخص اس کو ڈھانے کا ارادہ نہ کرتے تھے۔ اور وہ ایک سانپ تھا۔ جو خانہ کعبہ کے اندر رہتا تھا۔ اور دن کے اکثر حصہ میں خانہ کعبہ کی دیوار پر بیٹھا رہتا تھا۔

قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا ارادہ تو کر لیا۔ لیکن ان مشکلات کا جو تعمیر میں حائل تھیں کوئی حل ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ خدا کی شان دیکھئے کہ ایک روز یہ اژدہا یا سانپ کعبہ کی دیوار پر حسب معمول بیٹھا تھا۔ کہ ایک قوی الجثہ پرندہ اڑتا ہوا آیا اور سانپ کو اپنے پنجوں میں دبا کر لے گیا۔ یہ مشکل تو حل ہو گئی۔ اور اس سے قریش وغیرہ قبائل کے لوگوں کی ہمتیں بڑھ گئیں۔ لیکن اب بھی تعمیر کو ڈھانے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ اور خدا نے اس مشکل کو اس طرح حل کیا کہ ایک روز ولید بن مغیرہ (حضرت خالدؓ بن ولید کا باپ) جان پر کھیل کر پھاوڑا ہاتھ میں لئے ہوئے آگے بڑھا۔ کعبہ کی دیوار پر چڑھا۔ اور عمارت کو شہید کرنا شروع کر دیا۔ شام تک وہ اپنے اس کام میں طمانیت کے ساتھ مصروف رہا۔ اور تاریکی پھیل جانے پر گھر چلا گیا۔ رات بھر قبائل قریش وغیرہ بدحواس اور پریشان رہے۔ اور اس بات کا انتظار کرتے رہے۔ کہ ولید کی اس جرأت پر کوئی آسمانی آفت نازل ہوتی ہے کہ نہیں۔ ساری رات اسی طرح بے

چلنی میں بسر ہو گئی۔ اور صبح کو جب دیکھا۔ کہ ولید زندہ و خوش و خرم ہے۔ تو تمام انہدام میں شریک ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد کعبہ کو شہید کر کے اس کے بعد عمارت شروع کر دی۔ تعمیر خانہ کعبہ کے نیک کام میں قریش کے تمام قبائل شریک تھے۔ یہاں تک کہ حضورؐ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ پہاڑوں سے پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ جب دیواریں اونچی ہو گئیں اور حجر اسود کو لگانے کا وقت آیا۔ تو قبائل میں اختلاف اور پھر مخالفت پیدا ہو گئی۔ کیوں کہ ہر شخص اس کا متمنی تھا۔ کہ حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے تعمیر میں نصب کرے۔ اور یہ مقدس کام اس کے ہاتھوں انجام پر پہنچے۔

اس مخالفت نے خانہ کعبہ کی تعمیر کو روک دیا۔ اور ضد و جہالت نے یہاں تک طول کھینچا۔ کہ لڑائی چھڑ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ چاروں طرف برابر ہی جھگڑا ہوتا رہا۔ آخر قریش کے ایک بڑے سردار نے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ کیا۔ کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو۔ اس کو حکم بنا دیا جائے۔ اور وہ جس کے حق میں فیصلہ کر دے۔ اس کو منظور کر لیا جائے۔ سب نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ اور جھگڑا رفع ہو گیا۔

خدا کی شان صبح کو سب سے پہلے کعبہ میں حضورؐ اکرم پہنچے۔ اور چونکہ آپ کی دیانت و صداقت اور امانت مشہور الانام تھی۔ اس لئے سب نے آپ کا حکم ہونا خوشی سے منظور کر لیا۔ اور ھذا الامین رضیناہ کا نعرہ لگایا یعنی امین آ گیا۔ اور ہم سب اس کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ بلند آواز سے کہا۔

آپ نے اس گتھی کو انتہائی قابلیت اور دانش مندی سے اس طرح سلجھایا۔ کہ ایک چادر زمین پر بچھائی۔ اور اس کے اندر اپنے ہاتھ سے

سے حجرِ اسود کو رکھ کر ہر قبیلہ کے سردار سے کہا۔ کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں چنانچہ تمام سرداروں نے چادر کو گوشوں سے پکڑ لیا۔ اور انتہائی مسرت کے ساتھ اس کو بلند کیا۔ جب چادر اس مقام پر بلند ہو گئی۔ جہاں حجرِ اسود کو نصب کرنا تھا۔ تو آپ نے اپنے ہاتھوں سے حجرِ اسود کو چادر کے اندر سے نکالا اور اس مقام پر نصب کر دیا۔

چوں کہ قریش کے پاس تعمیر کی تکمیل کے لئے کافی سرمایہ نہ تھا اور جس قدر انہوں نے جمع کیا تھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے خانہ کعبہ کا ایک گوشہ تعمیر میں چھوڑ دیا گیا۔ جس کو حطیم کہتے ہیں۔ یہ گوشہ آج بھی چھوٹا ہوا ہے۔ لیکن خانہ کعبہ کا جزو ہونے کے سبب اس کو حج و عمرہ کے طواف میں شامل کر لیا جاتا ہے۔

چند خاص و اہم واقعات و حالات

آپ کی ابتدائی زندگی اور بعثت سے قبل کے حالات اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ اس عنوان کے ماتحت ہم چند اور واقعات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو بعثت سے قبل آپ کی زندگی کے اہم واقعات میں شمار ہوتے ہیں۔

علیؓ کی کفالت: تعمیر کعبہ کے بعد عرب میں سخت قحط پڑا۔ اشیاء خوردنی کی کمیابی سے لوگ بھوکوں مرنے لگے۔ قحط کیا تھا۔ ایک قیامت تھی جس نے ہر شخص کو پریشان اور بدحواس بنا دیا تھا۔ یہاں تک کہ عزیز و اقارب اشخاص بھی اپنوں سے بے پرواہ ہو گئے تھے۔ ان ایام کے مصائب کو دیکھ کر آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مشورے سے آپ نے یتیموں۔ غریبوں، محتاجوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی کی اور ان

کی مناسب امداد کرتے رہے۔ بہت سے لوگوں کی جانیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی مالی امداد سے بچیں۔ اور بہت سے مصیبت زدوں نے آپ کی اعانت سے نجات پائی۔ ابوطالب حضورؐ کے چچا چونکہ کثیر الاولاد تھے۔ اور آمدنی قلیل۔ اس لئے ان ایام میں ان کی پریشانی دیکھی نہ جاتی تھی۔ ایک روز آپ نے اپنے چچا عباس سے اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ اور کہا کہ قحط نے چچا جان کی حالت بد سے بدتر بنا دی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم ان کی کچھ مدد کریں۔ اور اس کی صورت یہ ہے۔ کہ ہم دونوں ان کا ایک ایک بچہ اپنی کفالت میں لے لیں۔ حضرت عباس اس پر راضی ہو گئے۔ اور ابوطالب کے سامنے اپنی خواہش کو پیش کیا۔ ابوطالب نے کہا صرف عقیل کو میرے پاس رہنے دو۔ باقی تمام کو لے جاؤ۔ چناں چہ آپ حضرت علی رضؓ کو لے آئے۔ اس وقت حضرت علی رضؓ کی عمر پانچ یا چھ سال کی تھی۔ اور حضرت جعفر رضؓ کو حضرت عباس اپنے ہاں لے گئے۔

زید بن حارث کا واقعہ زید بن حارث قبیلہ بنو کلب کا ایک لڑکا تھا جو اپنی ماں کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ بنو کلب کے دشمن قبائل نے راستہ میں اس لڑکے کو اس کی ماں سے چھین لیا۔ اور عکاظ کے بازار میں لا کر فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بھتیجے حکم بن حزام نے اس لڑکے کو چار سو درہم میں خرید لیا۔ اور غلام بنا لیا۔ پھر اس کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی خدمت کے لئے دے دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپؐ سے نکاح کر لینے کے بعد اس لڑکے کو آپ کی خدمت کے لئے دے دیا۔ زید اگرچہ ایک بدشکل لڑکا تھا۔ مگر نہایت خدمت گذار اور نمک حلال تھا۔ اس لئے آپ نے اس کی خدمت سے خوش تھے۔ اور اپنے بیٹے کی طرح اس کو سمجھتے اور اس سے محبت کرتے تھے۔ زید جب ہوشیار ہو گیا۔ تو بنو کلب قبیلہ کے ایک شخص نے

جو مکہ میں حج کرنے آیا تھا۔ اس کو پہچان لیا۔ اور واپس جاکر اس کے باپ حارث کو کہا۔ کہ تیرا بیٹا زید مکہ میں محمد بن عبداللہ کے پاس نہایت آرام سے ہے۔ حارث بیٹے کی جدائی میں سخت پریشان تھا۔ اور عرصہ تک تلاش کرنے کے بعد پتہ نہ پانے پر مایوس ہو کر بیٹھ رہا تھا۔ وہ اس خبر کو سن کر فوراً چل پڑا۔ اور مکہ پہنچ کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک بڑی رقم آپ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کی کہ آپ میرے بچہ کو آزاد کر دیں۔ آپؐ نے حارث کی خواہش کو سن کر فوراً زید کو بلایا۔ اور فرمایا۔

"زید! میری طرف سے تو بالکل آزاد ہے۔ اب تجھ کو اختیار ہے اپنے باپ کے ہمراہ چلا جائے یا میرے پاس رہے۔" یہ حکم دے کر آپ نے حارث کا زر فدیہ واپس کر دیا۔ اور زید کو پورا پورا اختیار دے دیا۔ زید نے آپ کے ارشاد کو سن کر کہا۔ "میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ میرے ماں باپ حضور ہی ہیں۔

یہی وہ زید بن حارث ہیں جس کو آپ نے اپنا متبنیٰ بنا لیا تھا۔ اور بیٹوں کی طرح اپنے ہمراہ رکھا تھا۔ یہاں تک کہ لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے تھے۔ آپ نے ان کی شادی اپنی پھوپھی زاد بہن سے کر دی تھی۔ اور ان کے بطن سے ایک لڑکا اسامہ پیدا ہوا۔ پھر یہی وہ غلام زید ہیں۔ جن کو آپ نے جنگ موتہ میں صحابہؓ کے لشکر کا سردار بنا کر بھیجا تھا۔ اور اسی جنگ میں وہ شہید ہوئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے حضور صلعم کے سات بچے پیدا ہوئے تھے۔ یعنی تین لڑکے۔ قاسم۔ عبداللہ۔ طیب وطاہر اور چار لڑکیاں زینب رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ۔ ان میں سے قاسم جن کے نام سے آپ ابوالقاسم کنیت رکھتے تھے۔ چار سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اور ان کے بعد عبداللہ اور طیب وطاہر نے بھی انتقال فرمایا۔ البتہ صاحبزادیاں زندہ رہیں۔ اسلام کا عہد پایا۔ اور مسلمان ہوئیں۔

بعض مورخوں نے لکھا ہے۔ کہ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ عبداللہ، قاسم،

اور طیب و طاہر اور بعض کہتے ہیں۔ کہ صرف دو صاحب زادے تھے۔ یعنی قاسم و عبداللہ اور طیب و طاہر عبداللہ کا لقب تھا۔ بعض کا خیال تھا۔ کہ عبداللہ قاسم اور طیب تین لڑکے تھے۔ طاہر قاسم کا لقب تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

آپ کے صاحبزادوں کے وفات پا جانے پر مکہ کے لوگ آپ کو ابتر دم بریدہ یا منقطع النسل کہا کرتے تھے۔ اول تو بچوں کی وفات کا غم اور اس پر لوگوں کے یہ طعنے آپ کی روح کو سخت اذیت پہنچاتے تھے۔ لیکن آپ نے کبھی اپنے رنج و غم کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ اور ہمیشہ طعنوں کو برداشت کیا۔ ان ایام میں حضرت علی رضہ سے آپ کو غیر معمولی محبت ہو گئی تھی۔ اور آپ ان کو گویا اپنا بچہ یا اپنا عزیز بھائی سمجھتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیمؑ نے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے عہد نبوت میں پیدا ہوئے تھے۔ سنہ ۱۰ھ میں انتقال کیا۔ آپ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

آپ کی صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی صاحبزادی زینب کا نکاح ابو العاص سے ہوا تھا۔ جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ابو العاص کا فروں کے ساتھ جنگ بدر میں گرفتار ہو گئے۔ تو حضرت زینب نے ان کے زر فدیہ میں اپنا وہ ہار بھیجا۔ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے ان کو جہیز میں دیا تھا۔ آپؐ اس ہار کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے۔ اور ابو العاص کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا۔ ہار واپس بھیج دیا گیا۔ ابو العاص سے رہائی کے وقت یہ عہد لیا گیا۔ کہ مکہ جا کر فوراً زینب کو مدینہ بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے زینب کو مدینہ بھیج دیا۔ رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمان رضہ خلیفۂ سوم کے نکاح میں آئیں۔ اور سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضہ کی شادی سنہ ۲ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاں چار بچے ہوئے۔ حسنؓ، حسینؓ، زینبؓ
ام کلثوم حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی صاحبزادیوں میں سے فاطمۃ الزہرا کے سوا کسی
صاحبزادی کی اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔

خلعت نبوّت سے سرفرازی کے آثار

آپ کی عمر چالیس سال کے قریب پہنچی۔ تو آپ کو تنہائی زیادہ پسند آنے
لگی۔ آپ اکثر تنہائی میں بیٹھتے۔ اور خاموشی کے ساتھ غور و فکر میں مشغول رہتے تھے
آپ کو خلوت میں غور و فکر سے اس قدر لذت حاصل ہونے لگی۔ کہ آپ آبادی سے
دور کوہ حرا کے غار میں جا کر غور و فکر کرنے لگے۔ اور وہاں کئی کئی روز رہ کر عبادت
الہی اور دعا میں مصروف رہنے لگے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ چونکہ آپ کی مرضی
کے تابع تھیں۔ آپ نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس کے متعلق کچھ دریافت
نہیں کیا۔ بلکہ جب آپ عبادت و دعا کے لئے جانے لگتے۔ تو کئی کئی روز کا کھانا پکا
کر آپ کو دے دیتیں۔ اور جب تک یہ کھانا رہتا۔ حضورؐ تنہائی میں عبادت کرتے
رہتے۔ اور پھر گھر جا کر کھانا لے آتے تھے۔

انہی ایام میں آپ کو چند ایسے خواب دکھائی دیئے۔ جن کا ظہور دوسرے
دن ہو جاتا تھا۔ ان سچے خوابوں سے آپ بہت مسرور ہوتے۔ عبادت کا ذوق و شوق
روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ کوہ حرا مکہ سے دو تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اس میں
بلندی پر ایک غار ہے۔ جس کا طول تقریباً چار گز اور عرض پونے دو گز ہے۔ اسی
غار میں حضور خداوند تعالیٰ کی تحمید و تقدیس کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا۔
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اُمید کے خلاف کئی دن تک واپس نہ آئے۔ اور حضرت
خدیجۃ الکبریٰ کو اتنی تشویش ہوئی۔ کہ وہ آپ کو دیکھنے کے لئے غار حرا میں پہنچ گئیں۔

اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا۔ کہ خود حضرت خدیجۃ الکبریٰ آپ کے ہمراہ گئیں۔ اور غار حرا میں کئی روز تک آپ کے ہمراہ رہیں۔

انہیں ایام میں عرب کے ان لوگوں میں جو تورات کے عالم تھے۔ یہ چرچا ہونے لگا۔ کہ نبی آخر الزمان کا عنقریب ظہور ہونے والا ہے۔ چنانچہ بعض مورخین نے بھی ان پیشین گوئیوں کو نقل کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ متعدد علماء تورات نے اس قسم کی بہت سی پیشین گوئیاں بیان کیں۔ اور حجاز کے لوگوں کو بتایا۔ کہ تمہارے ملک میں نبی آخر الزمان کا ظہور ہونے والا ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے حضور کا نام بھی بتا دیا تھا۔

عہد نبوت آغاز وحی اور خلعت نبوت سے سرفرازی کے وقت حضور کی عمر کیا تھی۔ مورخین کے اس بیان میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ آپ کی عمر پورے چالیس سال کی تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ چالیس سال اور ایک دن تھی۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ رمضان کی ۲۵ تاریخ تھی۔ اور شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ ماہ اور ۱۶ دن تھی۔ بعض تینتالیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ قرین قیاس چالیس سال ہی کی ہے۔ ایک دو ماہ یا چند دن کی کمی بیشی نہ تو قابل اعتبار ہے۔ اور نہ صحیح حساب سے اس فرق کو دور کیا جا سکتا ہے۔

خلعتِ نبوت سے سرفرازی کی بشارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حسب معمول غار حرا میں عبادت کے اندر مشغول تھے۔ کہ روح الامین یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام غار کے اندر تشریف لائے۔ اور کہا۔

یا محمد انت رسول اللہ وانا جبرائیل محمد تم خدا کے رسول ہو اور میں خدا کا فرشتہ

جبرائیل ہوں۔

حضور کا بیان ہے، کہ میں اس آواز سے ڈر گیا۔ اور خوف سے لرز کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مکہ میں آکر گھر گیا۔ اور لیٹ رہا۔ جب ذرا سکون ہوا۔ تو میں نے خدیجۃ الکبریٰ سے کہا۔ کہ میں ایسی باتوں کو دیکھتا ہوں۔ جن سے مجھ کو اپنی جان خطرہ میں نظر آتی ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپ کو تسکین دی۔ اور کہا کہ آپ غریبوں کے دستگیر۔ اور ہمدرد ہیں۔ آپ کو خدا کبھی رنجیدہ نہ کرے گا۔ اس کے بعد حضور کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ آپ نے ورقہ سے واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے واقعہ کو سن کر کہا۔ "یہی وہ ناموس اکبر ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پہ نازل ہوا تھا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہتا۔ جب کہ تمہاری قوم تم کو نکال دے گی۔ آپ نے پوچھا۔ کیا میری قوم مجھ کو نکال دے گی؟ ورقہ نے کہا۔ "ہاں! دنیا میں جس شخص نے خدا کے احکام کو پیش کیا ہے۔ اس کے ساتھ یہی سلوک ہوا ہے۔"

آغازِ وحی روح الامین یعنی حضرت جبرائیل علیہ السّلام کے نزول کا واقعہ ۹ ربیع الاوّل کا ہے۔ اور اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد نزول وحی کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید رمضان میں نازل ہوا۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ بشارت نبوت اور نزول وحی کے درمیان تقریباً چھ ماہ کا فاصلہ ہے۔ اس عرصہ میں حضور کی برابر عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اور رویا صادقہ سے نبوت کی تصدیق ہوتی رہی۔

قبل اس کے کہ ہم نزول وحی کا واقعہ حوالہ قلم کریں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ وحی کے متعلق ضروری تشریح کر دیں۔ تاکہ وحی کی حقیقت ناظرین کو معلوم ہو جائے۔

وحی کے معنے وحی کے معنے لغت میں "اشارہ، کنایہ، نامہ، پیام، سخن پوشیدہ

د ہر چہ بدیگرے فرستی داندازی و آواز کہ در مردم دغیر آں باشد" میں جس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ پوشیدہ طور پر کسی بات کو سرعت کے ساتھ بتلا دینا۔ سرعت کی قید اس مفہوم میں اس لئے لگائی گئی ہے۔ کہ جو بات دل میں سوچنے اور سمجھنے کے بعد پیدا ہو وہ وحی نہیں ہو سکتی۔ وحی حقیقت میں وہی مخفی گفتگو ہے۔ کہ ایک دم غیب سے اس کا علم ہو جائے۔

وحی کا طریقہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ کہ وحی نازل ہونے کی صورت یہ تھی۔ کہ کبھی فرشتہ یعنی جبرائیل کسی انسان کی شکل میں آتا تھا۔ اور حضور سے ہم کلام ہوتا تھا۔

۲ - کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر القا ہوا کرتا تھا۔ یعنی خداوند تعالیٰ بلا کسی واسطہ کے حضور کے دل میں ایک بات ڈال دیتا تھا۔

۳ - کبھی سرور عالم پر غنودگی سی طاری ہوتی تھی۔ آپ چادر یا اور کوئی چیز لپیٹ کر یا اوڑھ کر لیٹ جاتے تھے۔ اور وحی جرس کی آواز کی طرح نازل ہوتی تھی۔

علامہ ابن خلدون نے یہی تین صورتیں بیان کی ہیں۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وحی کبھی خواب کی صورت میں بھی نازل ہوتی تھی چنانچہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل کے ذبح کا حکم آپ کو خواب ہی میں دیا گیا۔

سرور کائنات سے ایک دفعہ نزول وحی کی کیفیت دریافت کی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ کبھی کبھی نزول وحی کے وقت جرس کی آواز میرے کانوں میں آنے لگتی ہے اور میں اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں۔ تو جو سنتا ہوں۔ یاد کر لیتا ہوں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ فرشتہ یعنی جبرئیل نازل ہوتا۔ اور مجھ کو وحی سنا دیتا ہے۔ پہلی صورت مجھ پر گراں ہوتی ہے۔ اور دوسری آسان۔

نزول وحی کا واقعہ:۔ سب سے پہلی وحی جو سرورؐ کائنات پہ نازل ہوئی۔ کس طرح ہوئی۔ اس کا واقعہ تفصیل سے احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی ایک حدیث ہے۔ عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ وحی کے سلسلہ میں سب سے پہلی چیز جو رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع کی گئی ہے۔ وہ سوتے میں خواب کا نظر آنا۔ آپ جو دیکھتے اس کی تعبیر روشن صبح کی مانند نظر آجاتی۔ اس کے بعد آپ کو تنہائی پسند آنے لگی۔ اور غار حرا کے اندر گوشہ نشین رہنے لگے۔ غار حرا میں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ اور کئی کئی روز عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ آپ اپنے ہمراہ گھر سے کھانا لے جاتے اور جب وہ ختم ہو جاتا۔ تو خدیجۃ الکبریٰ کے پاس آتے۔ اور جتنے دن غارِ حرا میں قیام کا ارادہ ہوتا۔ اتنے دن کا سامان بھر لے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس آیا۔ (یعنی حق کا پیام آیا) آپ غارِ حرا میں عبادت کر رہے تھے۔ کہ خدا کا فرشتہ آپ کے پاس آیا۔ اور کہا۔ "پڑھ"، حضور نے فرشتہ کا حکم سن کر کہا۔ میں پڑھنا نہیں جانتا"۔ حضور فرماتے ہیں۔ کہ میرے اس جواب کو سن کر فرشتہ نے پھر مجھ کو پکڑ لیا۔ اور سینہ سے لگا کر زور سے دبایا۔ یہاں تک کہ میں بے حال ہو گیا۔ اور کہا پڑھ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھ کو چھوڑ دیا۔ اور کہا پڑھ۔ میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس نے پھر مجھ کو پکڑ لیا۔ اور سینہ سے خوب دبایا۔ یہاں تک کہ میں بے حال ہو گیا۔ فرشتہ نے پھر مجھ کو چھوڑ دیا۔ اور کہا، "پڑھ" میں نے کہا۔ "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھ کو پکڑ لیا۔ اور سینہ سے لگا کر خوب دبایا۔ اور کہا:

اقرا باسم ربک الذی خلق	اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے
خلق الانسان من علق۔ اقرا وربک	ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ ہاں پڑھ تیرا پروردگار
الذی علم بالقلم علم الانسان ما	سب سے بزرگ و برتر ہے۔ وہ پروردگار جس نے

لم تعلمو۵   قلم کے ذریعے علم سکھائے۔ اور انسان کو وہ
چیز سکھائی۔ جس کو وہ نہ جانتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں۔ کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتوں کو لے کر مکہ کی طرف لوٹے۔ اور حالت یہ تھی۔ کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا۔ حضرت خدیجتہ الکبریٰ کے پاس پہنچ کر آپ نے فرمایا۔ "مجھ کو کپڑا اوڑھادو۔ مجھ کو کپڑا اوڑھا دو۔ چنانچہ آپ کو کپڑا اوڑھا دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کا خوف دور ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے خدیجتہ الکبریٰ سے واقعہ بیان فرمایا۔ اور پھر کہا۔ "مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔" خدیجہؓ نے کہا۔ آپ ہرگز نہ ڈریں۔ خدا آپ کو کبھی ذلیل و رسوا نہ کرے گا۔ آپ رشتہ داروں سے سلوک کرتے ہیں۔ غریبوں یتیموں کی خبر گیری کرتے ہیں مسکینوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان داری کرتے اور قدرتی حوادث میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

پھر خدیجتہ الکبریٰ آپ کو (اپنے چچازاد بھائی) ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ اور ان سے کہا، چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کا واقعہ سن" ورقہ نے آپ سے دریافت کیا۔ بھتیجے تم کو کیا دکھائی دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ نے واقعہ سن کر کہا۔ یہ وہی ناموس ہے۔ جس کو خدا نے موسیٰ پر نازل فرمایا تھا۔ کاش! میں اس وقت جوان ہوتا۔ جب کہ تم اپنی دعوت کی تبلیغ کرو گے۔

جس چیز کو تم لائے ہو۔ یعنی نبوت و رسالت یا احکام خدا کہ جو شخص بھی اس کو لایا ہے۔ اس کے ساتھ دشمنی کی گئی ہے۔ اگر میں اس وقت موجود ہوا۔ تو تمہاری مقبول مدد کروں گا۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ پہلی وحی ماہ رمضان المبارک کی سات تاریخ کو نازل ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ۱۷ ماہ رمضان کو وحی کا نزول ہوا۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے۔ کہ ۲۵ ر رمضان کو وحی نازل ہوئی۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے۔

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر — ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا۔
شب قدر عام روایات کی بنا پر ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔
احادیث میں آیا ہے۔ کہ پہلی وحی نازل ہونے کے بعد کچھ عرصہ تک وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اور اس عرصہ میں سرور عالم بہت پریشان رہے۔ کبھی یہ خیال ہوتا کہ مجھ کو جنون تو نہیں ہو گیا ہے۔ اور کبھی دل میں یہ فرماتے کہ میں کاہن تو نہیں ہو گیا ہوں۔ آپ اس عرصہ میں بار بار غار حرا جانے اور عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کے دل میں یہ خیال بھی آتا تھا۔ کہ اس پریشانی کی زندگی کو ختم کر دوں۔ آپ اسی تشویش اور پریشانی میں تھے۔ کہ غار حرا کے قریب سے ایک دن آپ کو یہ آواز سنائی دی۔

یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل	اے محمد! تم اللہ کے رسول ہو اور میں (فرشتہ) جبرائیل ہوں۔

آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ اور جبرائیل کو فضائے آسمانی میں معلق دیکھا۔ اور اس کے بعد تشویش و پریشانی رفع ہو گئی۔ اور وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اسلام کی خفیہ تبلیغ | وحی کا سلسلہ شروع ہو جانے پر جو احکام خدا کی جانب سے نازل ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خفیہ تبلیغ شروع کی اس لئے کہ مکہ کے قبائل خصوصاً خاندان قریش نہایت سخت مذہبی انسان تھے۔ اور اپنے آبائی مذہب پر دل و جان سے شیدا تھے۔
سرور کائنات کے بیان کی سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے تصدیق کی۔ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئیں۔ اور دین اسلام کی پہلی پرستار بنیں۔ آپ کے بعد دوسرا کون حلقہ بگوش ہوا۔ علما کے درمیان

کے درمیان اس میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے حضرت ابوبکرؓ
ایمان لائے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ مسلمان ہوئے۔ اس اختلاف
کو یوں رفع کیا جا سکتا ہے۔ کہ بالغ مردوں میں سب سے پہلے حضرت
ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے تھے جن کی عمر اس وقت اڑتیس سال کی تھی۔
اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علیؓ مسلمان ہوئے۔ جن کی عمر
اس وقت آٹھ سال اور بقول بعض دس سال تھی۔ ان طیب کے بعد
حضرت زید بن حارث ایمان لائے۔ جو حضرت خدیجہؓ کے غلام
تھے۔ انہوں نے حضور کی خدمت کے لئے لپنے آپ کو ھبہ کر دیا تھا۔ آپ نے
آزاد کر کے ان کو متبنیٰ بنا لیا تھا۔

حضرت ابوبکرؓ چونکہ قبائل قریش میں ایک دولت مند اور ہر
دلعزیز تھے۔ اس لئے آپ سے اسلام کی تبلیغ میں بڑی مدد ملی۔ آپ تنہا یا
کبھی حضور کو ساتھ لے جا کر مکہ کے شریف اور نیک انسانوں کے پاس
جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے اور اس کا نتیجہ خاطر خواہ نکلتا۔ اسی طرح
آہستہ آہستہ حضرت عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن عوام، طلحہؓ بن عبداللہ،
سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، عثمانؓ بن مظعون، ابوعبیدہ بن
الجراح، ابوسلمہؓ بن عبدالاسد مخزومی، ارقمؓ بن ارقم۔ جعفر بن ابو طالب،
عبیدہؓ بن حارث، ابوذرؓ غفاری، عمارؓ بن یاسر، سعد بن زید، اور عبداللہ
بن مسعود حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اسلام میں انہیں مسلمانوں کو
سابقین اولین کہا جاتا ہے۔

پہلی وحی کے بعد علماء اسلام کا بیان ہے۔ کہ توحید باری اور بتوں
سے بیزاری کے احکام نازل ہوئے۔ اور اس کے بعد نماز فرض ہوئی۔ بعض علماء

کی تحقیق یہ ہے۔ کہ اقراء باسم ربک پڑھا کر حضرت جبرائیل نے حضور کو یہ بتایا۔ کہ آپ خدا کے پیغامبر ہیں۔ مخلوق خدا کی ہدایت آپ کا فرض ہے اس کے بعد جبرائیل نے توحید کی تعلیم اور بت پرستی و شرک سے برأت کی ہدایت کی۔ پھر حضور کو وضو کرا کر نماز سکھائی۔

بہرنوع تعلیم توحید کے بعد نماز فرض ہوئی۔ آپ نے مسلمانوں کو نماز سکھائی۔ ارقم مخذومی رضہ کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغ اور اسلام کی تعلیم کا مرکز قرار دے رکھا تھا۔ مسلمان وہیں جمع ہوتے۔ قرآن پڑھتے اور نماز ادا کرتے تھے۔

عورتوں میں آپ کی تبلیغ سے حضرت عباس رضہ کی بیوی ام الفضل، حضرت ابوبکر کی بیٹی اسما رضہ، حضرت عمر رضہ فاروق کی بہن فاطمہ رضہ اور اسما رضہ بنت عمیس مسلمان ہوئیں۔

ابوطالب آپ کے چچا کو آپ کی تبلیغ کا علم ہو چکا تھا۔ بعض مشرکین قریش کو بھی لیکن عام طور پر کسی کو دین اسلام کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ ایک روز آپ حضرت علی رضہ کو ساتھ لئے ہوئے پہاڑی کی طرف ارقم کے گھر نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں ابوطالب ملے۔ حضور سے دریافت کیا۔ "بھتیجے تم نے کونسا مذہب نکالا ہے؟ حضور نے فرمایا۔ چچا جان! یہ خدا کا، خدا کے فرشتوں کا، خدا کے پیغمبروں کا، ہمارے دادا ابراہیم ع کا مذہب ہے۔ خدا نے مجھ کو اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ تاکہ میں اس کے بندوں کو راہ راست دکھاؤں اور گمراہی سے بچاؤں۔" اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ چچا جان! آپ چونکہ حق کو قبول کرنے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے آپ حق کو قبول فرما لیجئے۔ اور اشاعت دین حق میں مجھ کو مدد دیجئے۔ ابوطالب نے کہا۔

میں اپنے باپ دادا کے مذہب کو ترک نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا کی قسم، میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ اور جب تک زندہ ہوں تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچنے دوں گا۔" اس کے بعد ابو طالب نے اپنے بیٹے علی رض سے پوچھا بیٹا تمہارا کیا مذہب ہے؟ علی نے کہا۔ میں خدا اور خدا کے رسول پر ایمان لایا ہوں۔ ابو طالب نے کہا۔ بہتر ہے تم اپنے بھائی کے ساتھ رہو وہ تم کو بھلائی کے سوا کوئی چیز نہ بتائے گا۔"

تین برس تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ پہاڑ کی گھاٹی میں اسلام کی تعلیم سے مسلمانوں کو منور فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اعزہ و اقربا میں اعلانیہ تبلیغ کا حکم نازل ہوا۔

اسلام کی علانیہ تبلیغ

تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔ اس عرصہ میں چالیس کے قریب آدمی مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔

وانذر عشیرتک الاقربین واخفض جناحک لمن تبعک من المومنین فان عصوک فقل انی بریٔ مما تعملون۔ وتوکل علی العزیز الرحیم ط

اے محمدؐ! اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرا۔ جو مسلمان تیرے تابع ہیں ان کے لئے اپنے بازو نیچے رکھ۔ (یعنی ان سے اخلاق اور نرمی سے کام لے) پھر اگر وہ تیری نافرمانی کریں۔ تو کہدے کہ میں تمہارے اعمال سے بے تعلق ہوں۔ اور خداوند غالب و مہربان پر بھروسہ رکھ۔

اس آیت کے نازل ہونے پر آپ نے اپنے قریب کے اعزا کی دعوت کی جو چالیس کے قریب تھے۔ کھانا کھانے کے بعد آپ نے ان کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہا تھا۔ کہ ابو لہب (حضور کے چچا) نے فضول باتیں چھیڑ کر مجلس کو درہم برہم کر دیا۔ حضور ان سے کچھ نہ کہہ سکے۔ دوسرے دن آپ نے پھر ان لوگوں کی دعوت کی۔ اور قریش کے اعیان کو بھی مدعو کیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد آپ نے حاضرین کو مخاطب کیا۔ اور فرمایا۔

"بنو عبدالمطلب اور صنادید قریش! میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے دین و دنیا کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو چیز میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ عرب کے وسیع ملک میں آج تک اس سے بہتر چیز کوئی لے کر نہیں آیا۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ میں تم کو بھلائی کی طرف بلاؤں۔ اور برائی سے بچاؤں۔ تم میں سے کون ہے۔ جو اس کام میں میرے ساتھ رہے گا۔

رسولؐ اکرم کے ان الفاظ نے حاضرین کو دم بخود کر دیا۔ کسی کی زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلا۔ آخر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔

"خدا کے رسول میں اگرچہ سب سے چھوٹا ہوں۔ میرا جسم نحیف و کمزور ہے۔ میری آنکھیں دکھتی ہیں۔ لیکن میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ اور خدا کے احکام کی تبلیغ کروں گا۔"

آپؐ حضرت علیؓ کے کلمات سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔

"لوگو! علیؓ تم سے جو کچھ کہے اس کو سنو اور سچ مانو۔"

مجمع نے آپ کے آخری الفاظ سنے اور ہنسنے لگے۔ ابو لہب نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ابو طالب! اپنے بھتیجے اور بیٹے کی اطاعت کرو۔ ان کا حکم مانو۔ یہ کہہ کر ابو لہب کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسرے لوگ بھی تمسخر کرتے ہوئے اپنے

اپنے گھروں کو سب چل دیئے۔

اعزا و اقربا کی اس ناشائستہ حرکت سے حضور کو سخت رنج ہوا۔ اور اس وقت تک آپ کا انقباض دور نہ ہوا۔ جب تک خدا کا یہ حکم نازل نہ ہوا!

"فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین۔ انا کفیناک المستھزئین الذین یجعلون مع اللہ الٰھاً اخر فسوف یعلمون"

اے محمد! تم کو جو حکم دیا گیا ہے۔ اس کو کھول کر علی الاعلان اسناؤ۔ اور مشرکوں سے منہ موڑ لو۔ تمسخر کرنے والوں کے لئے تمہاری طرف سے ہم کافی ہیں۔ وہ تمسخر کرنیوالے، جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود مقرر کرتے ہیں۔ عنقریب ان کو اس کا علم حاصل ہو جائے گا۔

اس حکم کے نازل ہونے پر حضورؐ نے اعلانیہ تبلیغ اسلام کا ارادہ کر لیا۔ اور کوہ صفا پر عام تبلیغ کے ارادے سے پہنچ گئے۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا۔ کہ جب کسی مصیبت سے لوگوں کو آگاہ کرنا یا کسی اہم قومی و ملکی کام میں شرکت یا مشورہ کے لئے لوگوں کو مشورہ کے لئے لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہوتا تھا۔ تو کوہ صفا پر کھڑے ہو کر لوگوں کو پکارتے تھے۔ اس آواز کو سن کر ساری قوم جمع ہو جاتی تھی۔ آپ نے اسی دستور کے موافق کوہ صفا پر چڑھ کر پکارنا شروع کیا۔

"اے جماعت قریش! اے بنو غالب! اے بنو فہر۔ اے بنو لوی۔ اور اے بنو عدی! ادھر آؤ۔"

آپ کی آواز سن کر سب لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے اس طرح کہنا شروع کیا۔

"سرداران عرب و قریش! اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑی طاقتور فوج پڑی ہے۔ جو موقع پا کر تم کو لوٹ لینا چاہتی ہے۔ تو کیا تم میری

بات کو مان لو گے "۔

حاضرین نے بلند آواز سے کہا۔ " محمد ہم نے آج تک تمہاری زبان سے کوئی غلط یا بے ہودہ بات نہیں سنی ہے۔ ہم تم کو امین اور صادق سمجھتے ہیں۔ ضرور ہم تمہاری بات کو سچا مانیں گے۔ یہ سن کر آپ نے پھر مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" لوگو! میں تم کو بتاتا ہوں کہ اگر تم نے خدا کی واحدنیت اور میری رسالت کا اعتراف نہ کیا۔ تو آخرت میں تم کو سخت عذاب دیا جائے گا۔ میں اسی عذاب سے ڈرانے آیا ہوں تم خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ مصیبت تمہارے سر سے ٹل جائے گی۔"

مجمع آپ کے یہ الفاظ سن کر ہنس پڑا۔ کسی نے پیشانی پر بل ڈال کر اپنی نفرت و بیزاری کا اظہار کیا۔ کسی نے قہقہہ لگا کر تمسخر اڑایا۔ ابو لہب نے حضور کو مخاطب کر کے کہا۔

تبالک سائر الیوم الھذا الجمعیتنہ۔	یعنی محمد تم ہلاک ہو گیا۔ اسی لئے تم نے ہم کو بلایا تھا۔

ابو لہب کے اسی گستاخانہ کلمے کے جواب میں سورہ لہب نازل ہوئی۔

دینِ حنیف کی تعلیم

تاریخی وقائع کے سلسلہ میں اس موقعہ پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ جس دین کی تعلیم پر مامور تھے۔ اس کے چند ضروری احکام کا ذکر کر دیا جائے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ حضور نے نبوت کے جلیل القدر منصب پر مامور ہو کر دنیا کو کس چیز کی تعلیم دی تھی۔ خدا کے نافرمان و گمراہ بندوں کے سامنے کونسا صحیح راستہ پیش کیا تھا۔ ہم مقدمہ میں عرب و حجاز کے عقائد و مذاہب کا حال لکھ چکے ہیں۔ خداوند

نے سب سے پہلے انہیں عقائد و مذامت باطلہ کی طرف توجہ کی۔ ان کو گمراہی سے بچایا۔ اور سب سے پہلے راستہ کی تعلیم دی۔

توحید:- عرب کے لوگ چونکہ کسی نہ کسی حیثیت سے اکثر مشرک و بت پرست تھے۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے سب سے پہلے آیاتِ توحید نازل فرمائیں جن میں سے چند آیات کا ذکر تشریح کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

۱۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔

لوگو! تمہارا خدا صرف ایک خدا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں اور وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ کو بتایا گیا تھا۔ کہ تم جو خدا کے سوا چھوٹے درجہ کے خدا مانتے ہو۔ یعنی فرشتوں وغیرہ کو خدا کے انتظام میں دخیل بناتے ہو۔ یہ عقیدہ غلط ہے۔ خدا تو صرف ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

۲۔ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔ انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الٰی مریم وروح منہ فامنوا باللہ ورسولہ ولا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الٰہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد۔ لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وکفٰی باللہ وکیلا۔

اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو۔ اور اللہ کے حق میں سچ ہی کہو۔ مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول تھا۔ اور اللہ کا کلمہ تھا۔ جس کو مریم کی طرف اس نے ڈال دیا تھا۔ وہ اللہ کی طرف سے ایک روح تھا۔ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ تین کا نام نہ لو۔ اس سے باز آؤ۔ کہ تمہارا بھلا ہو۔ اللہ بس ایک ہی معبود واحد ہے۔ وہ اس سے بری ہے۔ کہ اس کی اولاد ہو آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ اسی کا ہے۔ وہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔

مسیحیوں کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ خدا تین ہیں۔ یعنی اللہ روح

اور مسیح - خداوند تعالیٰ نے ان آیات میں اسی غلط عقیدہ کی تردید کی اور یہ بتایا ہے
اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں - خدائے واحد اولاد سے پاک ہے -

۳ - قل انما یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فھل انتم مسلمون ۞	لوگو! میرے پاس تو یہی وحی آئی ہے - کہ خدا کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے - تو کیا تم اس پر ایمان لاتے ہو -
۴ - فالٰھکم الٰہ واحد فلہ اسلموا ۞	لوگو تمہارا اللہ ایک ہے - اسی کی فرمانبرداری کیا کرو -
۵ - قل انما انا منذر وما من الٰہ الا اللہ الواحد القھار -	اے محمد! تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں محض ڈرانے والا ہوں - اللہ واحد وقہار کے سوا کوئی معبود نہیں ہے -

ان تمام آیات میں خدا کی توحید کی تعلیم دی گئی ہے - بتایا گیا ہے کہ خدا
کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے - جس کو خدا کہا جا سکے - یا خدا مانا جائے - دوسرا
خدا ماننے سے باز آؤ - اور صرف ایک ہی خدا کو مانو -

خدا کی صفات :- توحید کی تعلیم کو سن کر جب کفار نے یہ کہا - کہ یہ کیوں کر ہو
سکتا ہے - کہ صرف ایک ہی خدا ہو - ایسی بات تو ہم نے اپنے باپ دادوں سے آج
تک نہیں سنی - ہم تو اسی طریقے کو بہتر خیال کرتے ہیں - جس پر ہمارے باپ دادا
چلتے تھے - تو خداوند تعالیٰ نے خدا کے وجود اور ایک ہونے کے دلائل پیش کئے -
وہ آیات نازل فرمائیں - جن سے معمولی سمجھ کا انسان بھی خدا کے وجود اور خدا کے
واحد ہونے کا اقرار کر سکتا ہے - چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

۱ - قالت رسلھم افی اللہ شک فاطر السمٰوٰت والارض ط	ان کے پیغمبر کہتے تھے کیا آسمانوں اور زمین کے بنانے والے اللہ کے وجود میں تم کو شک ہے -

یہ آیت سورہ ابراہیم میں ہے۔ اقوام عاد و ثمود کا ذکر ہے۔ خداوند تعالیٰ واقعہ کی حکایت کرتا اور مشرکین کو بتاتا ہے۔ کہ عاد اور ثمود کے زمانہ میں جو پیغمبر تھے انہوں نے عاد اور ثمود کے عقیدہ انکارِ خدا کی تردید کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ کیا تم کو خدا کے وجود میں شک ہے۔ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔ کہ آسمان و زمین سب اسی خدا کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان چیزوں کو دیکھ کر تم کو بھی اس کا یقین نہیں ہوتا کہ خدا کا وجود حقیقی اور واقعی ہے۔

۲ - یاایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ۝ الذی جعل لکم الارض فراشاً والسماء بناءً و انزل من السماء ماءً فاخرج بہ من الثمرٰت رزقاً لکم فلا تجعلوا للہ انداداً وانتم تعلمون ۝

لوگو! پروردگار کی عبادت کرو۔ جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ جس نے تمہارے لئے زمین کا بچھونا اور آسمان کی چھت بنائی۔ اور جس نے آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لئے میوے پیدا کئے۔ پس جان بوجھ کر اللہ کا ساتھی کسی کو نہ بناؤ۔

۳۔ اللہ الذی یرسل الریٰح فتثیر سحاباً فیبسطہ فی السماء کیف یشاء ویجعلہ کسفاً فتری الودق یخرج من خلٰلہ ۝

لوگو اللہ وہی ہے۔ جو ہوائیں بھیجتا ہے۔ اور وہ ہوائیں ابر کو ابھارتی ہیں۔ پھر اللہ جس طرح چاہتا ہے۔ ابر کو آسمان میں پھیلاتا ہے۔ اور اسے تہ بہ تہ بناتا ہے۔ پھر تو اس کے درمیان سے قطروں کو نکلتے ہوئے دیکھتا ہے۔

۴۔ وھو الذی سخر البحر لتاکلوا

اسی اللہ نے تمہارے لئے دریا کو بھی مسخر کر دیا ہے کہ

منه لحما طریا وتستخرجوا منه حلیة تلبسونها۔ وتری الفلک مواخر فیه ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون ؕ

اس سے تم مچھلیوں کا تازہ گوشت کھاؤ۔ زیور یعنی جواہرات نکال کر پہنو۔ اے مخاطب تو دیکھتا ہے کہ دریا میں کشتیاں پانی پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ اور دریا کو اس لئے بھی تمہارے تابع کر دیا ہے۔ کہ تم اس کے ذریعہ سے اللہ کا فضل بذریعہ تجارت تلاش کرو۔ تم کو چاہیئے کہ تم اللہ کا شکر کرو۔

ان آیات میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے۔ کہ خدا کی قدرت کو دیکھو تمہارے لئے جو چیزیں اس نے پیدا کی ہیں۔ ان پر نظر ڈالو۔ اور غور کرو۔ کہ وہ تمہاری زندگی کے لئے کس قدر ضروری چیزیں ہیں۔ ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا صرف وہی ایک معبود ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم اسی کی طرف رجوع کرو۔ اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک قرار نہ دو۔ اس کو یکتا و تنہا مانو۔

۵۔ لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا۔ فسبحان الله رب العرش عما یصفون ؕ

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو آسمان و زمین دونوں برباد ہو جاتے عرش کا مالک اللہ ان تمام عیبوں سے پاک ہے۔ جو لوگ بیان کرتے ہیں۔

اس آیت میں اسی خیال کا ابطال ہے۔ کہ خدا کی صفات میں فرشتے وغیرہ بھی شریک ہیں۔ یعنی فرشتے وغیرہ نظام کائنات میں اس کو مدد دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ مشرکوں کو بتاتا ہے۔ کہ اگر اس کے نظام میں اور اشخاص شریک ہوتے یا اللہ کے سوا اور خدا بھی ہوتے تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اس لئے کہ انتظام کے معاملہ میں خداؤں کے درمیان اختلاف واقع ہوتا۔ اور اختلافِ نظام کو درہم برہم کر دیتا۔ یہ ایک ایسی کھلی ہوئی دلیل خدا کے ایک ہونے کی ہے۔ جس کو ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ جس انتظام میں متعدد اشخاص شریک

ہوتے ہیں۔ وہ کبھی برقرار نہیں رہتا۔ اس میں ہمیشہ انقلاب ہوتا رہتا ہے۔ حالاں کہ خدا کا انتظام کبھی انقلاب سے آشنا نہیں ہوا۔ جو نظام پیدائش دنیا سے شروع ہوا۔ آج تک ایک ہی صورت میں چلا آتا ہے۔

۶ - واتخذوا من دونہ الٰھۃ لا یخلقون شیئًا وھم یخلقون و لا یملکون لانفسھم ضرًا ولا نفعًا ولا یملکون موتًا ولا حیوٰۃ ولا نشورًا ؁

کافروں نے اس خدا کے سوا ایسے معبود اختیار کئے جو کچھ پیدا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ اور خود اپنے نقصان اور نفع پر بھی وہ اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت و حیات اور نشر (قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونا) ان کے اختیار میں ہے۔

اس آیت میں جسی دلیل سے مشرکوں کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ تم جن چیزوں کو اپنا معبود کہتے ہو۔ وہ عجیب قسم کے معبود ہیں یعنی نہ تو وہ خدائے واحد کی طرح کسی چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور نہ موت و زندگی ان کے ہاتھ میں ہے۔ جب وہ کسی چیز پر قدرت ہی نہیں رکھتے۔ تو تم ان کو خدا کیونکر مانتے ہو۔ بچہ بھی نہیں۔ بلکہ تمہارے یہ معبود اپنے وجود میں بھی دوسرے کے محتاج ہیں۔ یعنی ان کو دوسروں نے وجود بخشا ہے۔ وہ بھی اسی ایک خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں جس نے ساری دنیا کی ساری چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ یا یہ کہ وہ اپنی شکل و صورت کے وجود میں آنے کے لئے سنگ تراشوں اور کاریگروں کے محتاج ہیں۔ کہ انہوں نے ان کو پتھروں سے بت کی صورت میں منتقل کیا ہے۔ ضمناً اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ صرف وہی خدا قابل پرستش ہے۔ جس میں یہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔ جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے۔

۷ - قال من یحیی العظام وھی رمیم۔ قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ

(مشرک) کہتا ہے۔ جب آدمی کی ہڈیاں گل جائیں گی۔ تو انہیں کون جلائے گا۔ اے محمد تم کہدو جس نے پہلی

اول مرۃ وھو بکل خلق علیم

بار پیدا کیا تھا۔ وہی پھر جلائے گا۔ وہ ہر طرح پیدا کرنا جانتا ہے۔

جب خداوند تعالیٰ نے حشر و نشر کی آیات نازل کیں۔ اور مشرکوں کو بتایا۔ کہ مرنے کے بعد خداوند تعالیٰ دوبارہ زندہ کر کے مخلوق کو میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ تو کافروں نے کہا۔ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ مرنے کے بعد آدمی کو زندہ کیا جائے۔ جب کہ اس کی ہڈیاں بھی گل چکی ہوں۔ اس کے جواب میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جس نے پہلی مرتبہ انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس پر دوبارہ زندہ کرنا مشکل ہے؟ وہ جب پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ تو گلی سڑی ہڈیوں سے بھی دوبارہ پیدا کر سکتا ہے۔ اور ہر طرح کی پیدائش پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

توحید ذات وصفات کے بعد خدا نے شرک کی برائی اور بتوں کی پرستش کی ممانعت کی آیات نازل فرمائیں۔ جن میں سے چند آیات ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱ - واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا۔

صرف خدا کی عبادت کرو۔ اور کسی کو شریک نہ بناؤ۔

۲ - قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئًا وبالوالدین احسانًا ولا تقتلوا اولادکم من املاق نحن نرزقکم وایاھم ولا تقربوا الفواحش ما ظھر منھا وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذلکم وصکم بہ

اے محمدؐ! تم ان لوگوں سے کہو کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں۔ کہ تمہارے رب نے تم پر کیا کیا چیزیں حرام کی ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ ماں باپ کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ مفلسی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔ کھلی یا چھپی بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ۔

لعلکم تعقلون ۵

جس جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے۔ اس کو ناحق قتل نہ کرو۔ انہیں باتوں کا تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے۔ تاکہ تم دنیا میں رہنے کا طریقہ سیکھو۔

اس آیت میں شرک کی ممانعت کے ساتھ اور افعال ممنوعہ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جو عربوں کی عادت میں شامل ہو گئے تھے۔ اور وہ ان باتوں کو برا نہ سمجھتے تھے۔

۳- واذ قال لقمان لابنہ وھو یعظہ یا بنیّ لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم ۵

لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔ کہ اے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کر۔ شرک بڑا ظلم ہے۔

آیت بالا میں حکایت واقعہ کے طور پر مشرکوں کو بتایا گیا ہے۔ کہ شرک نہ کرو۔ شرک بہت بڑا گناہ اور بڑا ظلم ہے۔ اسلئے کہ اس سے خدای واحد کی نعمتوں کا کفران ہے۔

۴- ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثماً عظیماً

اللہ شرک کو جو اس کے ساتھ کیا جائے نہیں بخشتا۔ اور اس کے سوا جو گناہ جسے چاہے بخش دے۔ بیشک اللہ کے ساتھ شرک کرنیوالے افترا پردازی کرتے ہیں۔ جو بڑا سخت گناہ ہے۔

۵- ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالاً بعیداً ان یدعون من دونہ الا اناثاً وان یدعون الا شیطاناً مریداً۔ لعنہ اللہ۔

بیشک اللہ شرک کو معاف نہیں کرتا۔ اور اس سے کم درجہ کی خطا کوئی کرے۔ وہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ وہ بہک کر بہت ہی دور چلا گیا۔ یہ مشرکین اللہ کے سوا دیویوں کو یعنی زنانہ بتوں کو پکارتے ہیں۔ اس شیطان سرکش کو پکارتے ہیں۔ جس پر روز ازل سے اللہ

نے لعنت کی۔

۶ - ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت فمنھم من ھدی اللہ ومنھم من حقت علیہ الضلالۃ فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین ط

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ وہ اللہ کی عبادت اور شیطان سے اجتناب کی تعلیم دیں۔ پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے راہ ہدایت دکھائی۔ اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی۔ لوگو! زمین پر چلو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔

۷ - ومن یعظم حرمت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ واحلت لکم الانعام الا ما یتلی علیکم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین بہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق ط

اور جو کوئی اللہ کی قابل ادب چیزوں کی تعظیم کریگا۔ تو وہ اس کے رب کے پاس اس کے لئے بہتری ہے۔ تمام چارپائے سوائے ان کے جو تمہیں قرآن میں بتائے گئے ہیں۔ تمہارے لئے حلال ہیں۔ بتوں کی گندگی سے بچتے رہو۔ اور جھوٹی بات بولنے سے بچو۔ اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ جو کوئی اللہ سے شرک کرے گا تو گویا وہ ایسا ہے۔ کہ آسمان سے گر پڑا۔ اور اسے پرندے اچک لے گئے ہوں یا ہوا نے اسے کسی دور جگہ جا گرایا۔

۸ - ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حبا للہ ولو یری الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعا وان اللہ شدید العذاب ط

بعض آدمی ایسے ہیں جو غیروں کو اللہ کا شریک قرار دیتے اور اللہ کی سی محبت ان کے ساتھ رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو سب سے زیادہ محبت اللہ کی ہوتی ہے یہ ظالم بات کو عذاب دیکھنے پر سمجھیں گے۔ اے کاش اسی وقت سمجھتے۔ کہ ہر طرح کی قوت اللہ میں ہے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

نبوت:۔ مشرکین مکہ وغیرہ کو آپ کی نبوت پر بھی شک تھا۔ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ کیا خدا نے انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی ان کے خیال میں انسان رسالت و نبوت کے قابل نہیں تھا۔ اور وہ عقیدہ یہ رکھتے تھے۔ کہ رسول بھی فرشتہ ہی ہو سکتا ہے پھر کفار آپ کی بشری ضروریات اور حوائج پر بھی معترض تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ یہ کیسا رسول ہے۔ جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ ایک مرتبہ کافروں کی ایک جماعت نے حضور اکرم سے یہ بھی کہا۔ کہ ہم تو اس وقت تک تمہاری نبوت کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا چشمہ جاری نہ کر دو یا اپنے کھجوروں اور انگوروں کے باغ میں نہریں جاری کر کے تم ہم کو نہ دکھا دو یعنی معجزہ کے طور پر پانی کے چشمے زمین سے نکال دو۔ اگر تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تو ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور ایمان نہ لانے کی صورت میں تم جس عذاب سے ہم کو ڈرایا کرتے ہو۔ ہم اس کے لئے بالکل تیار ہیں۔ کافر یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ کسی فرشتے یا خود خدا ہی کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ کہ وہ تمہاری نبوت کی تصدیق کر دے۔ ان تمام لغویات کے جواب میں خدا نے مختلف میں چند آیات نازل فرمائیں اور نبوت کی حقیقت اور راز کو منکرین پر واضح کر دیا۔ چند آیات ان میں سے اس موقعہ پر درج کی جاتی ہیں۔

۱:۔ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحیٰ الیّ قل ھل یستوی الاعمیٰ والبصیر افلا تتفکرون	لوگو! میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب دان ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں۔ کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں اسی حکم پر چلتا ہوں۔ جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو سکتے ہیں۔ تم اتنا بھی نہیں سوچ سکتے۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے۔ کہ نبوت کی حقیقت وہ نہیں ہے۔ جو اے کافرو تم سمجھتے ہو۔ نبوت نام ہے خدا کے احکام کو بعینہٖ مخلوق تک پہنچا دینے کا۔ پیغمبر نہ تو غیب دان ہوتا ہے۔ نہ فرشتہ اور کیمیاگر۔ عام لوگوں اور پیغمبروں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے۔ جتنا آنکھ والوں اور اندھوں میں۔ پیغمبر آنکھ والا ہوتا ہے اور راہِ راست کو دیکھتا ہے۔ دوسرے لوگ اندھے ہوتے ہیں۔ جن کو راہِ راست نظر نہیں آتی۔ پیغمبر اندھوں کو صرف راہِ راست دکھاتا اور خدا کے احکام پر عمل کراتا ہے۔ اور یہی اس کا فرض رسالت ہے۔

۲۔ قل لا املک لنفسی نفعاً و لاضراً الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسّنی السوء ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یومنون ط

اے محمدؐ! تم ان منکروں سے کہہ دو۔ کہ میں اپنے ذاتی نفع نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے۔ اگر غیب دان ہوتا۔ تو بہت سا فائدہ اپنا کر لیتا۔ اور مجھے کبھی گزند نہ پہنچتا۔ میں تو ایمان لانے والوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور منکروں کو ڈرانے والا ہوں

۳۔ قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احداً۔

اے محمدؐ! ان منکروں سے کہہ دو۔ کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ مجھ پر وحی اترتی ہے۔ کہ سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود تم لوگوں کا نہیں ہے۔ پھر جس کسی کو اپنے رب سے ملنے کی تمنا ہو۔ وہ نیک کام کرے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

۴۔ قل اغیر اللہ اتخذ ولیاً فاطر السموٰت والارض وھو یطعم ولا یطعم قل انی امرت ان اکون اوّل

اے محمدؐ! ان کافروں سے کہہ دو۔ کہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔ کیا اس کے سوا میں کسی دوسرے کو کارساز بناؤں؟ وہ سب

من اسلم ولاتکونن من کو روزی دیتا ہے۔ اور اسے کوئی روزی نہیں
المشرکین۔ قل انی اخاف ان دیتا۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کہ مجھے حکم ہوا ہے۔ کہ سب سے
عصیت ربی عذاب یوم پہلے اس کا حکم میں مانوں اور مجھ سے یہ کہا گیا ہے
عظیم۔ کہ خبردار! مشرکوں میں شامل نہ ہونا۔ اور اے محمدؐ!
یہ کہو کہ میں اپنے رب کا حکم نہ مانوں تو قیامت کے
عذاب سے میں ڈرتا ہوں۔

اس آیت میں نبوت کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے
کہ نبی کو سب سے پہلے اپنے اوپر ایمان لانا چاہیئے۔ یعنی اپنی نبوّت کی تصدیق کرنی چاہیئے
تاکہ اس کو نبوت کا یقین ہو جائے۔ اور وہ اس یقین کی بدولت سچی تبلیغ کر سکے۔
چنانچہ خدا کے سے آپ نے سب سے پہلے خدا کے حکم کو مانا۔ اور پھر تبلیغ شروع
کی۔ اور لوگوں کو بتایا۔ کہ اگر میں سب سے پہلے خدا کے حکم کو نہ مانو۔ تو قیامت
کے دن کا عذاب میرے لئے بھی ہے۔

۵۔ قل اننی ھدٰنی ربیّ الیٰ اے محمدؐ! ان منکروں سے کہو۔ کہ مجھ کو تو میرے
صراط مستقیم۔ دیناً قیماً ملۃ رب نے سیدھی راہ بتائی ہے۔ کہ وہی مضبوط دین
ابراھیم حنیفاً وما کان من ہے۔ یعنی ابراہیم کا طریقہ بتایا ہے۔ جو ایک طرف کا
المشرکین۔ قل ان صلاتی ونسکی تھا۔ اور مشرک نہ تھا۔ اے محمدؐ! ان منکروں سے یہ
ومحیای ومماتی اللہ رب العالمین کہو کہ میری نماز میری تمام عبادات۔ میرا جینا،
لاشریک لہ وبذلک امرت وانا میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا
اوّل المسلمین ہ پروردگار ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے
اور یہی مجھ کو حکم ہوا ہے۔ اور میں پہلا فرمانبردار (یعنی
مسلمان) ہوں۔

چند خاص احکام :- دنیا کے عام شرک وبت پرستی اور حجاز وعرب کے غلوے بت پرستی کو دیکھتے ہوئے خدا نے سب سے شرک وبت پرستی کی ممانعت وبرائی کے احکام نازل فرمائے۔ اور اس سلسلہ میں اپنی واحدنیت وقدرت کے دلائل نبوت اور نبوت کے اسرار وفرائض سب کو تشریح کے ساتھ بیان کیا۔ ساتھ ہی قدیم قوموں کی نافرمانی کے عبرتناک واقعات اور سابقہ انبیاء ورسل کی تبلیغ کے حالات بھی بتائے۔ تاکہ قوموں کی عبرتناک سزاؤں اور نشانیوں کو دیکھ کر مشرک و کفار ہدایت حاصل کریں۔ جب یہ سب ہو لیا۔ اور کفار کو ایمان بالغیب کی سعادت نصیب نہ ہوئی۔ تو خداوندِ بزرگ و برتر نے اپنے پیارے رسول کو آگاہ کیا۔ کہ تمہارا کام صرف خدا کے احکام کو پہنچا دینا ہے۔ ہدایت دینا خدا کا کام ہے۔ جب اور جس طریقہ سے ان کی ہدایت خدا کو منظور ہو گی۔ اس وقت اس طریقہ پر ان کو راہ راست پر لے آئے گا۔ تم اپنی ناکامی پر رنجیدہ نہ ہو۔ اور اپنی قوت سے اپنے فرض کو ادا کرتے رہو۔ چنانچہ نبی کریم برابر تبلیغ میں مصروف رہے۔ اور ہجرت کا حکم نازل ہونے پر ہجرت کی۔ اور اب وہ وقت آگیا۔ جس کو کفار مشرکین کی ہدایت منظور تھی۔ یعنی آیات جہاد وقتال نازل کیں۔ مسلمانوں میں جہاد کی قوت عطا کی۔ صبرو استقامت اور مصائب کے برداشت کی قوت مرحمت فرمائی۔ آخر خدا نے اسلام کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دیا۔ یہی تاریخ ہے اسلام کی۔ اور اس اجمال کی تفصیل ہی نام ہے اسلام کی تاریخ کا۔

قبل اس کے کہ ہم تاریخ کے سلسلہ کو آگے بڑھائیں یا اجمال کی تفصیل شروع کریں۔ اس سلسلہ میں اسلام کے چند خاص احکام بھی بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ جنہوں نے دنیا کو یکسر تبدیل کر کے مخلوقِ انسانی کی دوزخی زندگی کو جنتی زندگی بنا دیا۔ اور تمام انسانی گمراہیوں کو ختم کر دیا تھا۔

۱۔ لیس البران تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الآخر والملائکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون ط

نماز میں پورب پچھم کی طرف اپنا منہ کر دینا ہی نیکی نہیں ہے بلکہ اصل نیکی یہ ہے کہ اللہ۔ روز آخرت فرشتوں آسمانی کتب اور نبیوں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا مال ناتے والوں، یتیموں محتاجوں مسافروں مانگنے والوں کو دے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں صرف کرے نماز کا خیال رکھے اور زکوٰۃ ادا کرے۔ وعدہ کرے تو وفا کرے سختی تکلیف اور لڑائی میں صابر رہے ایسے ہی لوگ سچے دیندار ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ پرہیز گار ہیں۔ ان آیات میں نیک کاموں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ نیک کام ایسے ہیں۔ جن پر قوموں کا عروج اور زوال موقوف ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم حقیقت میں مسلمانوں کی دینی و دنیوی کامیابی کی ضامن ہے۔ اور جب تک وہ سختی کے ساتھ خدا کی اس ہدایت پر عامل رہے۔ ان کی قوت برقرار رہی۔ اور وہ جدھر متوجہ ہوئے کامیاب ہوئے۔

۲۔ واتوا الیتمی اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم انہ کان حوبا کبیرا ط

یتیموں کو ان کے مال دے ڈالو۔ یعنی جس لڑکے کا باپ مر جائے۔ اس کا مال حفاظت سے رکھو۔ اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کو دے دو۔ برے کو اچھے سے نہ بدلو۔ اپنے مال کے ساتھ ان کے مال بھی نہ کھا جاؤ۔ کہ یہ بڑا گناہ ہے۔

ظہور اسلام کے وقت یتیموں کے مال کے ساتھ دنیا میں طرح طرح کے فریب ہوتے تھے۔ اور لوگ ان کے مال کو کھا جاتے تھے۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ تھا۔ کہ حق دار کا حق مارا جاتا تھا۔ اور ناحق مال کھا جانے کی جرات بڑھ گئی تھی جس سے قومی معاشرت اور

اجتماعی قوت کو سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ اسلام نے دنیا کی اس تباہ کن عادت کی اصلاح کی۔ اور بتایا کہ ناحق مال کھانا حرام ہے۔ جس کا حق تمہاری حفاظت میں ہو۔ اس کو ادا کرو۔ اگلی آیت میں اس کی مزید تشریح ہے۔

۳ - ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بھا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون ط	آپس میں تم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ اور نہ اپنے مال کو حکام رسی کا ذریعہ بناؤ۔ (یعنی رشوت دے کر ناحق فیصلہ اپنے حق میں نہ کراؤ۔ اس طرح دوسرے کے مال سے کچھ لیکر دانستہ تصرف میں لاؤ۔

قوموں کے عروج وزوال میں مالی طاقت بڑا کام کرتی ہے اس لئے کہ مال ہی وہ چیز ہے جس کو انسان جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے بلکہ مال پر جان قربان کر دیتا ہے۔ اسلام نے اس جانب خاص طور پر توجہ کی۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ اپنے مالی معاملات کو صاف رکھو۔ اور کسی طریقے پر نہ تو کسی کا مال ناحق لو۔ اور نہ ناحق مارنے کے لئے اپنے مال کو ضائع کرو۔ کہ دونوں صورتیں قومی شیرازہ کو منتشر کر دینے والی ہیں۔

۴ - ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق نحن نرزقھم وایاکم ان قتلھم کان خطاً کبیرا - ولا تقربوا الزنی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا ٥ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا ٥	لوگو! افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم ہی ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں۔ اولاد کا قتل کرنا بھاری گناہ ہے۔ زنا کے پاس نہ جاؤ۔ کہ یہ بیشک بے حیائی اور بُری راہ ہے۔ کسی کو جان کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے ناحق قتل نہ کرو۔ کوئی شخص ظلم سے مارا جائے۔ تو اس کے ولی (وارث) کو ہم نے قصاص لینے کا اختیار دیا ہے۔ اور ولی کو چاہیئے۔ کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے کہ اس کی جیت تو واجبی بدلہ لینے میں ہے۔

ان آیات میں اس امور کی اصلاح کی گئی ہے جو عرب اور دنیا میں عام طور پر رائج

تھے۔ اور جن کو برا خیال نہ کیا جاتا تھا۔ حالانکہ یہ انتہا درجہ کے برے اور بے حیائی کے کام ہیں۔ اور قوم کی دینی و دنیوی سعادت و شرافت کو ان سے سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔

۲۔ یاایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ط

مومنو! شراب، جوا، بت، پانسے یہ سب نجس شیطانی کام ہیں۔ ان سے بچو۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

مختصر یہ کہ اسلام نے دنیا کی اصلاح اور انسان کی تہذیب کے لئے وہ تعلیم پیش کی تھی۔ اور کلیات کے ساتھ جزئیات تک کو بتایا تھا۔ کہ آجتک کسی مذہب نے دنیا کے سامنے پیش نہیں کی۔ لیکن کافروں اور مشرکوں کے دلوں پر کفر و شرک کا زنگ اس قدر چڑھا ہوا تھا۔ کہ وہ گویا اندھے ہو گئے تھے۔ اور ایسی اچھی باتوں کو نہ مانتے تھے۔ آخر وقت آیا۔ خدا نے ان کے دلوں کا زنگ دور کیا۔ اور دین الٰہی کی تعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی۔ اور ہجرت نبوی کے بعد اسلام کا محدود دائرہ کشادہ ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ اس کی کشادگی اور وسعت نے روئے زمین کو اپنے اندر لے لیا۔ اور آج دعویٰ کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا میں اسلام جیسی تعلیم کہیں اور کسی مذہب میں نظر نہیں آتی۔

مشرکین کی مخالفت:۔ جب تک اسلام کی تبلیغ خفیہ طور پر ہوتی رہی۔ مکہ کے مشرک خاموش رہے۔ مگر جب اسلام کا عام اعلان کیا گیا۔ حجاز و عرب کے مشرکوں کو بت پرستی، قمار بازی، شراب خوری، غارت گری اور قتل وغیرہ سے منع کیا گیا۔ اور بتوں کی برائیاں علانیہ کی گئیں۔ تو مشرک بھڑک اٹھے۔ اور سب سے پہلے مخالفت کی آگ ابولہب اور عقبہ بن مغیرہ نے بھڑکائی۔

حضورؐ اور آپ کے متبع جن کی تعداد اس وقت صرف انتالیس تھی جب حرم مکہ میں جا کر توحید کا اعلان کرتے اور صف باندھ کر ایک امام کے پیچھے خدا کی عبادت کرتے۔ تو مشرک جل بھن کر کوئلہ ہو جاتے۔ حرم میں اعلان توحید اور عبادت الٰہی کو وہ حرم کی توہین خیال کرتے۔ اور مسلمانوں کو

کو زدوکوب کر کے حرم سے نکال دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضورؐ اپنی جماعت کے ساتھ حرم میں تبلیغ کر رہے تھے۔ اور مشرک صحن کعبہ میں جمع تھے کہ آپ کی تبلیغ کو سن کر وہ غضبناک ہو گئے۔ اور حضورؐ کو مارنے کے لئے ٹوٹ پڑے۔ حارث بن ابی حالہ حضورؐ کے سامنے آ گئے۔ اور مشرکوں کی دست درازی سے آپ کو بچانا چاہا۔ مشرکوں نے تلواروں سے ان پر حملہ کر دیا۔ اور اتنی تلواریں ماریں کہ وہ بیچارے وہیں شہید ہو گئے۔

ابولہب کے ساتھ اس کی بیوی ام جمیل بھی اسلام کی تبلیغ کو روکنے اور حضورؐ کو ستانے میں پیش پیش تھی۔ اور ہر وقت آپ کو اذیت پہنچانے کی فکر میں رہا کرتی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنے شوہر کی مخالفت کو بھڑکانے میں بھی ہر وقت مستعد رہتی تھی۔ وہ حضورؐ کے راستوں میں کانٹے بچھاتی۔ خصوصاً رات کے وقت کہ حضور ان کانٹوں سے اذیت پائیں۔ اور وہ دیکھ کر خوش ہو۔ حضورؐ کی صاحبزادیوں، ام کلثوم اور رقیہؓ کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتی۔ جو نبوت سے قبل ابولہب کے لڑکوں کو بیاہی تھیں یہاں تک کہ اس نے محض حضور کو صدمہ پہنچانے کے لئے یہ حرکت بھی کی۔ کہ عتبہ اور اپنے دونوں بیٹوں کو کہہ کہ حضور کی صاحبزادیوں کو طلاق دلوا دی۔ جن کا نکاح بعد کو یکے بعد حضرت عثمان رضؓ سے کیا گیا۔

مشرکین قریش اگرچہ ہر وقت اسلام اور حضور کے درپے رہتے تھے۔ لیکن پھر بھی ابوطالب کے خوف سے حضورؐ کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہ کر سکتے تھے۔ جب ان مشرکوں نے دیکھا کہ ان کی جد و جہد اور ایذا رسانی نے حضورؐ اکرم اور مسلمانوں میں کوئی خوف و ہراس پیدا نہیں کیا ہے۔ اور وہ بدستور اپنی تبلیغ اور سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔ تو ان کی ایک جماعت جس میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، اور ولید بن مغیرہ بھی تھے۔ ابوطالب کے پاس گئی۔ اور سخت لہجہ میں ان کو مخاطب کر کے کہا۔ "ابوطالب! تمہارا بھتیجا ہمارے مذہب اور ہمارے بتوں کی برائیاں کرتا اور ہمارے باپ دادا کو

گمراہ بناتا ہے۔ ہم کب تک اس کی دلخراش باتوں کو سنتے رہیں ہم تمہارے پاس تمہاری عظمت اور بزرگی کو ملحوظ رکھ کر اس لئے آئے ہیں۔ کہ یا تم اپنے بھتیجے کو منع کر دو۔ کہ آئندہ ایسا نہ کرے۔ اگر یہ بات تمہارے امکان میں نہ ہو۔ تو پھر تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو۔ کہ ہم خود اس سے سمجھ لیں۔"

ابو طالب نے اعیان قریش کی شکایت کو توجہ کے ساتھ سنا اور اخلاق و نرمی سے ان کو سمجھا کر واپس کر دیا۔

مشرکین مکہ کی مخالفت نے حضور اکرمؐ کے ارادوں میں ایک لمحہ کے لئے بھی تزلزل پیدا نہیں کیا۔ اور آپ پوری قوت سے تبلیغ میں مصروف رہے۔ آپ بازاروں میں جاتے۔ تو لوگوں کو مخاطب کر کے توحید الٰہی کی طرف بلاتے اور اپنی نبوت کا اعلان کرتے۔ اور شریر بدکار اشخاص آپ کا مذاق اڑاتے۔ آپ پر کنکر پھینکتے۔ اور آپ پر غلاظت ڈال دیتے۔ آپ ان تمام ناروا حرکات کو دیکھتے اور صبر کرتے۔ صرف اتنا کہہ دیا کرتے تھے کہ اے عبد مناف کی اولاد کیا پڑوسی کا یہی حق ہے۔ جو تم ادا کر رہے ہو۔

کفار کی شرارتوں کے چند واقعات:- ۱- طارق بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز آپؐ مکہ کے ایک بازار میں لوگوں کو مخاطب کر رہے تھے "لوگو! لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو تاکہ تم کو دین و دنیا کی فلاح نصیب ہو" کہ ایک شخص دوڑ کر آیا۔ آپ کی تواضع پتھر سے کر کے کہا۔ "لوگو! اس کذاب (معاذ اللہ) کی باتوں کو ہرگز نہ سننا" دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص حضورؐ کا چچا ابو لہب تھا۔

(۲)- ایک مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حرم کے اندر نماز پڑھ رہے تھے۔ قریب ہی شرکوں کی جماعت جس میں ابو جہل بھی تھا بیٹھی تھی۔ ابو جہل نے از راہ شرارت ایک شخص کو اشارہ کیا۔ اور وہ اونٹ کا اوجھ اٹھا لایا۔ اور جب حضورؐ سجدہ میں گئے۔ تو آپ کی پشت پر رکھ دیا۔ اور تمام مجمع قہقہے لگانے لگا۔ اتنے میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کہیں جاتے ہوئے ادھر آ

نکلیں۔ اور انہوں نے حضورؐ کی پشت سے اوجھ کو ہٹایا۔

۳۔ ایک دفعہ حسب معمول آپ صحن کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک مشرک نے آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس زور سے کھینچی کہ آپ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ اتفاق سے اس وقت حضرت ابوبکر رضؓ وہاں گئے۔ دھکا دے کر اس شخص کو ہٹایا۔ آپ کے گلے سے چادر نکالی۔ اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا "کیا تم اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اس جرم میں قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار بتاتا ہے"۔

۴۔ حضورؐ کو تو ہر وقت تکلیفیں دی ہی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کی مختصر سی جماعت بھی کفار کی شرارتوں سے محفوظ نہ تھی۔ اور مشرک اس کو بھی ستاتے رہتے تھے۔ جہاں کوئی مسلمان مل جاتا۔ اس کو مارتے پیٹتے اور مرتد ہو جانے کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت بلال رضؓ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کا مالک امیہ بن ابی خلف ان کو بہت ستاتا تھا۔ اور گرمی کے ایام میں جلتی ریت پر ان کو لٹا کر اور سینہ پر بھاری پتھر رکھ کر کہا کرتا تھا۔ کہ اسلام کو چھوڑ دے ورنہ ہمیشہ انہی تکلیفوں میں مبتلا رہے گا۔ حضرت بلال رضؓ ان تکلیفوں کو برداشت کرتے اور فرماتے کہ اسلام کسی حالت میں ترک نہیں کیا جا سکتا۔ خواہ کچھ ہی انجام ہو۔ یہی حالت لبیبہ نام ایک کنیز کا تھا۔ جس کو طرح طرح کی اذیتیں دی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے ان دونوں کو خرید کر آزاد کر دیا۔

۵۔ عمار اور ان کے والدین مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو چکے تھے ابوجہل ان کو بہت ستایا کرتا تھا۔ ایک دن ابوجہل ان کو انتہائی بے دردی سے مار رہا تھا۔ کہ حضور صلعم پہنچ گئے۔ آپ نے ان کو پٹتے ہوئے دیکھ کر فرمایا "آل یاسر! صبر کرو۔ جنت تمہارا مکان ہے۔" مدارج النبوت میں لکھا ہے۔ کہ

یاسر کی ماں سمیہ رضہ کے اندام نہانی میں ایک روز نیزہ مارا۔ اور اسی صدمہ سے وہ مر گئیں۔

۶۔ حضرت عثمان رضہ کے اسلام لانے پر ان کا چچا ان کو سخت تکلیفیں دیتا کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر ڈال دیتا۔ اور نیچے دھوآں کر دیتا تھا۔

ان سختیوں اور اذیتوں پر بھی جب حضور صلعم اور مسلمان اپنے دین پر قائم رہے۔ اور تبلیغی خدمت کو نہ چھوڑا۔ تو کافروں کی ایک جماعت پھر ابو طالب کے پاس گئی۔ اور ان سے کہا۔ کہ تمہارا بھتیجا اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا۔ تم اس کو بلا کر ہمارے سامنے سمجھاؤ۔ ابو طالب نے حضور کو بلایا جماعت قریش نے آپ سے بحث اور گفتگو کی۔ آپ کو تبلیغ اسلام اور بتوں کی برائی کرنے سے منع کیا۔ حضور نے ان کے جواب میں قرآن مجید کی چند آیات سنائیں۔ اور پھر اپنے چچا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"یا عماہ! لا اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ او اھلک فیہ۔"

چچا جان! میں اسلام کی تبلیغ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا۔ جب تک کہ خدا اسلام کو غالب نہ کر دے۔ اور یا پھر میں خود ہلاک ہو جاؤں۔

قریش کی جماعت ناکام و نامراد ہو کر واپس چلی گئی۔ اور اس کے بعد معاذ اللہ دین اسلام کے استیصال پر متحدہ کوششوں میں مصروف ہو گئی۔ حضور صلعم اور مسلمانوں کو سخت سے سخت تکلیفیں دی جانے لگیں۔ اور بے دردی کے ساتھ ان کو مارا جانے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز اس کو برداشت کیا۔ اور پھر غور کیا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔

ہجرتِ حبشہ :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غور و فکر کے بعد مسلمانوں کو جمع کر کے کہا۔ کہ کافروں کی زیادتیاں حد سے گذر چکی ہیں۔ اور مظالم بھی ناقابل برداشت حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ تم میں جو لوگ ہجرت کر کے حبشہ جانا چاہیں۔ چلے جائیں۔ اپنے دین اور اپنی جان کو کافروں سے بچا لیں۔ حبشہ کا بادشاہ اگرچہ مسیحی ہے۔ لیکن انصاف پسند اور مخلوقِ خدا کا خیر خواہ ہے چنانچہ رجب ۵ نبوت میں سولہ مسلمانوں کا قافلہ جس میں ۱۲ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ رات کی تاریکی میں مکہ سے نکلا اور حبشہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ اسلام میں سب سے پہلی ہجرت تھی۔ اس میں حضرت عثمان رضؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی رقیہ (حضرت عثمانؓ کی بیوی) بھی شامل تھیں۔

اس قافلہ کے حبش پہنچ جانے کے بعد مکہ میں جو مسلمان ہوتے گئے حبشہ کو جاتے رہے۔ یہاں تک کہ حبش میں مسلمانوں کی تعداد سو کے قریب پہنچ گئی۔ اور شاہ حبش نجاشی ان کے ساتھ اخلاق و مہربانی سے پیش آیا۔

قریش کو جب معلوم ہوا۔ کہ مسلمان حبش میں پہنچ گئے ہیں۔ اور وہاں اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے عمرو بن العاص رضؓ اور عبد اللہ بن ربیعہ رضؓ کو تحائف دے کر شاہ حبش کے پاس بھیجا۔ چنانچہ ان لوگوں نے شاہ حبش سے یہ ملاقات کی۔ اور کہا کہ جو لوگ حجاز سے آپ کے ملک میں آ گئے ہیں۔ یہ ہماری قوم کے نادان لوگ ہیں۔ انہوں نے اپنے قدیم مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ اور ایک دین اختیار کر لیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان کو آپ یہاں سے نکال دیں۔ اور ہمارے ملک میں واپس بھیج دیں ورنہ یہ لوگ یہاں کے لوگوں کو بھی بہکائیں گے۔ اور فساد اٹھائیں گے۔

شاہ حبش نے مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ اور حقیقت حال کو دریافت

کیا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے کھڑے ہو کر بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"ہم لوگ جہالت و گمراہی میں مبتلا تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھا جاتا تھا۔ کہ ایسی حالت میں خدا نے ہماری ہی قوم ہی میں سے ایک شخص کو نبی بنا کر ہمارے پاس بھیجا۔ جس کی نسبی شرافت راست گوئی۔ دیانت داری اور پاک دامنی سے ہم سب واقف تھے۔ اس نبی نے ہم کو خدا کی طرف بلایا۔ توحید کا سبق دیا۔ اور یہ سمجھایا۔ کہ صرف ایک خدا کو ہم مانیں۔ اسی کی عبادت کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ بتوں اور پتھروں کی پرستش چھوڑ دیں۔ پھر اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں۔ زکوٰۃ دیں۔ ماہ رمضان کے روزے رکھیں۔ اور اس کے بعد ہم کو یہ بتایا۔ کہ ہم سچ بولیں۔ امانت کی حفاظت کریں۔ قرابت داروں کے ساتھ احسان و سلوک کریں۔ رحم کو اپنا شیوہ بنائیں۔ گناہوں سے بچیں۔ برائیوں کے پاس نہ جائیں۔ پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ جھوٹی گواہی نہ دیں۔ قتل و غارت گری نہ کریں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہم نے ان احکام کی پیروی کی۔ اب ہم صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور کسی کو کسی بات میں خدا کا شریک نہیں مانتے۔ جو چیز خدا نے ہمارے لئے حرام کر دی ہے۔ اس کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور جس چیز کو حلال قرار دیا ہے۔ اس کو حلال جانتے ہیں۔ اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی ہے۔ ہم کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچائی ہیں۔ اور ہم کو ہمارے مسلک سے مٹانا چاہتی ہے۔ جب ہم ان کے ظلم و ستم سے عاجز آ گئے۔ تو ہم نے اپنا وطن چھوڑ دیا۔

اور یہاں چلے آئے۔ صرف اس امید پر کہ آپ ہم پر ظلم وستم نہ ہونے دیں گے۔ اور ہماری حفاظت کریں گے۔"

شاہِ حبش جعفر طیار رضؓ کی تقریر سے بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ تمہارے نبی پر جو قرآن نازل ہوا ہے۔ وہ مجھ کو سناؤ۔ حضرت جعفر طیار رضؓ نے سورہ مریم کو سنانا شروع کیا۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ "ثم کلی واشربی وقری عینا الخ" تو حضرت جعفر طیار رضؓ نے دیکھا۔ کہ شاہ حبش کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور اس کے ساتھ تمام درباری پادری بھی اشک ریزاں ہیں۔ مختصر یہ کہ شاہ حبش نے قرآن مجید کو سن کر کہا۔ "ان ھذا لھو الحق" یہ بلاشبہ کلام حق ہے۔ ہاں! یہ ایسا ہی کلام ہے۔ جیسا کہ موسیٰ پر نازل ہوا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ شاہ حبش نے سورہ مریم کو سن کر کہا۔ محمد! یقیناً وہی رسول ہیں۔ جن کی خبر یسوع مسیح نے دی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس رسول کا زمانہ مجھ کو نصیب ہوا۔" اور اس کے بعد مکہ کے سفیروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ مکہ کے کافروں کی زیادتیوں سے تنگ آ کر حضرت ابو بکر رضؓ نے بھی حبشہ کی طرف جانے کا ارادہ کر لیا تھا۔ صرف ارادہ ہی نہیں۔ بلکہ مکہ سے نکل کر مقام برک الغماد تک تشریف بھی لے گئے تھے۔ لیکن قبیلہ قارہ کے ایک رئیس ابن الدغنہ نے آپ کو روک لیا۔ اور کہا "ابو بکر رضؓ! اگر تمہاری قوم تم کو جلاوطن کرتی ہے۔ تو میں تم کو اپنی حفاظت میں لیتا ہوں۔ تم وطن میں رہو۔ اور خدا کی عبادت کرو۔"

ہجرت حبشہ کے تقریباً دو اڑھائی ماہ بعد حبش میں یہ غلط خبر پہنچی۔ کہ مکہ والوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یا یہ کہ حضور اکرم اور قریش کے درمیان

مصالحت ہو گئی ہے۔ اس خبر کو سن کر مہاجرین میں سے ۳۳ آدمیوں کا قافلہ مکہ کو واپس چلا گیا۔ لیکن مکہ کے قریب پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا۔ کہ یہ خبر غلط ہے۔ مجبوراً ان کو بادل ناخواستہ مکہ میں جانا اور وہاں قیام کرنا پڑا۔ حبشہ میں مہاجرین کی جماعت ہجرت مدینہ تک رہی۔ اور اس کے بعد سب لوگ مدینہ چلے آئے۔

دنیاوی جاہ و مرتبت کا لالچ :۔ مشرکین مکہ حیران تھے۔ کہ محمد اور ان کے متبعین باوجود انتہائی مصیبتوں اور اذیّتوں کے اپنے مسلک سے ذرہ بھر نہیں ہٹتے۔ اور باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حبشہ چلی گئی ہے۔ محمدؐ کے عزائم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے اپنی جماعت میں بیٹھ کر اس امر پر غور کیا۔ ان کا خیال تھا۔ کہ محمد یہ سب کچھ اس لئے کر رہے ہیں۔ کہ ان کو دنیوی جاہ و مرتبت حاصل ہو جائے۔ قریش ان کو اپنا سردار بنا لیں۔ چنانچہ غور و غوض کے بعد انہوں نے یہ قرار دیا۔ کہ اگر محمد ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ اور ہمارے مشاغل میں دخل نہ دیں۔ تو ان کو اپنا سردار مان لیا جائے۔ اس قرارداد کے ماتحت قریش کا سردار عتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔

" بھتیجے ! تمہاری صداقت، دیانت، شرافت، لیاقت کو سب مانتے ہیں۔ تم قریش کے ایک بہترین انسان ہو۔ لیکن تم نے مذہب میں نئی باتیں پیدا کر کے اپنی شخصیت کی عزت کو برباد کر دیا ہے۔ ہمارے معبودوں کو تم برا کہتے ہو۔ ہمارے باپ دادا کو بددین مشرک اور گنہگار بتاتے ہو۔ اور آبائی مشاغل سے ہم کو روکتے ہو۔ تمہاری ان باتوں سے ہمارے درمیان تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ ہر وقت لڑائی جھگڑے کا احتمال رہتا ہے۔ خدا کے لئے تم ان

باتوں کو چھوڑ دو۔ اور اس طریقے سے تم جس بات کے متمنی ہو۔ اس سے ہم کو آگاہ کر دو۔ تاکہ ہم اس کا انتظام کر دیں۔ اگر تمہارا منشا یہ ہے۔ کہ تم اس طریقے سے مال و دولت جمع کرو۔ تو تمہارے لئے چندہ جمع کر دیں گے۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ ہم لوگ تم کو اپنا سردار بنا لیں۔ یا تم کو ملک کا بادشاہ بنا دیں۔ تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ ہم تم کو قوم کا سردار اور اپنا بادشاہ بنا لیں گے۔ اور تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ اگر تم اس ذریعہ سے چاہتے ہو۔ کہ تمہاری شادی مکہ کے کسی بڑے خاندان میں جائے۔ تو یہ بھی ممکن ہے۔ اور ان میں سے تم کسی بات کے بھی متوقع نہیں۔ یہ صرف تمہارا دماغی خلل ہے۔ تو اس کا بھی اظہار کر دو۔ تاکہ ہم تمہارا علاج کرا دیں۔ اور تمہارے دماغی توازن کو درست کرا کے تم کو پھر انسان بنا دیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے ان الفاظ کو سنا اور فرمایا چچا! میری نسبت تم نے جو خیال قائم کیا ہے۔ وہ سر تا پا غلط ہے۔ مجھ کو نہ کسی چیز کی تمنا اور آرزو ہے۔ اور نہ میں حکومت کا خواہش مند ہوں۔ میں تو صرف خدا کا پیغمبر ہوں۔ اس کے احکام کو دنیا تک پہنچانے پر مامور ہوں۔ تم کو میری یہ حقیقت خداوندِ بزرگ کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔" یہ فرما کر حضور ؐ نے سورہ حٰم سجدہ کی یہ آیات عتبہ کو سنائیں۔

حٰمٓ ۚ تنزیل من الرحمٰن الرحیم۔ کتابٌ فصلت ایٰتہ قرآناً عربیاً لقوم یعلمون ؕ بشیراً ونذیراً۔ فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی اذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عٰملون قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد۔ فاستقیموا الیہ واستغفروا

وویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکوٰۃ وھم بالاخرۃ ھم کافرون
ان الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت لھم اجر غیر ممنون۔ قل ائنکم
لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ انداداً ذلک
رب العالمین تا اخیر۔

عتبہ ان آیات کو سن کر حیران رہ گیا۔ اس پر محویت سی طاری ہو گئی۔
جب حضور ان آیات کی تلاوت فرما چکے۔ تو عتبہ خاموشی سے اٹھا۔ اور بغیر
ایک لفظ کہے چلا گیا۔ اعیان قریش سے جا کر کہا۔ "دوستو! محمد کی زبان سے
ایسا کلام سن کر آیا ہوں جس کو نہ سحر کہہ سکتے ہیں۔ نہ کہاوت و جادو۔ وہ تو
کچھ اور ہی چیز ہے۔ اگر تم میری رائے کو پسند کرو۔ تو میں یہ کہوں گا۔ کہ تم محمد کو
نہ چھیڑو۔ اور ہرگز ستانے کا ارادہ نہ کرو۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر
وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گیا۔ تو اس کی کامیابی ہمارے لئے بھی موجب
عزت و عظمت ہو گی۔ اور ناکام رہا۔ تو یہ اس کی قسمت۔ اعیان قریش نے عتبہ
کے ان الفاظ کو سنا۔ اور یہ کہتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ کہ عتبہ
پر بھی محمد کا جادو چل گیا ہے۔

قطع تعلق کی دھمکی:۔ قریش نے جب دیکھا۔ کہ حبشہ سے مسلمانوں کو واپس
لانے میں ان کی تدبیریں بیکار رہیں۔ محمد کو مال و دولت کے لالچ سے بھی وہ
اسلام کی تبلیغ اور بتوں کی برائی سے نہ روک سکے۔ تو ان کے غیظ و غضب
کی آگ مشتعل ہو گئی۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ کہ بنو ہاشم سے قطع تعلق کی
دھمکی ابوطالب کو دی جائے۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر یا تو اپنے بھتیجے محمد کی حمایت
چھوڑ دے۔ یا اس کو ہمارے حوالے کر دے۔ چنانچہ یہ تجویز سوچ کر وہ ابوطالب
کے پاس گئے۔ اور نہایت سخت لہجہ میں ان کو مخاطب کر کے کہا۔

"ابوطالب! تمہارے بھتیجے محمد کی بدزبانی اب حد سے گذر گئی ہے۔ وہ ہمارے معبودوں کو اعلانیہ برا کہتا ہے۔ ہمارے باپ دادوں کی توہین و تذلیل کرتا ہے۔ ہم سے اب صبر نہیں ہو سکتا۔ ہم آخری مرتبہ تم سے یہ بات کہنے آئے ہیں۔ کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روکو۔ یا پھر اس کو ہمارے حوالہ کردو۔ تاکہ ہم اس سے انتقام لے کر اپنے دل کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کریں۔ اگر تم نے ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک کو بھی قبول نہ کیا۔ تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قریش کے قبائل بنو ہاشم تم سے قطع تعلق کرلیں گے۔ تعجب یہ ہے۔ کہ تم باوجود اس کے کہ محمد کے ہم خیال نہیں ہو۔ اور اس کے دین کو اپنے آبائی مذہب کے خلاف مانتے ہو۔ پھر بھی اس کی حمایت کرتے ہو۔"

ابوطالب قطع تعلق کی دھمکی سے ڈر گئے۔ وہ نہ قریش سے علیحدہ ہو کر زندگی بسر کر سکتے تھے۔ اور نہ ان کو یہ گوارا تھا۔ کہ اپنے عزیز بھتیجے کو جس کو ان کے والد ماجد عبدالمطلب نے ان کی حمایت میں دیا تھا۔ قریش کے ہاتھوں میں دے دیں۔

اعیان قریش کی عداوت اور بھتیجے کی محبت نے آخر ابوطالب کو اس امر پر مجبور کر دیا۔ کہ وہ اپنے بھتیجے کو قریش کے معبودوں کو برا کہنے سے روکیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ اور کہا۔ محمد! تمہاری قوم تمہاری شکایت لے کر میرے پاس آئی ہے۔ اور ایسا ایسا کہتی ہے۔ تم مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو۔ کہ میں برداشت نہ کر سکوں۔" حضور اکرم نے چچا کے الفاظ کو سنا۔ ان کی نظروں کو بدلا ہوا پایا۔ ان کو قریش سے مرعوب دیکھا۔ لیکن اس سے آپ کے عزائم میں کوئی فرق

نہیں آیا۔ آپ نے چچا کی حمایت سے دست کشی کی پرواہ نہ کی۔ اور نہایت طمانیت، سکون اور استقلال کے ساتھ چچا کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"چچا جان! اگر یہ لوگ (یعنی قریش) میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں مہتاب دے دیں۔ (یعنی کفار دنیا کی بڑی سے بڑی چیز مجھ کو دے دیں۔ یا یہ کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے۔) تب بھی میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا۔ اور خدا کے حکم کو اس وقت تک پہنچاتا رہوں گا۔ جب تک کہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاؤں یا اپنی جان دے دوں۔ مجھ کو کوئی شخص اس کام سے نہیں روک سکتا۔"

یہ کہہ کر حضور اکرمؐ چچا کے پاس سے اٹھ کر چل دیئے۔ آپ کو خدا کے احکام کو پہنچانے میں اگرچہ کسی کی حمایت کی ضرورت نہ تھی۔ آپ خدا کا کام کر رہے تھے۔ اور خدا ہی آپ کا حامی و محافظ تھا۔ لیکن پھر بھی چچا کے چھوٹنے کا آپ کو افسوس ہوا۔ اور آپ باچشم گریاں گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ابوطالب بھتیجے کی جرات اور استقلال سے بہت متاثر ہوئے۔ اور پھر بھتیجے کے روٹھ جانے کا قلب پر اتنا اثر ہوا کہ ان کے دل میں قریش نے قطع تعلق کی دھمکی دے کر خوف پیدا کر دیا تھا۔ وہ بالکل زائل ہو گیا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور باہر نکل کر حضور اکرمؐ کو بلند آواز سے پکارا۔ اور آپ کے تشریف لانے پر کہا: بھتیجے! جو تمہارے جی میں آئے کرو اور کہو۔ میں کو نہیں چھوڑوں گا۔ اور کبھی نہ چھوڑوں گا۔"

مورخین کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد اعیان قریش اپنی قوم کے نوجوان عمارہ بن ولید کو لے کر پھر ابوطالب کے پاس گئے۔ اور کہا:۔
ہماری قوم کا یہ نوجوان خوبصورت بھی ہے۔ اور توانا و تندرست بھی تم

محمدؐ کے بدلہ میں اس کو لے لو۔ اور محمدؐ کو ہمارے حوالہ کر دو۔"

ابوطالب نے قریش کی اس عجیب و غریب خواہش کو سن کر کہا۔ "ماشاءاللہ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہ میں اپنے بھتیجے کو تو تمہارے حوالے کر دوں۔ تاکہ تم اس کو مار ڈالو۔ اور تمہارے لڑکے کی میں پرورش کروں۔"

ابوطالب کے ان الفاظ نے قریش کو برہم کر دیا۔ اور اعلانیہ مخالفت ہو گئی۔ ابوطالب نے خطرہ کو محسوس کر کے بنو ہاشم کو جمع کیا اور کہا۔ "قریش علانیہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ تم محمدؐ کی حفاظت کرو۔ جو تمہارے خاندان ہی کا ایک دیانت دار اور امین شخص ہے۔" بنو ہاشم نے خاندانی حمیت کے اعتبار سے ابوطالب کی خواہش کو قبول کر لیا۔ اور سب محمدؐ کی حفاظت و حمایت پر تیار ہو گئے۔ صرف ابولہب اس مشورہ سے علیحدہ رہا۔ اور اپنی قوم کا ساتھ نہ دیا۔

حضرت حمزہ رضؓ کا اسلام

نبوت کے چھٹے سال ایک روز حضورؐ اکرم کوہِ صفا پر تشریف فرما تھے۔ کہ ابوجہل ادھر آ نکلا۔ ابوجہل حضورؐ کے مخالفین میں سے بد ترین درجہ کا شخص تھا۔ آپ کو دیکھ کر اس نے گالیاں دینی شروع کر دیں اور اسلام کے خلاف سخت کلمات کہے۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ ابوجہل نے آپ کو خاموش پایا۔ تو آپ کے سر پر ایک پتھر بھی پھینک مارا جس سے حضورؐ کے سر مبارک سے خون ہو گیا۔ عبداللہ بن عدنان یا حضرت حمزہ رضؓ کی لونڈی نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور

حضرت حمزہ رضؓ سے جا کر بیان کیا۔

حضرت حمزہ رضؓ حضور صلعم کے چچا اور رضاعی (دودھ شریک) بھائی تھے۔ عمر میں چند ہی سال بڑے تھے۔ اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن بچپن میں ساتھ کھیلنے کے سبب سے حضور اکرم سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ قریش میں حضور کے خلاف جو طوفان برپا تھا۔ اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے کہ ان کا مرغوب ترین شغل سیر و شکار تھا۔ اور اکثر اوقات اسی میں مشغول رہتے تھے۔ شجاع اور بہادر تھے۔ اور قومی عصبیت رکھتے تھے۔ لونڈی سے واقعہ سن کر آپ کو غصّہ آگیا۔ اور قومی جوش میں بھرے ہوئے ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور اس کے سر پر پوری قوت سے کمان مار کر کہا۔ نالائق! تو محمدؐ کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ معلوم نہیں کہ میں اس کا چچا ہوں۔ اور میں نے اس کے دین کو قبول کر لیا ہے یہ واقعہ غالبًا حرم کعبہ کا ہے۔ جہاں اس وقت قریش کی جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ بعض لوگوں نے ابوجہل کی مدد کرنی چاہی۔ لیکن پھر حمزہ رضؓ کے تیور دیکھ کر اور ابوجہل کے یہ کہنے پر کہ حمزہ رضؓ کی یہ حرکت قابل درگذر ہے اور واقعہ یہ ہے۔ کہ میں نے ان کے بھتیجے کو بہت سخت سست کہا تھا۔ سب لوگ خاموش رہے۔ حضرت حمزہ رضؓ خانہ کعبہ سے نکل کر حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا بھتیجے خوش ہو۔ کہ ابوجہل سے میں نے تمہارا انتقام لے لیا ہے۔"

حضور نے فرمایا:۔

"چچا جان میں بدلہ لینے خوش نہیں ہوا۔ میں تو اس وقت خوش ہوں گا۔ جب آپ اسلام قبول کریں گے۔

حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

حضرت عمرؓ قریش کے ایک معزز رکن تھے۔ آپ اکثر قریش کی سفارت کی خدمات انجام دیا کرتے تھے۔ ابو جہل کی طرح یہ بھی حضورؐ کے جانی دشمن تھے۔ اور مسلمانوں کے لئے گویا آفت و بلا تھے۔ ان کی ایک لونڈی مسلمان ہو گئی تھی۔ جس کو یہ بری طرح مارا کرتے تھے۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ بھی ان کا یہی سلوک تھا۔

حضرت حمزہؓ کے اسلام لے آنے کے بعد قریش کو بڑی تشویش ہوئی۔ اور انہوں نے مجلس شوریٰ منعقد کی۔ ابوجہل نے حاضرین کو خطاب کر کے کہا۔ "تم پر افسوس ہے۔ کہ تمہاری قوم کا ایک لڑکا تمہارے معبودوں کو برملا برا کہے۔ تم کو گمراہ اور کافر بنائے۔ اور تم اس کا کچھ نہ کر سکو۔ کون ہے۔ جو تم میں سے محمد کا سر کاٹ کر لائے میں سو اونٹ اور ایک ہزار اقیہ چاندی اس کو انعام دوں گا۔"

عمر بن خطاب یہ سن کر غضب ناک ہو گئے۔ اور حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔ "تم گھبراؤ نہیں میں ابھی محمد کا قصہ (معاذ اللہ) پاک کر دوں گا۔" یہ کہہ کر حضرت عمرؓ اپنے گھر گئے۔ اور تلوار لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل دیئے۔

چند روز قبل حضور نے قریش کے مظالم سے تنگ آ کر یہ دعا کی تھی کہ "اے بار الہا! ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے کسی کو اسلام قبول کرنے کی توفیق مرحمت فرما تا کہ ان سے اسلام کو قوت پہنچے" حضور کی یہ دعا قبول ہو چکی تھی۔ اور اب اس کا وقت آ گیا تھا۔

حضرت عمرؓ ہاتھ میں ننگی تلوار لئے جا رہے تھے۔ کہ راستہ میں نعیم بن عبداللہ نامی ایک شخص ملا۔ اور پوچھا۔ "عمر! کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ عمر نے جواب دیا۔ "محمدؐ کی تلاش جا رہا ہوں۔ اس کا سر کاٹ کر لاؤں گا۔ تاکہ اس فتنہ و فساد کا خاتمہ ہو جائے۔ جو اس نے مکہ میں بپدا کر رکھا ہے۔" نعیم بن عبداللہ نے کہا۔ "عمر! ہرگز ایسا نہ کرنا۔ محمدؐ کا قتل آسان نہیں ہے۔ عبدمناف کی اولاد تم کو زندہ نہ چھوڑے گی۔ اپنی جوانی پر رحم کھاؤ۔ اور واپس چلے جاؤ۔" عمر اس وقت غصے میں بھرے ہوئے تھے۔ نعیم بن عبداللہ کے الفاظ نے اور غضب ناک بنا دیا۔ اور جواب میں انہوں نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تو بھی صابئی ہو گیا ہے۔ (یعنی مسلمان) آ پہلے تجھ ہی سے فراغت کر لوں۔" نعیم بن عبداللہ نے کہا۔ عمرؓ! پہلے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ، تمہارے بہنوئی اور چچا زاد بھائی سعید بھی مسلمان ہو چکے ہیں۔" عمر یہ سن کر آگ بگولا ہو گئے۔ فوراً پلٹ پڑے اور سعیدؓ بن زید کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید بن زید اسلام قبول کر چکے تھے۔ لیکن عمر کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھتے تھے حضرت خبابؓ ایک سن رسیدہ صحابی خفیہ طور پر ان کے یہاں آتے۔ اور قرآن مجید پڑھا جایا کرتے۔ اتفاق سے اس وقت وہ فاطمہؓ اور سعید کو کلام مجید سنا رہے تھے۔ کہ عمرؓ آ پہنچے حضرت خبابؓ فوراً کوٹھڑی میں چھپ گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے کلام الٰہی کے اوراق کو چھپا لیا۔ لیکن بایں ہمہ حضرت خبابؓ کے قرآن مجید پڑھنے کی آواز عمرؓ نے سن لی۔

حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی غضبناک لہجہ میں کہا۔ "تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟" فاطمہؓ نے کہا۔ "بھائی! کچھ نہیں۔ ہم تو باتیں کر رہے

تھے۔ جس طرح گھروں میں باتیں کی جاتیں ہیں۔"

عمرؓ اس وقت غصہ میں اندھے ہو رہے تھے۔ بہن کا جواب سن کر بہنوئی کی طرف بڑھے۔ اور ان کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت فاطمہ رضؓ نے اپنے شوہر کو بچانا چاہا۔ تو عمر نے ان کی بھی خبر لی۔ اور اس قدر مارا کہ ان کے جسم سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت عمر رضؓ کی اس ناشائستہ حرکت کو دیکھ کر کہ وہ ایک عورت اور پھر اپنی بہن پر غصہ اُتار رہے ہیں۔ فاطمہ رضؓ کو بھی غصہ آگیا۔ اور انہوں نے نہایت جرات و دلیری اور استقلال کے ساتھ عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا۔

"قد اسلمنا و تابعنا محمداً افعل مابدالک	عمر! ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ محمد کی اطاعت کا جُوا ہم نے اپنی گردن پر ڈال لیا ہے۔ جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ ہم اسلام کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔"

فاطمہ رضؓ کے جوش، اسلامی حرارت اور غیر معمولی جرات کو دیکھ کر عمر رضؓ پر غیر معمولی اثر پڑا۔ ایک لمحہ تک تو وہ خاموش کھڑے رہے۔ پھر بہن کو لہو لہان پا کر سارا غصہ فرو ہو گیا۔ وہ آگے بڑھے۔ فرش پر بیٹھ گئے۔ محبت کی نگاہوں سے بہن کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ "جو چیز تم پڑھ رہے تھے۔ مجھ کو بھی سناؤ۔" خبابؓ یہ سن کر فوراً باہر نکل آئے۔ فاطمہ رضؓ کے اشارہ سے انہوں نے سورہ طٰہٰ پڑھ کر حضرت عمر رضؓ کو سنائی۔ عمر کلام الٰہی سے بے حد متأثر ہوئے۔ خدا کے خوف سے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ انہوں نے بہن کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیف تصنعون اذا اردتم الاسلام	جب تم اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرتے ہو۔ تو کیا کرتے ہو۔

خباب رضؓ نے اسلامی طہارت کا طریقہ بتایا۔ حضرت عمر رضؓ نے وضو کر کے کہا۔ "مجھ کو حضور کے پاس لے چلو۔" خباب آپ کو ساتھ لئے ہوئے زیدؓ بن ارقم

کے مکان پر پہنچے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمرؓ نے دستک دی۔ آواز آئی۔
کون ہے؟ عمرؓ نے کہا۔ عمر ہے۔ عمرؓ کا نام سن کر لوگ ڈر گئے۔ حضرت حمزہؓ نے
فرمایا۔ "دروازہ کھول دو۔ عمرؓ اگر مصالح و محبت کے ساتھ آیا ہے۔ تو خیر!
ورنہ اس کی تلوار ہوگی۔ اور اسی کی گردن۔" دروازہ کھول دیا گیا۔ عمرؓ
اندر داخل ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ "عمرؓ! کس ارادہ
سے آئے ہو۔" عمرؓ نے عرض کیا۔ اسلام قبول کرنے" یہ سن کر حاضرین نے
بلند آواز سے تکبیر کہی۔ جس کی آواز حرم کعبہ تک گئی۔

حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور سے عرض کی۔ "کہ
آپ چھپ کر نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ چلو کعبہ کے صحن میں چل کر نماز ادا
کریں۔" چنانچہ تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور صحن کعبہ میں جا کر نماز
ادا کی۔ کفار و مشرکین نے اگرچہ اس کی مخالفت کی۔ لیکن حضرت عمرؓ اور
حضرت حمزہؓ کے خوف سے زیادہ مخالفت نہ کر سکے۔

قطع تعلق

مشرکین مکہ نے اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس قدر
مخالفت کی۔ اسلام نے اسی قدر ترقی کی حضور اور مسلمانوں کی ہمتوں میں
اضافہ ہوتا گیا۔ حبشہ کے مسلمانوں کو واپس لانے کی کوشش میں ناکامی۔
ابوطالب کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش میں ناکامی۔ اسلام کی تبلیغ و
اشاعت کی جدوجہد کو روکنے میں ناکامی نے قریش کو دیوانہ بنا دیا۔
ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اور وہ اس کام کو کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جو
انسان کی انتہائی شقاوت و بدبختی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ قریش نے اپنے تمام

اعیان کو جمع کیا۔ اور مشورہ کے بعد قرار دیا۔ کہ بنو ہاشم کے تمام لوگوں سے بجز ابو لہب کے تمام ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ جب تک کہ وہ محمد کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ یعنی قریش کا کوئی شخص نہ تو بنو ہاشم میں سے کسی شخص کے ساتھ (مسلمان ہو یا کافر) اپنی لڑکی کا نکاح کرے۔ اور نہ ان کی لڑکی اپنے خاندان میں لے۔ نہ ان کے ساتھ نشست و برخواست رکھے۔ ان سے لین دین یا خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کرے۔" سب نے اس معاہدہ سے اتفاق کیا اور قسمیں کھائیں۔ پھر اس کو لکھ کر کعبہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا۔

ابوطالب کو جس بات کا خطرہ تھا۔ سامنے آگیا۔ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اور بھتیجے کی خاطر سب کچھ گوارہ کر لیا۔ وہ بنو ہاشم کو بھتیجے کی حمایت و حفاظت پر پہلے ہی آمادہ کر چکے تھے۔ قریش کے اس معاہدہ کو سن کر انہوں نے بھی پھر بنو ہاشم کو جمع کیا۔ اور کہا۔ قریش نے تمہارے بھائی محمدؐ کے خلاف اتفاق کر لیا ہے۔ اب تم کیا کہتے ہو۔" بنو ہاشم نے یک زبان ہو کر کہا۔ "ہم اپنے بھائی محمدؐ کے ساتھ ہیں۔ خواہ ہم کو کتنی ہی تکالیف برداشت کرنی پڑیں۔" ابوطالب بنو ہاشم کے اس اتحاد سے بہت خوش ہوئے۔ بنو ہاشم کی تعریف میں ایک زبردست قصیدہ کہا۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی شرافت اور ذاتی خصائل کا بھی ذکر کیا۔

قریش کے قطع تعلق کر لینے پر ابوطالب بنو ہاشم کے تمام لوگوں کو ابولہب کے سوا جو قریش میں شامل ہو گیا تھا۔ پہاڑ کی گھاٹی میں لے گئے۔ اس گھاٹی کا نام شعب ابوطالب (ابوطالب کی گھاٹی) تھا۔ جو ایک محفوظ قلعہ کی مانند مستحکم گھاٹی تھی۔

یکم محرم ۷ نبوی کو بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان اور کافر دونوں جس قدر سامان خورد و نوش ان کے پاس تھا۔ لے کر ابوطالب کی گھاٹی میں چلے

گئے۔ اور تین برس تک اس گھاٹی میں سخت تکلیف سے گذارے۔ گھاٹی میں پناہ گزین ہو جانے کی وجہ یہ تھی۔ کہ شہر کے اندر ان کا رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ شہر والے نہ تو بات چیت کرتے تھے۔ اور ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کھانے پینے کی چیزیں بھی ان کو نہ دی جاتی تھیں۔ اس پر طرّہ یہ کہ قریش موقعہ کے بھی منتظر رہتے تھے۔ بنو ہاشم کو جانی نقصان بھی پہنچانے کی کوشش بھی کرتے تھے۔ ابوطالب نے بنو ہاشم کی جان اور مال کو خطرہ میں پاکر یہ مناسب سمجھا کہ کسی محفوظ جگہ میں چلے جائیں۔ اور سب ایک جگہ رہیں۔ تاکہ خطرہ کے موقع پر متحدہ مقابلہ کیا جائے۔

مؤرخین کا بیان ہے۔ کہ جس قدر سامان خوراک بنو ہاشم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ وہ بہت تھوڑے دنوں میں ختم ہو گیا۔ بنو ہاشم اس پر مجبور ہو گئے۔ کہ درختوں کا ایندھن پیٹ میں جھونکیں۔ بھوک کی اذیت کو رفع کریں۔ ان کے بچے اکثر بھوکوں رویا کرتے تھے۔ ان کے رونے کی آواز شدت بھوک کی وجہ سے اس قدر بلند ہوتی تھی۔ کہ گھاٹی سے باہر نکل کر پہاڑی میدان میں گونجنے لگتی۔ کافر ان آوازوں کو سنتے۔ اور خوش ہوتے تھے۔ منقول ہے۔ کہ بنو ہاشم کے پناہ گزین لوگوں میں سے ایک شخص کو کہیں سے چمڑہ کا ایک ٹکڑا مل گیا۔ بیچارے نے اسی کو آگ پر بھون کر کھا لیا۔

بنو ہاشم کے رشتہ دار خفیہ طور پر ان ایام میں سامانِ خوراک اور غلّہ وغیرہ سے کچھ مدد دے دیا کرتے تھے۔ لیکن جب کسی کو اس کا حال معلوم ہو جاتا تھا۔ تو شہر والے اس کی بری طرح خبر لیتے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعض عزیز اکثر آپ کے پاس غلہ پہنچا دیا کرتے تھے۔ اور آپ کی حالت دریافت کرتے رہتے تھے۔

حج کے ایام میں بنو ہاشم کو کس قدر آزادی مل جاتی تھی۔ اور وہ گھاٹی سے نکل کر ادھر ادھر چلے جایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر غیر معمولی فائدہ اٹھاتے۔ تبلیغ کے لئے ادھر ادھر نکل جاتے۔ اطراف و جانب سے جو قبائل حج کو آتے آپ ان سے ملتے۔ اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے۔ لیکن مکّہ کے قریش نے ان کا بھی آخر انسداد کیا۔ اور راستوں پر لوگوں کو بٹھا دیا۔ اور ادھر کے قبائل میں آدمی مقرر کر دیئے۔ تاکہ محمدؐ آئیں۔ اور کسی کو اسلام کی دعوت دیں۔ تو وہ لوگوں کو پکار دیں۔ یہ شخص دیوانہ اور مجنون ہے۔ یا ساحر و جادوگر ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آنا۔

تین برس تک قریش کے قطع تعلق کا معاہدہ قائم رہا۔ اس عرصہ میں بنو ہاشم اور قریش کے درمیان کوئی یگانگت نہ رہی۔ یہاں تک کہ بھائی بھائی سے بیگانہ ہو گیا۔ چچا بھتیجوں سے اور لڑکیاں والدین سے۔ آخر قریش کے ایک حساس شخص نے اس ظلم کو محسوس کیا۔ اور نقض عہد پر آمادہ ہو گیا۔ یہ شخص ہشام بن عمر بن حارث تھا۔ جس کی بنو ہاشم سے انتہائی قرابت تھی۔ ایامِ حصار میں محاصرین کو غلہ وغیرہ سے برابر مدد دیتا تھا۔ ہشام مذکور کے دل میں ایک روز بیٹھے بیٹھے یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ یہ تو بڑا ظلم ہے۔ کہ ہم تو ہر قسم کی آسائش سے متمتع ہوں۔ آزادی سے چلے پھریں۔ کھائیں پئیں۔ اور ہمارے بھائی بنو ہاشم فاقوں اور تنہائی کی مصیبت میں گرفتار ہوں۔ وہ فوراً اپنے دوست زہیر بن امیہ مخزومی کے پاس گیا۔ اور اس کو غیرت دلائی۔ اس نے کہا۔ میں تنہا کیوں کر معاہدہ کی خلاف ورزی کر سکتا ہوں۔ اگر دو شخص بھی میرے ہم خیال ہو جائیں تو میں معاہدہ کو پارہ پارہ کر دوں۔ ہشام نے دو اور آدمیوں کو تیار کیا۔ چاروں نے مل کر پانچویں آدمی کو ہم خیال بنایا۔ یہ پانچوں آدمی رات کو ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور باہم معاہدہ

کیا۔ کہ ہم معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دیں گے۔ چنانچہ صبح کو سب خانہ کعبہ میں گئے اور طواف سے فارغ ہو کر زبیر نے قریش کی جماعت جو وہاں پر جمع تھی۔ مخاطب کر کے کہا۔ قریش بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ ہم اپنے گھروں میں آرام و آسائش سے رہیں اطمینان سے کھائیں پئیں۔ اور چین سے زندگی بسر کریں۔ اور ہمارے بھائی بنو ہاشم گھاٹی کے اندر حصار کی حالت میں پڑے رہیں۔ بھوکوں مریں۔ اور مصیبت و آرام کی زندگی گذاریں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گا۔ جب تک اس ظالمانہ معاہدہ کو پاش پاش نہ کر دوں گا۔" ابوجہل نے زبیر کے ان الفاظ کو سنا اور کڑک کر کہا۔ "تیری کیا مجال ہے۔ کہ تو معاہدہ کو چاک کر سکے" زبیر کے ہمراہی ربیعہ نے کہا۔ "ابوجہل! تو کذاب اور مفتری ہے۔ یہ معاہدہ ہرگز ہرگز قابل عمل نہیں۔ یہ ہماری عدم موجودگی میں لکھا گیا ہے۔ اور ہم اس کو نہیں مانتے۔ زبیر کے ایک اور ساتھی نے کہا۔ خدا کی قسم ربیعہ نے سچ کہا ہے۔ یہ معاہدہ ہماری مرضی کے بالکل خلاف ہے۔" زبیر کے چوتھے ہم خیال نے کہا۔ "ربیعہ اور اس کے ساتھی نے جو کچھ کہا درست و صحیح ہے۔ ہرگز یہ معاہدہ قابل عمل نہیں۔" ہشام بن عمر نے کہا۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ ہرگز ہرگز اس معاہدے کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔

ہشام و زبیر کے ساتھیوں کی تصدیق و تائید نے قریش کے چھکے چھڑا دیئے۔ ابوجہل نے معاہدہ کے خلاف کافی طاقت پا کر کہا۔ "اچھا! اگر تم اس سے راضی نہیں ہو۔ تو پھر اس وقت جو فیصلہ مناسب ہو کر لو۔" چونکہ ہشام، زبیر اور ان کے ہمراہی پورے جوش سے گفتگو کر رہے تھے۔ اس لئے ان کی گفتگو کی آواز بہت بلند تھی۔ یہاں تک کہ گھاٹی تک اس شور کی آوازیں پہنچ گئیں۔ ابوطالب نے یہ شور سنا۔ تو گھاٹی سے نکلے۔ اور خانہ کعبہ میں

پہنچ گئے۔ دیکھا تو یہاں معاہدہ کے خلاف سخت گفتگو ہو رہی تھی۔ ابو طالب نے اس موقعہ کو مناسب سمجھ کر قریش کو مخاطب کیا۔ اور کہا۔

"برادرانِ قریش! جو معاہدہ تم نے کیا ہے۔ وہ تمہارا سب کا متفق علیہ ہے۔ اس پر تم سب کے دستخط ہیں؟" قریش نے کہا۔ ہاں اس پر اعیان قریش کے دستخط ہیں۔ اور وہ متفق علیہ ہے۔" ابو طالب نے کہا۔ "عزیزو! محمدؐ نے مجھ کو بتایا ہے۔ کہ جو معاہدہ قریش نے لکھا ہے۔ اس کو دیمک یا جھینگر چاٹ گئے ہیں۔ صرف خدا کا نام باقی ہے۔ جس کو دیمک نے نہیں چاٹا۔ تم معاہدہ کو نکال کر دیکھو۔ اگر محمد کا بیان درست ہے۔ تو سمجھو یہ معاہدہ ظالمانہ تھا۔ اور ان کی تکذیب بے فائدہ ہے۔ اور اگر محمدؐ کا بیان صحیح نہیں ہے۔ تمہارا معاہدہ صحیح اور درست حالت میں ہے۔ تو سمجھو محمدؐ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں اور اس حالت میں ان کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔" ابو طالب کے اس فیصلہ کو سن کر قریش خوش ہو گئے۔ اور اس کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کے اندر سے معاہدہ کو نکالا گیا۔ دیکھا۔ تو معاہدہ کے صحیفہ میں باسمک اللھم کے سوا کوئی نقطہ نہ تھا۔ قریش بے حد شرمندہ ہوئے۔ زبیر و ہشام کے ساتھی مطعم نے معاہدہ کے صحیفہ کو غضب ناک ہو کر پھاڑ دیا۔ اس کے بعد یہ ہم خیال جماعت بنو ہاشم کو گھاٹی سے لے آئے۔ اور بدستور سابق ان کے گھروں میں پہنچا دیا۔ پھر سے تعلقات قائم ہو گئے۔

ابو طالبؓ کی وفات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ۹ سنہ نبوی کے آخر یا ۱۰ سنہ نبوی کے آغاز میں بنو ہاشم کے ساتھ شعب ابو طالب سے مکہ میں آئے۔ اور پوری

قوت سے تبلیغ میں مصروف ہوئے۔ بہت سے لوگ اس تبلیغ سے حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ابو طالب نے حضورؐ کو آٹھ سال کی عمر سے اپنی حمایت میں لے لیا۔ اور ہر موقع پر آپ کے لئے سینہ سپر رہے تھے۔ اور آپ کو قریش کے ظالم ہاتھوں سے محفوظ رکھا تھا۔ ان کی عمر اسی سال کی ہو چکی تھی۔ کہ ماہ شوال سنہ ۱۰ نبوی میں وہ بیمار ہو گئے۔ اور جانبر نہ ہو سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں بھی اپنے فرض کو ادا کیا۔ اور چچا کو ایمان لے آنے کی ترغیب دی۔ لیکن چوں کہ اسلام ان کی قسمت میں نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ اور کفر و شرک کی حالت میں انتقال کیا۔

ابو طالب نے مرتے وقت بنو ہاشم کے اعیان کو بلایا۔ جن میں ان کے بھائی عباس رضؓ اور حمزہ رضؓ بھی تھے۔ اور وصیت کی۔ کہ محمد کو اپنی حمایت وحفاظت میں رکھنا۔ اور کسی وقت ان کی طرف سے غافل نہ رہنا۔ یہ وصیت کر ہی رہے تھے۔ کہ ان کی روح جسم سے نکل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔

حضرت خدیجۃ الکبرای کی وفات

حضرت خدیجۃ الکبرای اور ابو طالب کی وفات میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ خدیجۃ الکبرای کی وفات پہلے ہوئی۔ اور ابو طالب

علامہ شبلی نے سیرت النبی لکھا ہے۔ کہ ابو طالب وفات سے پہلے کلمہ طیبہ پڑھ رہے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اسلام کی حالت میں وفات پائی۔

کی بعد کو اور بعض ابوطالب کی وفات کو پہلے مانتے ہیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ ابوطالب نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تین دن پہلے انتقال کیا۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ پہلی مسلمان تھیں۔ آپ نے اپنی ساری دولت کو اسلام پر قربان کر دیا تھا۔ اسلام کی دعوت اور تبلیغ میں کفار سے حضورؐ کو تکالیف پہنچتیں۔ ان میں آپ ہی کی ذات تھی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین و تسلی دیا کرتیں۔ اور اپنے اس کام کو جاری رکھنے پر ہمت بندھا کرتی تھیں۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبت تھی۔ ان کی زندگی میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ اور ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مشورہ پر عامل رہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ نے ابوطالب کی وفات کے تین روز بعد اور بقول بعض ایک دن یا پانچ دن وفات پہلے پائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی وفات کا بے حد صدمہ ہوا۔ اور اس سال کا نام جس میں یہ دونوں ہستیاں حضور سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوئیں۔ آپ نے عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔

ایک پیشین گوئی!

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ابوطالب کی وفات سے پہلے ۱۰ سنہ نبوی میں اس زمانہ کے دو طاقتور بادشاہوں روم اور فارس کے درمیان سخت جنگ چھڑی ہوئی تھی۔ روم کی طاقت اگرچہ زبردست تھی لیکن فارس نے اس وجہ سے کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنی فوجوں کو ترتیب تر ہونے کے سبب میدان کارزار میں پہنچا دیتا تھا۔ اور روم کے دور سے فوجیں لانا پڑتی تھیں۔

روم پر فتح حاصل کر لی۔ اور روم کے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا جو فارس کی حدود سے ملے ہوئے تھے۔ کفار قریش فارس کی فتح سے بہت خوش ہوئے۔ اور یہ کہنے لگے۔ کہ جس طرح آتش پرستوں نے (جو حقیقت میں بت پرستوں کے مشابہ ہیں)۔ اہل کتاب رومیوں پر فتح حاصل کی ہے۔ اسی طرح ہم بھی مسلمان اہل کتاب پر غلبہ حاصل کر لیں گے۔ اور معاذ اللہ اسلام اور مسلمانوں کا قطعی استیصال کر دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان مشرکین مکہ کی ان باتوں کو سنتے ان کی خوشیوں کے مناظر کو دیکھتے اور خاموش رہتے چند ہی دن اس حالت میں گذارے تھے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا کا یہ کلام لے کر حاضر ہوئے۔

الٓمّٓ۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ فی بضع سنین۔ للہ الامر من قبل ومن بعد یومئذ یفرح المؤمنین بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم۔ وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہٗ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

مغلوب ہوئے ہیں۔ اہل روم قریب کے ملک فارس میں۔ لیکن اپنے مغلوب ہونے کے چند سال بعد ہی پھر غالب ہو جائیں گے۔ اللہ ہی کا اختیار پہلے بھی تھا۔ اور بعد کو بھی رہے گا۔ جب رومی غالب ہوں گے۔ اس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ وہ جس کو چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ وہ غالب و مہربان ہے۔ یہ وعدہ ہے اللہ کا اور اللہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر آدمی نہیں سمجھتے

ان آیات کے نازل ہونے پر حضرت ابوبکرؓ نے اس کا عام اعلان کیا۔ اور مشرکوں کو بتایا۔ کہ دس سال کے اندر اندر رومی اہل کتاب پھر آتش

پرستوں پر فتح پائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نو سال کے بعد دعا باؤان
دونوں حکومتوں میں جنگ ہوئی رومیوں نے آتش پرستوں پر فتح حاصل
کی۔ اور اس کی بشارت مکہ میں اس وقت پہنچی جب کہ جنگ بدر میں
مشرکین مکہ کے شکست کھانے اور اہل و عیال کے مارے جانے کی خبر مکہ میں
پہنچی تھی۔

حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ سے نکاح

ام المومنین حضرت سودہ رضؓ اپنے شوہر سکران بن عمر اور بیٹے عبدالرحمٰن کے
ساتھ مسلمان ہو گئیں۔ کافروں نے آپ کے شوہر کو محض اس جرم میں کہ وہ مسلمان
ہو گیا تھا۔ مار ڈالا۔ آپ کافروں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر حبشہ چلی گئیں بعرصہ تک
وہاں رہیں۔ لیکن ناداری کے سبب پھر مکہ چلی آئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی
وفات کے بعد حضورؐ اکرم نے ان سے نکاح اس لئے کر لیا تھا کہ ایسی مستقل
مسلمان عورت کی دستگیری ضروری تھی۔ جس نے اسلام پر اپنے شوہر کو قربان
کر دیا ہو۔ اور اسلام پر استقلال سے قائم ہو۔

حضرت سودہ رضؓ سے نکاح کے چند ماہ بعد حضور اکرم نے حضرت
ابوبکر صدیق رضؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رضؓ سے نکاح کیا۔ جن کی عمر اس وقت
ساڑھے چھ برس کی تھی۔

طائف کا سفر

ابوطالب کی وفات کے بعد کفار قریش اس خطرہ سے مطمئن ہو گئے۔
جو ان کو حضور کے خلاف موثر تدابیر کرنے سے روکتا تھا۔ اور اب وہ نہایت ہی

آزادی کے ساتھ حضور کے اور مسلمانوں کو ستانے میں تکلیفیں دینے لگے۔ یہاں تک کہ ہر وقت وہ ایک شریر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے جہاں آپ اسلام کی تبلیغ کرتے یہ لوگ آپ کا مذاق اُڑانے اور مسلمانوں کو بری طرح مارنے پیٹتے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے کافروں سے مایوس ہو گئے۔ اور ان کے ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آ گئے۔ تو آپ نے مسلمانوں کی جماعت سے کہا۔ کہ میں مکہ سے باہر جانا اور اطراف وجوانب کے قبائل میں اسلام کی تبلیغ کرنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے۔ کہ میری عدم موجودگی میں کفار اپنی روش کو بدل دیں۔ وہ حقیقت پر غور کریں۔ اور میری دعوت کو سمجھیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی اتفاق رائے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو اپنے ساتھ لیا۔ اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ مکہ سے طائف تک ساٹھ ستر میل کا فاصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاپیادہ طے کیا۔ اور راستے میں جو قبائل آپ کو ملے۔ ان میں اسلام کی تبلیغ کی۔ لیکن ایک شخص نے بھی آپ کی دعوت کو لبیک نہ کہا۔

طائف میں قبائل ثقیف آباد تھے۔ اور چونکہ طائف حجاز کا سرسبز شاداب علاقہ تھا۔ اس لئے یہاں کے سردار عبد یالیل۔ حبیب اور مسعود جو حقیقی بھائی تھے۔ وہ نہایت بدمزاج اور مغرور واقع ہوئے تھے حضورؐ نے ان سرداروں سے بات چیت کی۔ اور پھر اسلام کی دعوت دی۔ تینوں نے بے پرواہی کے انداز میں بدتمیزی سے جواب دیا۔ ایک نے کہا۔ "اگر خدا نے تم کو رسول بنا کر بھیجا۔ تو تم اس طرح پیدل پاؤں گھسیٹتے یہاں نہ آتے"۔ دوسرے نے کہا۔ کیا تمہارے سوا خدا کو کوئی اور رسول بنانے کے لئے نہ ملا۔ اگر رسول بنا کر بھیجنا تھا۔ تو کسی حاکم یا سردار کو رسول بناتا"۔ تیسرے نے کہا "خدا کی قسم تم سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ اس

لئے کہ اگر تم واقعی رسول ہو۔ تو جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو میں تمہارے کام کو رد کرنا پسند نہیں کرتا اور اگر رسول نہیں ہو۔ تو ایسے شخص سے بات کرنا میری شان کے شایاں نہیں۔ جو خدا پر جھوٹ بولتا ہو۔"

حضورؐ نے طائف میں دس روز قیام فرمایا۔ اور مختلف مقامات پر تبلیغی وعظ کیے۔ لیکن ایک شخص کو بھی اسلام لانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں کسی جگہ وعظ فرما رہے تھے۔ کہ قبیلہ ثقیف کے سرداروں نے آپ کے پیچھے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو لگا دیا۔ انہوں نے آپ پر پتھر پھینکے۔ اور اس قدر شور و غل مچایا۔ کہ آپ وعظ کو بند کرنے پر مجبور ہو گئے۔ پتھروں نے آپ کو زخمی کر دیا۔ جسم مبارک کے مختلف مقامات سے اس قدر خون بہا کہ آپ کے قدموں تک پہنچ گیا۔ اور نعلین مبارک تر ہو گئیں۔ اسی طرح ایک اور موقع پر آپ وعظ فرما رہے تھے۔ کہ طائف کے لوگوں کے اشارے سے غلاموں اور لڑکوں نے آپ پر پتھر پھینکنا شروع کیے۔ تالیاں بجاتے جاتے اور گالیاں دیتے جاتے تھے۔ پتھر برساتے یہاں تک کہ حضورؐ اور زید بن حارث دونوں زخمی ہو گئے۔ مجمع سے نکل کر انگور کے ایک باغ میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑی دور تو لوگوں نے تعاقب کیا۔ پھر چھوڑ کر چلے گئے۔ انگور کے باغ میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے خون نکل جانے کے سبب سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ زید بن حارث پانی لائے۔ زخموں کو دھویا۔ اور منہ پر چھینٹے دیئے۔ جب آپ کو ہوش آیا۔ تو اپنی ناکامی پر افسوس کرتے ہوئے خدا سے یہ دعا کی۔

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی و قلۃ حیلتی و ھوانی الی	اے اللہ! اپنی کمزوری، ناداری اور لوگوں کی تحقیر کی بابت میں تیرے حضور میں فریاد کرتا ہوں، تو

الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الی من تکلمنی۔ الی بعض یحرومنی اوالی عدو ملکتہ امری ان لم یکن علی غضب فلا ابالی ولکن عافیتك ھی اوسع لی۔ اعوذ بنور وجھك الذی اشرقت لہ الظلمت وصلح علیہ امر الدنیا والآخرۃ من ان ینزل بی غضبك او یحل علی سخطك لك العتبی حتی یرضی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ارحم الراحمین ہے۔ تو کمزوروں کا مالک ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے۔ مجھ کو کس کے حوالے کیا جاتا ہے کیا بغض رکھنے والے حملہ آور کے یا اس دشمن کے جو میرے امور کام پر قابو رکھتا ہے۔ لیکن اگر تو اے اللہ مجھ پر غضبناک نہیں ہے۔ تو مجھ کو (دشمنوں اور ان کی اذیت رسانی کی) پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تیری عافیت میرے لئے کشادہ ہے۔ میں تیری ذات کے نور سے (دشمنوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں۔ ہاں اس نور سے جس سے ہر قسم کی تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں۔ اور جس سے دین و دنیا کے کام درست ہو جاتے ہیں۔ ہاں تیری پاک ذات کے نور سے پناہ لیتا ہوں۔ اس بات سے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا تیرا مجھ پر غصہ مسلط ہو۔ میں صرف تیری ہی رضا اور خوشنودی چاہتا ہوں۔ اور تجھی سے مجھ کو ہر قسم کی قوت حاصل ہوتی ہے۔

طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس روز تک قیام فرمایا۔ اور آخر ناکام ہو کر مکہ کو واپس لوٹے۔ اور منزلیں طے کرتے نخلہ پہنچے۔ جہاں سے مکہ صرف ایک منزل رہ گیا تھا۔ رات کو آپ نے نخلہ میں قیام فرمایا۔ حسب معمول رات کو عبادت میں مصروف رہے۔ آدھی رات کے بعد آپ بلند آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے۔ کہ چند جن اس طرف سے گذرے۔ خدا کے کلام کو سن کر اس قدر متاثر ہوئے۔ کہ ٹھہر گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات سنتے رہے۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے۔ تو آپ کی خدمت میں

حاضر ہوئے۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور نے ان سے فرمایا۔ کہ تم اپنی قوم میں اس دین الٰہی کی تبلیغ کرنا۔ انہوں نے وعدہ کیا اور چلے گئے۔ اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

صبح کو نخلہ سے روانہ ہو کر حضور کوہ حرا پر پہنچے۔ چونکہ مشرکین مکہ آپ کے جانی دشمن تھے۔ اس لئے مکہ میں اچانک پہنچنا آپ نے مناسب نہ سمجھا۔ زید بن حارث یا کسی اور کو مکہ بھیج کر دریافت کرایا۔ کہ اگر مجھ کو مکہ میں امن ہے اور رہنے دینے کا کوئی ضامن بن جائے۔ تو میں واپس چلا آؤں۔ ورنہ کہیں اور چلا جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کو قریش میں سے کسی نے منظور نہیں کیا مطعم بن عدی نے دیکھا۔ اس کا دل ہمدردی سے لبریز ہو گیا ہے۔ تو وہ فوراً کوہِ حرا پر گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں لے آیا۔ اپنی طاقت کا مظاہرہ کر کے قریش سے کہہ دیا۔ کہ میں اگرچہ محمدؐ کے دین سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ لیکن ان کو میں نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔ آیندہ ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا کوئی شخص ارادہ نہ کرے۔

باشندگان مدینہ میں اسلام کی تبلیغ

مطعم بن عدی کی پناہ مل جانے کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قدر اطمینان و سکون حاصل ہو گیا۔ اور آپ نے مکہ والوں سے مایوس ہو کر ان لوگوں میں تبلیغ شروع کی جو اطراف و جوانب سے مکہ میں آتے رہتے تھے۔ یا مکہ کے قرب و جوار میں سکونت پذیر تھے۔ چند روز تک تو حضور اطمینان سے یہ کام کرتے رہے۔ لیکن پھر ابولہب وغیرہ دشمنانِ اسلام نے اس میں رخنہ اندازی شروع کر دی۔ اور آپ کے ساتھ پھرنے لگے۔ جہاں آپ کسی اجنبی کو دیکھ کر اس

کو اسلام کی دعوت دیتے یا کسی مجمع میں وعظ فرماتے۔ یہ شریر لوگ ان کو مخاطب کر کے کہتے۔ "یہ شخص بے دین اور دیوانہ ہے۔ اس کی باتوں میں نہ آنا۔" اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کوئی شخص آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔

مدینہ والوں کا قبولِ اسلام

حج کے ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تبلیغی کوششوں میں زیادہ ہمت سے کام لیتے۔ اور دن بھر قبائل میں گھوما کرتے تھے ۱۱ سنہ نبوی میں آپ نے حج کے ایام میں مزید چستی سے کام لیا۔ اور جو لوگ حج کرنے آئے تھے۔ ان میں چل کر اسلام کی تبلیغ کی۔

ایک روز حسب معمول حضور بیرونی قبائل میں اسلام کی دعوت دیتے پھر رہے تھے۔ کہ آپ کا گذر مدینہ کے دو آدمیوں پر ہوا۔ جو مکہ کے قریش سے اپنے مخالف قبیلہ کے مقابلہ کے لئے مدد طلب کرنے اور حلیف بنانے کے لئے آئے تھے۔ ان کا نام ابو الحر انس بن رافع اور ایاس بن معاذ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اور ان سے فرمایا۔ "میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جس میں تمہارے لئے ہر قسم کی بھلائی ہے۔ اگر تم چاہو۔ تو میں تم کو اس سے آگاہ کر دوں" ان لوگوں نے کہا۔ "وہ کونسی چیز ہے۔ بتاؤ" آپ نے فرمایا۔ "میں خدا کی طرف سے مخلوق کی ہدایت کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ میں اس کے بندوں کو بتاؤں کہ وہ خدا کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔ نہ کسی کو خدا کا شریک ٹھہرائیں۔ اور خدا نے اپنے احکام اپنی کتاب میں مجھ پر نازل کئے ہیں۔" یہ کہہ کر آپ نے قرآن مجید کی آیات ان کو سنائیں۔ اور پھر اسلام کی دعوت دی۔ ایاس نے

کلام الٰہی اور اسلام کے احکام کو سن کر انس بن رافع سے کہا۔ "خدا کی قسم! یہ کام اس سے بہتر ہے۔ جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔" انس بن رافع نے ایاس کے منہ پر کنکریاں مار کر کہا۔ "ان باتوں کو چھوڑ دو جس کام کو ہم آئے ہیں، وہ کام کرو۔ ایاس یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر چلے گئے۔ قبل اس کے کہ ہم مدینہ میں اسلام کی اشاعت کا ذکر تفصیل سے کریں۔ اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں مدینہ کی کیا حالت تھی۔

مدینہ کی مختصر تاریخ

مدینہ مکہ سے تقریباً دو سو میل کے فاصلہ پر ایک بہت ہی پرانا اور مشہور شہر ہے۔ جس کا نام اسلام سے پہلے یثرب تھا۔ اور جس کو عمالقہ گروہ کے یثرب نام ایک شخص نے آباد کیا تھا۔ یثرب پر عمالقہ کا قبضہ عرصہ دراز تک رہا۔ پھر اس پر بنو اسرائیل کا قبضہ ہو گیا۔ اور کوہن بن ہارون علیہ السلام کی اولاد میں کاہن نام ایک شخص جو قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر کا جد اعلیٰ تھا۔ یہاں آکر حکومت کرنے لگا۔ اور پھر بتدریج ان لوگوں نے یعنی یہود نے یثرب اور اطراف یثرب پر قبضہ کر کے تقریباً سارے علاقہ کو اپنے تصرّف میں لے لیا۔ اور مختلف مقامات پر قلعے، باغات اور مکانات بنا لئے۔

یمن کے طوفان کے بعد جب عرب یمن سے نکلے۔ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہوئے۔ تو ان کے دو قبیلے اوس اور خزرج یثرب چلے آئے۔ اور یہاں توطن اختیار کر لیا۔ اوس اور خزرج حارث بن ثعلبہ کے بیٹے تھے۔ اور حقیقی بھائی۔ ان کی اولاد اوس اور خزرج کہلاتی ہے۔

ابتداءً یثرب میں ان کو سخت تکلیف میں گذر کرنی پڑی اس لئے کہ ان کے پاس کوئی سامان نہ تھا۔ اور نہ یثرب میں یہ کسی چیز کے مالک تھے جب ان کی حالت بہت ہی نازک ہوگئی۔ تو انہوں نے اپنے سردار مالک بن عجلان ابو جبلہ غسانی کے پاس امداد کے لئے بھیجا۔ جو غسان کا حکمران تھا۔ ابو جبلہ نے مالک سے کہا۔ "تم کو یہ چاہیئے تھا۔ کہ یثرب پہنچ کر شہر و ملحقات پر قبضہ کر لیتے۔ اور وہاں کے یہود کو بے دخل کر دیتے۔ خیر اس وقت تو تم جاؤ۔ میں جلد اس کا انتظام کر دوں گا۔" کچھ عرصہ کے بعد ابو جبلہ کار آزمودہ لوگوں کو ساتھ لے آیا۔ اور مقام ذی حرض میں قیام کیا۔ ایک حوض اور عالیشان مکان وہاں تعمیر کرایا۔ اور پھر یہود کو ان کی دعوت کر کے اس مکان میں جمع کیا۔ اور دروازہ بند کر کے سارے یہود کو مار ڈالا۔ اس کے بعد اوس اور خزرج قبائل کو بلا کر کہا۔ "میں نے یہود کو ختم کر دیا ہے۔ اگر اب بھی تم نے یثرب پر قبضہ نہ کیا۔ تو میں تم کو جلوا دوں گا۔"

ابو جبلہ تو یہ کہہ کر شام چلا گیا۔ یثرب میں مالک بن عجلان سردار قبائل اوس اور خزرج اور یہود کے درمیان سخت دشمنی ہوگئی۔ یہاں تک کہ یہود نے عرصہ دراز تک ان سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ لیکن زمانہ نے آخر اس دشمنی کے جذبات کو ٹھنڈا کر دیا۔ یہود حسب دستور سابق اوس و خزرج سے ملنے جلنے لگے۔ انہیں ایام میں مالک بن عجلان نے یہود کی دعوت کی۔ لیکن یہود نے ابو جبلہ کی غداری کا عذر کر کے دعوت میں آنے سے انکار کر دیا۔ مالک نے یہود سے کہا۔ "ابو جبلہ کی غداری کا عذر تم بیکار پیش کرتے ہو۔ میں نہ تو جبلہ ہوں۔ نہ ابو جبلہ کی طرح کنبہ پرور۔ میں تمہارے ساتھ ہرگز بد عہدی نہ کروں گا۔" یہود مالک کی باتوں میں آگئے۔ اس نے یہود کے سرداروں اور دولت مندوں کو مکان کے اندر جمع کر کے قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ

۱۸ رئیس قتل کر دیئے گئے - اور باقی بھاگ گئے ۔ اس واقعہ کے بعد یہود پر عربوں کا اقتدار قائم ہوگیا۔ وہ امن اور آشتی سے رہنے لگے ۔یہود کے زیر اقتدار آجانے کے بعد یہود کی تعداد کم ہوتی گئی ۔ اوس اور خزرج کا زور بڑھتا گیا۔یہاں تک کہ تمام مقامات پر عربوں کا قبضہ ہوگیا۔ صرف چند قلعے یہود کے ہاتھوں میں رہ گئے ۔

عرصہ دراز تک یہ دونوں قبیلے جو ایک ہی باپ کی اولاد تھے۔ متفق و متحد رہے ۔عزت و احترام کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے۔لیکن پھر ان میں اختلاف پیدا ہوگیا۔ اختلاف نے مخالفت کی صورت اختیار کر لی یہاں تک کہ فریقین کے درمیان سخت عداوت پیدا ہو گئی۔

اوس اور خزرج باہم لڑتے رہتے تھے۔ یہود کو بھی دبا کے رکھتے تھے یہود جب ان کی سختیوں سے عاجز آجاتے۔ تو ان کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے۔ "جتنا ظلم چاہو کر لو۔ عنقریب نبی آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے۔ ہم اس کی اطاعت قبول کریں گے ۔ پھر تم سے تمہارے مظالم کا بدلہ لیں گے ۔" اوس اور خزرج کے لوگ یہود سے ان الفاظ کو سنتے۔ اور خاموش ہو جاتے۔ لیکن اس پیشین گوئی کو یاد رکھتے۔

اوس و خزرج قبائل میں سے اوس کی تعداد کم تھی۔ خزرج زیادہ تھے آئے دن کی لڑائیوں سے تنگ آکر اور کافی نقصانات اٹھا کر اوس نے چاہا۔ کہ مکہ کے قریش کو اپنا حلیف و مددگار بنا لیا جائے ۔ تاکہ خزرج کی طاقت سے اطمینان کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکے ۔ چنانچہ انھوں نے ایاس بن معاذ اور ابوالحراس بن رافع کو چند آدمیوں کے ساتھ قریش سے معاہدہ کرنے کے لئے بھیجا۔ لیکن قریش نے حلیف بننے سے انکار کر دیا۔ یہی وہ دونوں شخص تھے۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اسلام کی دعوت دی تھی۔ جب قریش سے معاہدہ کرنے میں ان کو ناکامی ہوئی۔ تو وہ مدینہ کو واپس چلے گئے۔

ایاس بن معاذ اور انس بن رافع کی واپسی کے بعد مدینہ میں اوس و خزرج قبائل کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ جس کو تاریخ میں جنگ بعاث کہا جاتا ہے ان ایام میں قبیلہ خزرج کا سردار عمر بن نعمان تھا۔ قبیلہ اوس کا سردار حضیر الکتائب اس دفعہ قبیلہ اوس کے ساتھ بنو قریظہ اور بنو نظیر یہود بھی جنگ میں شریک تھے جنگ نہایت خوفناک تھی۔ دونوں قبیلے سربکف میدان میں نکلے دونوں جنگجو اور بہادر تھے۔ ابتدا میں خزرج کا پلہ بھاری رہا۔ اور ان کو کسی قدر کامیابی ہوئی اوس کے سردار حضیر نے فوراً اس کو محسوس کیا۔ اور ایک نئی جنگی تدبیر اختیار کی۔ یعنی دوران جنگ میں اوس نے اپنے گھوڑے کو میدان جنگ سے ہٹایا۔ اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ خزرج کے جنگ جو بہادر سمجھے۔ کہ حضیر مایوس ہو کر پیچھے ہٹ رہا ہے۔ قبیلہ اوس کے لوگ ہمت ہار چکے ہیں۔ وہ یہ خیال کر کے آگے بڑھے۔ قبیلہ اوس اور اس کے سردار نے ان کو آگے بڑھنے کا اور موقع دیا۔ یہاں تک کہ بالکل زد میں آ گئے۔ تو حضیر اور اس کے قبیلہ نے پوری قوت سے خزرج پر حملہ کیا۔ اور تین اطراف سے گھیر کر ان کو سخت شکست دی۔ اور ان کے سردار عمر بن نعمان کو مار ڈالا۔

خزرج اگرچہ اوس کے مقابلہ میں زیادہ اور طاقت ور تھے۔ لیکن اس جنگ میں ان کو بری طرح شکست ہوئی۔ جنگ کے بعد وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ لیکن تھوڑے ہی دن بعد خزرج کو اپنی طاقت پھر بڑھانے کا خیال پیدا ہوا۔ اور انہوں نے مکہ کے قریش کو اپنا حلیف و مددگار بنانا چاہا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے چند آدمیوں کو ایام حج میں مکہ بھیجا۔ یہ چھ سات آدمی تھے۔ جو عرفات کے ارکان

حج ادا کر کے منیٰ میں قیام پذیر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول قبائل میں تبلیغ کرتے ہوئے ان کے پاس بھی پہنچے۔ ان سے پوچھا۔ "تم کس قبیلہ کے لوگ ہو۔ اور کہاں کے رہنے والے ہو۔" انہوں نے کہا۔ "ہم قبیلہ خزرج کے لوگ ہیں اور مدینہ کے رہنے والے ہیں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب عادت ان کے سامنے اسلام کو پیش کیا۔ اور کلام الٰہی کی آیات سنائیں۔ معاً ان لوگوں کو یہود کا قول یاد آگیا۔ کہ عنقریب نبی آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے۔ وہ یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے یہی پیغمبر آخر الزمان ہوں۔ آپ کی باتوں کو پوری توجہ سے سننے لگے۔ یہ جب ان کو اس کا یقین ہو گیا۔ کہ یہی پیغمبر آخر الزمان ہیں۔ تو انہوں نے اس خیال سے کہ کہیں یہود ہم سے پہلے اسلام قبول نہ کر لیں۔ فوراً اسلام قبول کر لیا۔ اور اس کے بعد وہ مدینہ کو چلے گئے۔ مدینہ کے ان چھ مسلمانوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اسعد بن زرارہ۔ ۲۔ عوف بن حارث۔

۳۔ رافع بن مالک بن عجلان۔ ۴۔ قطبیہ بن عامر بن حدیدہ۔

۵۔ عقبہ بن عامر۔ ۶۔ جابر بن عبداللہ بن رباب۔

معراج

معراج کب ہوئی۔ اور کیوں کر ہوئی؟ علما سیر و مذہب میں اس کی بابت مختلف اقوال ہیں بعض کہتے ہیں۔ معراج نبوت کے عطا ہونے کے بعد ہی ہوئی کیوں کہ پنج وقتہ نمازوں کو معراج ہی میں فرض کیا گیا تھا۔ اور نماز ابتدائے اسلام سے جاری ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ معراج سنہ ۱۲ ہجری میں ہوئی جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام مدینہ میں بار آور ہو رہی تھی۔ مکہ کے لوگ ہجرت کر کے مدینہ کو جا رہے تھے۔ اور آپ بھی مشرکین مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر مدینہ جانے کیلئے

تیار تھے۔ رہا نماز کا فرض ہونا۔ تو ابتدائے اسلام سے صرف دو وقت کی نمازیں فرض تھیں۔ معراج میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئی۔ بعض کہتے ہیں۔ معراج سنہ ۱ نبوت میں ہوئی۔ اور یہی قول اکثر مورخین کا ہے۔

معراج کی کیفیتؔ کی نسبت یہ اختلاف ہے۔ کہ بعض صحابہ رضہ جن میں امیر معاویہ اور حضرت عائشہ رضہ بھی شامل ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روحانی معراج ہوئی تھی۔ یعنی جس روز معراج ہوئی تھی۔ اس روز حضور ام ہانی کے گھر میں تھے۔ شب کو آپ کا جسم مبارک صبح تک اپنی جگہ پر رہا تھا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج نہیں۔ صرف خواب میں آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا۔ اور سیر کرائی گئی۔ اکثر صحابہ رضہ اور علما کی یہ رائے ہے۔ کہ حضورؐ کو مکہ سے مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور سدرۃ المنتہیٰ سے جہاں تک خدا نے چاہا۔ اس مقام تک لے جایا گیا۔ آپ نے یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں دیکھا۔ قرآن مجید میں معراج کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہٗ لنریہٗ من اٰیاتنا

وہ اللہ بھولوں سے پاک ہے۔ جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں دے رکھیں ہیں۔ تاکہ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں اس کو دکھائیں۔

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنہ نبوی میں معراج ہوئی۔ آپ نے جسم مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں تمام مقامات کی سیر کی۔ یہ بات ہے تو ناممکن اور نہ ہی خلاف

ؔ خواب اور روحانی معراج میں علامہ ابن قیم نے فرق کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ حقیقی معراج کے معنی یہ ہیں۔ کہ آپ کی روح کو تمام مقامات کی سیر کرائی گئی۔ خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس لئے روحی معراج کو کسی طرح خواب نہیں کہا جا سکتا۔ ۱۲ ؎

قیاس اس لئے کہ جو خدا بڑے بڑے اجسام کو خلا میں قائم رکھتا ہے۔ وہ اپنے بندے کو بھی جسمانی معراج کرا سکتا ہے۔ اور خلافِ قیاس اِس لئے بھی نہیں۔ کہ آج کل بڑے بڑے ہوائی جہاز میں سوار ہو کر فضائے آسمانی میں پرواز کر رہے ہیں۔ چند گھنٹوں میں انسانوں کی ایک جماعت ہوائی جہازوں میں سوار ہو کر سینکڑوں کوس کی مسافت آسانی سے طے کر لیتی ہے۔ ممکن ہے۔ خدا نے جو سواری آپ کے لئے تجویز کی ہو۔ وہ سرعت میں برق رفتار ہو۔

معراج کے معنی ہیں۔ آلہ عروج یعنی زینہ اور سیڑھی۔ لیکن اصطلاح میں معراج سے مراد ملاء اعلیٰ کا عروج ہے۔ واقعہ معراج کو احادیث میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ہم اس موقعہ پر اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر رات کو اپنی چچا زاد بہن امِّ ہانی کے ہاں سو رہے تھے۔ کہ حضرت جبرائیل تشریف لائے۔ آپ کو بیدار کیا۔ مسجد حرام میں لے گئے۔ جہاں براق موجود تھا۔ آپ کو براق پر سوار کیا گیا۔ آپ مدینہ کے نخلستان طورِ سینا اور بیت اللحم کو دیکھتے ہوئے بیت المقدس میں پہنچے۔ براق کو مسجد کے اس دروازہ سے باندھ لیا۔ جس کا نام آج تک باب محمدؐ ہے۔ پھر مسجد اقصیٰ میں داخل ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی۔ مسجد اقصیٰ میں اس وقت حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جس قدر انبیا گذرے ہیں۔ سب موجود تھے سب نے وضو کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد براق پر سوار ہو کر جبرائیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ ہر آسمان کی سیر کرتے ہوئے جو انبیا وہاں موجود تھے، ان سے ملاقات کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ ذی روح مخلوق کے پہنچنے کا آخری مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر حضرت جبرائیل و میکائیل آپ سے رخصت ہو گئے۔ اور آپ آگے بڑھے۔ رب

العالمین کے دربار کے قریب پہنچے، تو یہ ندا آئی۔ ادن یا محمدؐ! اے محمدؐ قریب آؤ۔ آپ اور آگے بڑھے۔ رب العالمین کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ محب اور محبوب میں راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ خداوند تعالیٰ کو جو کچھ احکام دینے تھے آپ کو دیئے۔ جن میں پانچ وقت کی نماز کا حکم بھی تھا۔ اس کے بعد آپ نے جنت و دوزخ کی سیر کی۔ اور واپس تشریف لے آئے۔

صبح کو حضورؐ نے لوگوں سے معراج کا واقعہ بیان کیا۔ جس کو سن کر کفار نے بڑا مذاق اڑایا۔ اور بعض مسلمان مشرکوں کے بہکانے اور معراج کا تمسخر اڑانے سے مرتد ہو گئے۔ کفار کی ایک جماعت تمسخر اڑاتی ہوئی حضرت ابوبکرؓ کے پاس بھی پہنچی اور کہا! ابوبکر تم نے اپنے دوست کی نئی کہانی سنی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں رات کو بیت المقدس ہوتا ہوا آسمانوں پر پہنچا۔ آسمانوں اور جنت و دوزخ کی خوب سیر کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "میرے دوست نے جو کچھ بیان کیا ہے درست ہے۔ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اللہ کا رسول کو اپنے حضور میں بلانا بالکل ہی درست ہے۔" اسی تصدیق کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ کا لقب صدیق ہوا۔ اس لئے کہ آپ پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے واقعہ معراج کی تصدیق کی۔

مقام عقبہ میں مدینہ کے لوگوں کی بیعت

مدینہ کے چھ آدمیوں کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا واقعہ اوپر لکھا جا چکا ہے ایک اور روایت اس واقعہ کے متعلق یہ ہے۔ کہ جنگ بعاث میں خزرج کے ناکام رہنے پر خزرج نے ماہ رجب میں اپنا ایک وفد مکہ کے قریش سے امداد کی درخواست کرنے کے لئے مکہ روانہ کیا۔ اس وفد میں ابو امامہ اسعد بن زرارہ بھی تھے۔ جن کے تعلقات مکہ کے مشہور قریشی عتبہ بن ربیعہ سے تھے۔ اسعد بن زرارہ اپنے دوست عتبہ کے

ہاں ٹھہرے اور اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ عتبہ نے کہا۔ مدینہ مکہ سے بہت دور ہے ہم کیوں کر مدد دے سکتے ہیں۔ پھر آج کل ہم خود ایک مصیبت میں مبتلا ہیں جس نے ہم کو اس قدر پریشان کر رکھا ہے۔ کہ ہم کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ اسد بن زرارہ نے پوچھا۔ وہ کون سی مصیبت ہے۔ جس نے تم جیسے بہادر لوگوں کو اس قدر پریشان اور بدحواس بنا رکھا ہے۔" عتبہ نے کہا۔ "ہماری قوم میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ علانیہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا اور ہم کو مشرک و بے وقوف ٹھہراتا ہے۔ ہماری قوم کے بہت سے نوجوان اس کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اور وہ ہر وقت ہماری قوم کے لوگوں کو بہکاتے رہتے ہیں۔" اسد بن زرارہ نے پوچھا۔ اس شخص کا نام کیا ہے۔ عتبہ نے کہا۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اسد نے دریافت کیا۔ وہ کہاں رہتا ہے؟ عتبہ نے کہا۔ خدا کے لئے تم اس کے پاس نہ جانا۔ وہ بڑا جادوگر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس کی باتوں میں آ کر گمراہ ہو جاؤ۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا پتہ دیا۔ اصرار کے ساتھ کہا۔ کہ ہرگز ہرگز تم اس کے پاس نہ جانا۔ اسد بن زرارہ نے ٹالتے ہوئے کہا۔ "میں خانہ کعبہ کا طواف تو ضرور ہی کروں گا۔" اسد بن زرارہ نے عتبہ کے گھر سے نکل کر عمرہ کے مراسم ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ سب سے پہلے اس شخص سے ملنا چاہیئے۔ جس نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے اور جس کے دعوے نے قریش جیسی بہادر قوم کو پریشان کر رکھا ہے۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ مکان پر پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پوچھا۔ "آپ کس دین کی تبلیغ کرتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کی حقیقت کو بیان کیا۔ قرآن مجید

کا کچھ حصہ سنایا۔ اسعد بن زرارہ نے اسلامی تعلیم اور کلام الٰہی کو سن کر یقین کرلیا۔ کہ یہ وہی نبی آخر الزمان نبی ہیں۔ جن کی آمد کا ذکر مدینہ کے یہود کیا کرتے تھے۔ اسلام قبول کر کے عرض کیا۔ "خدا کے نبی! ہم مدینہ کے رہنے والے اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہمارے دوسرے قبائل بھائی اوس ہیں۔ لیکن بد قسمتی سے دونوں قبیلوں کے درمیان سخت عداوت رہتی ہے۔ آئے دن باہم لڑائیاں رہتی ہیں۔ ہم نے یہود سے آپ کی آمد کی خبر اور آپ کے اوصاف کو سنا ہے۔ اگر آپ مدینہ تشریف لے چلیں۔ تو ہم آپ کی پوری عزت اور خدمت کریں گے ممکن ہے۔ کہ آپ کی برکت سے ہمارے قبائل کی عداوت دوستی میں بدل جائے۔ اور سب بھائی ایک ہو جائیں۔

اسعد بن زرارہ کے ساتھ اوس کے پانچ ساتھیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد سب مدینہ کو چلے گئے۔ مدینہ میں پہنچ کر ان لوگوں نے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے نبی آخر الزمان کے ظہور پذیر ہونے کا ذکر کیا۔ اور اسلام کی حقیقت بیان کی۔ چند روز میں اس کی شہرت سارے شہر میں ہو گئی۔ گھر گھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا۔

عقبہ کی پہلی بیعت

۱۲ سنہ نبوی میں مدینہ سے بارہ آدمیوں کی ایک جماعت ایامِ حج میں خانہ کعبہ کے طواف کے لئے مکہ حاضر ہوئی۔ جن میں سے پانچ آدمی ان چھ میں سے تھے۔ جنہوں نے سالِ گذشتہ منیٰ میں اسلام قبول

کیا تھا۔ سات آدمی قبائل خزرج و اوس کے نئے آئے تھے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ معاذ بن حارث برادر عوف بن حارث۔

۲۔ ذکوان بن عبد قیس۔ ۳۔ خالد بن مخلد۔

۴۔ عبادہ بن الصامت۔ ۵۔ عباس بن عبادہ۔

۶۔ ابو الہیثم مالک بن التیہان۔ ۷۔ عویم بن ساعدہ۔

ان لوگوں نے عقبہ کے مقام پر حضورؐ سے ان باتوں پر بیعت کی۔

۱۔ ہم کسی کو خدا کا شریک نہ مانیں گے۔ صرف خدائے واحد کی عبادت کریں گے۔

۲۔ چوری اور زنا نہ کریں گے۔ اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے۔

۳۔ کسی پر تہمت نہ لگائیں گے۔

۴۔ جھوٹ نہ بولیں گے۔ اور کسی کی چغلی و شکایت نہ کریں گے۔

۵۔ خدا کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک حق بات کو مانیں گے۔ راحت و رنج دونوں صورتوں میں حضور کے شریک حال رہیں گے۔

ان بارہ آدمیوں میں ذکوان بن عبد قیس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ گئے۔ اور ۱۳ نبوی میں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ اور بقیہ گیارہ آدمی مدینہ چلے گئے۔ چلتے وقت انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی۔ کہ کسی صحابی کو احکام اسلام کی تعلیم اور قرآن پڑھانے کے لئے بھیج دیئے حضور نے مصعبؓ بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اور بقول ابن

لہ مصعب بن عمیرؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں جو مکہ کے ایک دولتمند گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے۔ تو چار غلام ہمرکاب ہوتے تھے۔ دو سو روپیہ سے کم کی پوشاک نہ پہنتے تھے۔ اسلام لانے پر جسمانی آرائش سے نفرت ہو گئی۔ یہاں تک کہ مدینہ میں تبلیغ کے لئے

بقیہ ۱۳۸

خلدون ابن مکتوم کو بھی ساتھ بھیج دیا۔

مصعب بن عمیرؓ حضرت سعد بن زرارہ کے مکان پر ٹھہرے۔ اور مدینہ میں اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ شہر کے محلوں میں جاتے۔ لوگوں کو جمع کر کے قرآن مجید سناتے۔ اسلام کی خوبیاں بیان کرتے۔ چونکہ مدینہ کے لوگ نبی آخر الزمان کے مبعوث ہونے کی خبر سن چکے تھے۔ اور پھر ایک سال سے آپ کے ظہور کی اطلاعات مل رہی تھیں۔ اس لئے مصعبؓ بن عمیر کی تبلیغ سے لوگ بہت جلد متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیتے تھے۔ یہاں تک کہ چند روز کے اندر مدینہ کے بہت سے لوگ اسلام کے حلقے میں داخل ہو گئے اور مسلمانوں کی خاصی تعداد ہو گئی۔

مدینہ میں صرف بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر ایسے قبیلے تھے۔ جو اسلام سے نفرت رکھتے تھے۔ مصعبؓ بن عمیر نے کئی مرتبہ ان قبائل کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن اپنے سرداروں کے خوف سے یہ لوگ مسلمان نہ ہوئے۔ ایک روز حضرت مصعبؓ بن عمیر چند آدمیوں کے ساتھ بنو عبد الاشہل اور بنو ظفر کے محلہ میں گئے۔ وہاں ایک کنوئیں پر بیٹھ کر آپ اسلام کے فضائل بیان کرنے لگے۔ بنو عبد الاشہل کے سردار سعد بن معاذ نے جو اسعد بن زرارہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ مسلمانوں کو اپنے محلہ میں پا کر مصعبؓ بن عمیر کو اسلام کی تبلیغ کرتے دیکھ کر اسد بن حضیر کو جو اپنے قبیلے کے

(بقیہ صفحہ ۱۳۷) کے دنوں میں کمبل کا چھوٹا سا ٹکڑا زینت جسم ہوتا تھا۔ جس کو اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں میں اٹکا لیا کرتے۔ آپ ہجرت حبشہ سے پہلے اسلام لائے۔ اور جس زمانہ میں حضور ابو طالب کی گھاٹی میں پناہ گزین تھے۔ اکثر آپ کے پاس جاتے۔ والدین اس پر خفا ہوتے۔ اور آپ پر تشدد کرتے۔ لیکن ان کو تشدد کی پرواہ نہ ہوتی ۱۲

بڑے سردار تھے۔ اس کی خبر دی۔ اور کہا کہ اسعد بن زرارہ میرا بھائی ہے۔ اس لئے میں نوان کے سامنے جانا پسند نہیں کرتا۔ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ۔ اور ان کو منتشر کردو۔ یہ لوگ ہماری قوم کے کمزور خیال مردوں اور عورتوں کو بہکاتے ہیں۔ اور بے دینی سکھاتے ہیں۔" اسید بن حضیر تلوار لے کر اٹھے۔ اور کنوئیں پر پہنچ کر اسعد بن زرارہ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پھر ایک لمحہ کے توقف کے بعد کہا۔ "تم لوگ ہمارے محلہ میں نہ آیا کرو۔ اور فوراً یہاں سے چلے جاؤ۔ ورنہ اچھا نہ ہوگا۔" حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسد کی کرخت آواز کو سن کر نہایت اخلاق سے کہا۔ "تشریف رکھیئے۔ چند باتیں ہماری بھی سن لیجئے۔ اگر پسند آجائیں۔ تو بہتر ورنہ ہم آپ کے ارشاد کی تعمیل خوشی سے کریں گے۔ اور یہاں سے چلے جائیں گے۔ اسید بن حضیر حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شریفانہ گفتگو سے متاثر ہوئے۔ اور بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر نے مختصر الفاظ میں اسلام کے محاسن بیان کئے۔ اور پھر کلام الٰہی کو سنایا۔ اسید بن حضیر قرآن مجید کو توجہ سے سن رہے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ

ما احسن ھذا الکلام — یہ کلام کس قدر شیریں اور اچھا ہے

جب مصعب بن عمیر قرآن مجید سنا چکے۔ تو اسید بن حضیر نے پوچھا۔ "تمہارے دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ تو مصعبؓ بن عمیر نے فرمایا۔ غسل کر کے پاک لباس پہنا جاتا ہے۔ پھر دو رکعت نماز شکرانہ کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ اس کے بعد خدا کے رسول محمد کی تصدیق کی جاتی ہے۔ اس کے بعد شکرانہ کے طور پر ادا کی جاتی ہے۔ اسید بن حضیر نے فوراً غسل کیا۔ پاک کپڑے پہنے۔ اور تمام لوگوں کے سامنے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔ اس کے بعد کہا۔ اگر میرا ساتھی سعد بن معاذ بھی مسلمان ہو جائے۔ تو پھر مدینہ میں کوئی

شخص تمہارا مخالف نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر اس کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔" یہ کہہ کر اسید بن حضیر واپس گئے۔ سعد کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے دیکھتے ہی کہا۔ اسید جس حالت میں حالت گیا تھا۔ اس حالت میں واپس نہیں آیا۔" پھر جب اسید سعد بن معاذ کے پاس آپہنچ گئے۔ تو سعد نے پوچھا۔

مَا فَعَلْتَ { تو نے کیا کیا۔

اسید بن حضیر نے کہا "میں نے ان لوگوں سے گفتگو کی۔ ان کو ادھر آنے سے منع کیا۔ لیکن وہ تو اس قدر نڈر انسان ہیں۔ کہ میرے منع کرنے کی پرواہ نہ کی اور کہا۔ "ہم جس بات کو حق خیال کرتے ہیں۔ اس کی اشاعت کریں گے ہم کو کوئی طاقت اس سے نہیں روک سکتی۔" میں نے پھر یہ بھی سنا ہے۔ کہ بنو حارثہ تمہارے بھائی اسعد بن زرارہ کو قتل کرنے آ رہے ہیں۔ اسید بن حضیر نے یہ تمام باتیں خصوصاً آخری فقرہ اس خیال سے کہا تھا۔ کہ سعد بن معاذ کو غصہ آجائے۔ اور وہ غضب ناک ہو کر کسی طرح وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ یہ فقرا کارگر ہوا۔ اور سعد بن معاذ غضب ناک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تلوار لے کر تیزی سے مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ سعد بن زرارہ کے پاس پہنچ کر کہا۔ "خدا کی قسم! اگر تو میرا بھائی نہ ہوتا۔ تو میں تجھ کو مار ڈالتا۔" اس کے بعد سعد بن معاذ نے کہا۔ بہتر ہے کہ تم لوگ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ اور آئندہ کبھی ہمارے محلہ میں آنے کا ارادہ نہ کرو۔" اسعد بن زرارہ نے سعد بن معاذ کی ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور مصعبؓ بن عمیر نے ان کے خاموش ہوتے ہی نرمی سے ایسی گفتگو کی۔ کہ سعد بن معاذ کا غصہ فرو ہو گیا۔ اور وہ مصعبؓ بن عمیر کے پاس بیٹھ گئے۔ مصعبؓ بن عمیر نے حسب معمول اسلام کے محاسن بیان کئے۔ اور پھر قرآن مجید کی چند آیات سنائیں۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سعد کے دل میں بھی اسلام کی روشنی

پیدا ہوگئی۔ اور وہ مسلمان ہوگئے۔ جب وہ مسلمان ہوکر اپنے قبیلہ میں پہنچے۔ تو لوگوں کو مخاطب کرکے کہا۔

کیف تعلمون امری فیکم | تم میری نسبت کیا خیال کرتے ہو۔

تمام لوگوں نے یک زبان ہوکر کہا۔

انت سیدنا وافضلنا رایاً ویمیناً۔ | تم ہمارے سردار ہو۔ اور رائے اور عہد میں سب سے زیادہ بہتر ہو۔

سعد بن معاذ نے یہ سن کر کہا۔ "جب تک تم لوگ خدا اور اس کے رسول محمدؐ پر ایمان نہ لے آؤ گے۔ میں تم سے بات نہ کروں گا۔" اسید بن حضیر نے سعد بن معاذ کے قول کی تائید کی۔ اور اس کی بات کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ بنو عبد الاشہل کے سارے لوگ اسی روز مسلمان ہوگئے۔

عقبہ کی دوسری بیعت

مصعبؓ بن عمیر ایک سال تک مسلمانانِ مدینہ کے امام رہے آپ مسلمانوں کو نماز پڑھاتے اور قرآن مجید کی تعلیم دیتے رہتے تھے۔ اشاعت اسلام میں بڑا وقت صرف کرتے تھے۔ اس ایک سال کے عرصہ میں مدینہ کے اندر اسلام نے اتنی ترقی کی۔ کہ تقریباً ہر گھر میں اسلام کی روشنی نظر آنے لگی۔

سنہ ۱۳ نبوی کے ایام حج میں مدینہ کے بہتّر مسلمان جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ مکہ معظمہ آئے حضور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ سے وعدہ لیا۔ کہ حج کے بعد ایام تشریق میں آپ عقبہ کے مقام پر تشریف لائیں۔ ہم وہاں حاضر ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسب وعدہ رات کے وقت اپنے چچا حضرت عباس کو ساتھ لے کر عقبہ میں پہنچے۔ عقبہ مکہ معظمہ کے قریب ایک گھاٹی ہے اس وقت تک حضرت عباس رضہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ و خیر خواہ تھے۔ جب مدینہ کے مسلمانوں کی ایک جماعت گھاٹی کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد مؤدب بیٹھ گئی۔ تو حضرت عباس رضہ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"لوگو! محمدؐ اپنی قوم کے ایک باعزت اور شریف انسان ہیں۔ یہ ایک بڑے جتھے کی حفاظت میں رہتے ہیں معلوم ہوا ہے۔ کہ تم ان کو اپنے یہاں لے جانا چاہتے ہو۔ محمدؐ بھی وہاں جانے کی خواہش رکھتے ہیں۔ تم شوق سے ان کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔ لیکن ان مشکلات پر غور کر لو۔ جو اس راہ میں بھی پیش آئیں گی۔ مکہ کے قریش محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ ایسی حالت میں محمد سے عہد و پیمان کرنا اور ان کو اپنے ہمراہ لے جانا گویا سرخ و سیاہ لڑائیوں[1] کو مول لینا ہے۔ اگر تم رنج و راحت میں ان کا ساتھ دے سکو۔ اور ان کی پوری پوری حفاظت کر سکو۔ تو تم اپنے ساتھ ان کو لے جاؤ۔ ورنہ اس خیال کو چھوڑ دو۔"

حضرت عباسؓ کی تقریر سن کر قبیلہ خزرج کے ایک شخص نے کہا۔ اے عباسؓ ہم نے تمہاری بات سن لی۔ اب ہم حضور سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آپ ہم سے کیا شرطیں کرتے ہیں۔ اور کس قسم کا عہد و پیمان لینا چاہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔

---

[1] سرخ و سیاہ لڑائی سے مراد خون ریز جنگ اور لڑائی کا خوفناک انجام ہے۔ ۱۲

میں تم سے ان باتوں پر بیعت چاہتا ہوں۔

۱۔ خدا سے اس امر کا عہد کرو۔ کہ اس کے سوا تم کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو گے۔

۲۔ میں جو کچھ خدا کے حکم سے کہوں۔ اس کو سنو اور مانو گے۔

۳۔ رنج و راحت اور افلاس و تونگری میں میرا ساتھ دو گے میری اطاعت سے منحرف نہ ہو گے۔ اور خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو گے۔

۴۔ حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرو گے۔

۵۔ مجھ کو اپنی جان، اپنے مال اور اپنی ہر عزیز چیز سے محبوب رکھو گے۔ اور جس طرح اپنی بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہو۔ اس سے بڑھ کر میری حفاظت کرو گے۔

۶۔ دین حق کی اشاعت میں میری مدد کرو گے۔

۷۔ مدینہ میں مجھ پر کوئی طاقت حملہ آور ہو۔ تم اس کی مدافعت کرو گے۔

مسلمانانِ مدینہ نے یہ سن کر کہا۔ خدا کے رسول! ہم کو صرف اتنا بتا دیجئے۔ کہ جب آپ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ تو آپ ہم کو چھوڑ کر مکہ تو نہ چلے جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں کبھی نہیں! تم میرے ہو۔ میں تمہارا ہوں۔ میرا مرنا۔ میرا جینا، تمہارے ساتھ ہوگا۔ میرا خون تمہارا خون ہے۔ جس کے تم ساتھی ہو گے میں اس کا ساتھی ہونگا۔ اور جس کے تم دشمن ہو گے۔ میں اس کا دشمن ہوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادھر یہ الفاظ پورے ہوئے ادھر براء بن معرور نے آگے بڑھ کر آپ کا ہاتھ تھام لیا۔ اور کہا۔ "ہم جنگ جو

بہادر اور وفادار ہیں۔ ہم نے جنگوں میں پرورش پائی ہے۔ آپ کی تمام باتوں کو ہم قبول کرتے ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

براء بن معرور کے بعد دوسرے لوگ پروانہ وار آگے بڑھے۔ اور بیعت کرنے لگے۔ جب تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی۔ تو اسعد بن زرارہ نے بیعت کے استحکام کے لئے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"جانتے ہو تم نے کس بات پر بیعت کی ہے۔ یہ بیعت ساری دنیا کے لئے گویا اعلانِ جنگ ہے۔ معاملہ کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لو۔ مسلمانانِ مدینہ نے اسعد بن زرارہ کے جواب میں کہا۔ ہم نے خوب سمجھ لیا ہے۔ اور ہم تمام دنیا سے جنگ کے لئے تیار ہیں۔"

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پچہتر مسلمانوں میں سے بارہ نقیب منتخب کئے۔ اور فرمایا جس طرح حضرت عیسیٰ نے بارہ آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ اسی طرح میں تم میں سے بارہ آدمی انتخاب کرتا ہوں۔ ان آدمیوں کا فرض یہ ہوگا۔ کہ وہ مدینہ میں اسلام کی تبلیغ کریں اور میری طرف سے اس خدمت کو انجام دیں۔ مکہ میں اس فرض کو میں خود ادا کروں گا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن بارہ آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ ان میں سے نو قبیلہ خزرج کے تھے۔ اور تین آدمی قبیلہ اوس کے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ سعد بن زرارہ۔ ۲۔ رافع بن مالک۔

۳۔ عبداللہ بن رواحہ۔ ۴۔ سعد بن ربیع۔

۵۔ براء بن معرور۔ ۶۔ عبادہ بن صامت۔

۷۔ منذر بن عمرو۔ ۸۔ عبداللہ بن عمرو۔
۹۔ سعد بن عبادہ یہ سب قبیلہ خزرج سے تھے۔
۱۰۔ ابوالہیثم۔ ۱۱۔ سعد بن خثیمہ
۱۲۔ سید بن حضیر۔ یہ تینوں قبیلہ اوس سے تھے۔

ان تمام کاموں سے فراغت کے بعد چند مسلمانوں نے حضور سے عرض کیا۔ کہ آپ ہمارے ساتھ تشریف لے چلیئے۔ اور ہم کو اجازت دیجئے۔ کہ ہم یہی منیٰ کے اندر ہی قریش پر حملہ آور ہوں۔ اور ان کو کاٹ کر رکھ دیں۔ حضور نے فرمایا۔ ابھی مجھ کو دونوں باتوں میں سے کسی کا خدا نے حکم نہیں دیا ہے۔ خدا کا حکم آجانے پر اسی کے موافق عمل کروں گا۔"

اس کے بعد مدینہ کے تمام مسلمان حضور اکرم سے رخصت ہوئے۔ اور اپنی قیام گاہ پر جا کر سو رہے۔ صبح کو اس بیعت کا مکہ میں چرچا ہوا۔ اور قریش کو یہ خبریں پہنچیں۔ کہ محمد اور مدینہ کے لوگوں میں قریش سے لڑنے کا معاہدہ ہوا ہے۔ قریش یہ معلوم کر کے مدینہ والوں کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ بعض مورخوں کا بیان تو یہ ہے۔ کہ قریش کے پہنچنے سے پہلے ہی مدینہ والے جا چکے تھے۔ اور مشرکین مدینہ سے دریافت کرتے پر ان کو یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ ہم کو اس معاہدہ کا کوئی علم نہیں ہے۔ مدینہ والوں میں سے صرف دو شخص باقی رہ گئے تھے۔ کہ جن کو مشرکین قریش نے گرفتار کر لیا تھا۔ ان میں سے منذر بن عمرو تو ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر بھاگ نکلا۔ اور اسعد بن عبادہ رہ گئے۔ جن کو قریش نے سخت تکلیفیں دیں۔ خوب مارا پیٹا۔ یہاں تک کہ جبیر بن مطعم اور حارث بن اُمیہ نے ان کو قریش سے بچایا۔ اور مدینہ روانہ کر دیا۔ بعض مورخوں کا بیان یہ ہے۔ کہ قریش اطلاع ملنے پر فوراً مدینہ والوں کی فرودگاہ پر پہنچے۔ اور ان سے کہا۔

"ہم نے سنا ہے۔ کہ تم محمدؐ کو مکہ سے مدینہ لے جا کر ہم سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو" مشرکین مدینہ کو چونکہ بیعت عقبہ کا علم نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے قسم کھا کر قریش کو اس بات کا یقین دلایا۔ اور ہمارا ہرگز یہ ارادہ نہیں ہے۔ عبداللہ بن ابی نے اصرار کے ساتھ کہا۔ کہ اگر ایسا ہوتا۔ تو ہم کو اس کی خبر ضرور ہوتی۔ قریش یہ سن کر چلے گئے۔ کئی روز بعد جب ان کو معتبر اطلاعات ملیں۔ تو پھر مدینہ والوں کی قیام گاہ پر پہنچے۔ لیکن وہ مدینہ واپس جا چکے تھے۔

مسلمانانِ مکہؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت

بیعت عقبہ کے بعد مشرکین غضب ناک ہو گئے۔ اور انہوں نے مسلمانانِ مکہ پر اس قدر ظلم و ستم کئے۔ کہ مسلمان گھبرا اٹھے۔ بعض مورخین کا بیان ہے کہ اسی زمانہ میں حضرت ابوبکر رضؓ صدیق نے حبشہ کی ہجرت کا قصد کیا۔ اس کا مختصر ذکر ہم ہجرت حبشہ کے بیان میں اوپر کر چکے ہیں۔ اس موقعہ پر ذرا تفصیل سے یہ واقعہ حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

بیعت عقبہ کے بعد جب آزاد مسلمانوں اور غلاموں کو ستایا جانے لگا۔ تو اس موقع پر حضرت ابوبکر رضؓ نے مسلمانوں کی معقول امداد و اعانت کی۔ اور اپنا تمام سرمایہ غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے اور کمزور و مفلس مسلمانوں کی مدد کرنے پر خرچ کر دیا۔ کافروں نے جب حضرت ابوبکر رضؓ کو حب اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں اس قدر گرم پایا۔ تو وہ ان کے دشمن ہو گئے۔ اور اس قدر تنگ کیا۔ کہ وہ حبشہ جانے پر مجبور ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی۔ یمن کے راستے سے حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مکہ سے چل کر آپ نے صرف پانچ میل کی مسافت طے کی تھی۔ کہ برک الغماد کے مقام پر قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ

آپ کو ملا۔ جو آپ کا گہرا دوست تھا۔ دونوں کے درمیان اب اگرچہ کسی قسم کی دوستی نہ تھی۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ کے اسلام اور ابن الدغنہ کے کفر نے دوستانہ تعلقات کو ختم کر کے عداوت پیدا کر دی تھی۔ بااین ہمہ پرانی دوستی نے ابن الدغنہ کے جذبات کو ابھارا۔ اس نے حضرت ابوبکر رضؓ کو خستہ حالت میں پاکر پوچھا "ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے۔" حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ "میری ظالم قوم مجھ کو مکہ میں رہنے نہیں دیتی۔ اس لئے ترک وطن کر کے حبشہ جا رہا ہوں۔" ابن الدغنہ نے کہا۔ ابوبکر رضؓ ترک وطن کا ارادہ ترک کر دو۔ میرے ساتھ چلو۔ میں تم کو اپنی حفاظت میں لیتا ہوں۔ دیکھوں کون ہے۔ جو پھر تم سے آنکھ ملا سکے۔" مکہ پہنچ کر ابن الدغنہ نے عام اعلان کر دیا کہ "ابوبکر رضؓ میری حفاظت میں ہیں۔ ان کو کوئی تکلیف واذیت دے گا۔ تو اچھا نہ ہوگا۔" قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو قبول کر لیا۔ اتنا کہا کہ "ابوبکر رضؓ سے کہہ دو کہ وہ بلند آواز سے قرآن نہ پڑھیں۔ اس لئے کہ ان کی خوش الحانی اور پھر رو رو کر قرآن پڑھنا اس قدر دلآویز اور موثر ہوتا ہے۔ کہ ہماری رقیق القلب عورتیں اور نوجوان اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔" حضرت ابوبکر رضؓ صدیق نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور اطمینان سے رہنے لگے۔ گھر کے اندر ایک چھوٹی سی مسجد بنالی۔ اور اس میں عبادت آلہی کرنے لگے۔

چند روز تک تو ابوبکر رضؓ نے معاہدہ کو نبھانے کی کوشش کی لیکن پھر اس معاہدہ پر اس لئے آپ سے عمل نہ ہو سکا۔ کہ جب وجد اور شوق میں آپ قرآن مجید پڑھتے تھے۔ تو آپ کی آواز محلہ میں گونجنے لگتی تھی۔ محلہ کی عورتیں قرآن سننے کے لئے جمع ہو جاتی تھیں۔ کفار نے جب یہ حالت دیکھی تو لوگوں نے ابن الدغنہ سے اس بات کی شکایت کی۔ ابن الدغنہ نے حضرت

ابوبکر رضہ صدیق سے کہا۔ کہ آپ قرآن مجید کو آہستہ آہستہ پڑھا کریں۔ اور بلند آواز سے رو رو کر نہ پڑھیں۔

حضرت ابوبکر رضہ نے اس پابندی کو گوارہ نہ کیا۔ اور اس کمزوری کو دینی پختگی کے خلاف سمجھا۔ ابن الدغنہ سے صاف کہہ دیا۔ کہ میں اپنی طبیعت پر جبر نہیں کر سکتا۔ اگر تم سے میری حفاظت نہیں ہو سکتی۔ تو دست بردار ہو جاؤ۔" چنانچہ ابن الدغنہ نے اپنی امان واپس لے لی۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ اور دوسرے مسلمانوں پر سختیاں شروع ہو گئیں۔ اور کوئی دن ایسا نہ گذرتا تھا۔ جس میں مسلمانوں کو زدوکوب نہ کیا جاتا ہو۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جب انتہا درجہ مظلوم پایا۔ تو آپ نے ان کو ترک وطن کی اجازت دے دی۔ اور حکم دے دیا کہ خفیہ طور پر ایک ایک دو دو کر کے رات کے وقت مکہ سے نکلیں۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔

ہجرت کی اجازت پا کر سب سے پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد مکہ سے نکلے۔ مدینہ پہنچ کر بمقام قبا میں ٹھہرے۔ ابوسلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ اپنی بیوی کے ساتھ گئے۔ پھر عبداللہ بن حجش اور ان کا سارا کنبہ گیا۔ ان کے بعد حضرت عمر رضہ بن خطاب اور عیاش بن ربیعہ بیس آدمیوں کو ساتھ لے کر گئے۔ پھر زید اور سعید، خنیس بن حذافہ اور خلفار بن عدی کی ایک جماعت گئی۔ ان کے بعد طلحہ بن عبیداللہ اور صہیب بن سنان نے ہجرت کی پھر حمزہ بن عبدالمطلب، زید بن حارث اور ان کے حلیف ابومرثد نے ترک وطن کیا۔ ان کے بعد بنو مطلب بن عبد مناف کی ایک جماعت مدینہ گئی۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف ایک جماعت لے کر مدینہ گئے۔ ان کے بعد حضرت

زبیر بن عوام اور ابو سبرہ بن ابی رہم نے ہجرت کی۔ پھر مصعب بن عمیر ابو حذیفہ بن عتبہؓ سالم اور عتبہؓ بن غزوان گئے۔ ان کے بعد حضرت عثمانؓ بن عفان نے (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے ہجرت کی۔ مختصر یہ کہ اسی طرح آہستہ آہستہ تمام مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ اور مکہ میں صرف تین آدمی رہ گئے۔ یعنی خود حضور سرورِ کائنات کی ذات، ابوبکرؓ علیؓ۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی ہجرت کی اجازت چاہی تھی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ فرما کر روک دیا۔ "ابوبکرؓ! تھوڑے دن اور صبر کرو۔ مجھ کو بھی ہجرت کی اجازت ملنے ہی والی ہے۔ تم میرے ساتھ چلنا۔"

ہجرت کے دوران میں چند دلچسپ واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ جن کا ذکر اس موقع پر مناسب ہے۔

۱۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ سب سے پہلے ابو سلمہ نے ہجرت کی تھی۔ ان کی بیوی ام سلمہ کہتی ہیں۔ کہ جب ابو سلمہ ہجرت پر تیار ہوئے۔ تو مجھ کو اونٹ پر بٹھایا۔ میرے بچے سلمہ کو میری گود میں دیا۔ اور مدینہ کی طرف چل نکلے۔ راستہ میں ہم کو بنو مغیرہ نے آ گھیر لیا۔ اور ابو سلمہ سے کہا۔ تو جا سکتا ہے۔ لیکن ہماری لڑکی نہیں جا سکتی۔ اتنے میں بنو عبد الاسد بھی آ گئے اور انہوں نے کہا۔ "ابو سلمہ! تو جا سکتا ہے۔ مگر بچہ نہیں جا سکتا۔ وہ ہمارے کنبہ کا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ابو سلمہ مجھ کو اور اپنے بچہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

۲۔ صہیبؓ بن سنان کی نسبت یہ روایت ہے۔ کہ جب وہ مدینہ کو جانے لگے۔ تو مشرکین قریش نے ان کو گھیر لیا۔ اور

کہا۔ صہیب! تو اپنے ملک سے ہمارے ہاں مفلس اور فقیر آیا تھا۔ ہمارے ملک کی دولت لے کر کہاں جاتا ہے" صہیب رضؓ نے اپنا سارا مال ان کو دے دیا۔ اور بیک بینی و دو گوش مدینہ کو روانہ ہو گئے۔

۳۔ عیاشؓ بن ربیعہ حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ مدینہ گئے تھے۔ مدینہ میں پہنچ کر وہ اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ کہ ابو جہل مدینہ پہنچا۔ اور عیاشؓ سے کہا۔ "تیری ماں تیرے بغیر تڑپ رہی ہے۔ اور قسم کھا رکھی ہے، کہ جب تک عیاشؓ واپس نہ آئے گا۔ کھانا نہ کھاؤں گی۔" عیاشؓ اس کی باتوں میں آگئے۔ اور مکہ واپس چلے آئے۔ قریش نے عرصہ دراز تک ان کو قید رکھا۔ اور بڑی مشکل سے ان کو نجات ملی۔

حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کا خواب

حضرت ابوبکرؓ صدیق سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ تم ہمارے ساتھ ہجرت کرنا۔ حضرت ابوبکرؓ اس سے خوش ہو گئے۔ فوراً آپ نے دو عمدہ اونٹ اس نیت سے خرید لئے۔ کہ ہجرت کے وقت کام آئیں گے۔ ان کو خوب کھلانا پلانا شروع کر دیا۔

انہیں ایام میں حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ایک رات کو یہ خواب دیکھا کہ آسمان پر مہتاب نمودار ہے۔ اور آہستہ آہستہ بطحا (وہ جو علاقہ مکہ کے دو پہاڑوں ابو قبیس اور احمر کے درمیان واقع ہے)۔ میں اتر آیا ہے۔ جس کی صاف اور سفید روشنی سے جنگل روپہلی ہو گیا ہے۔ پھر یہ چاند آسمان کی طرف

متوجہ ہوا۔ اور آہستہ آہستہ مدینہ کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ مدینہ کے اوپر پہنچ کر مدینہ کو اپنی کرنوں سے جگمگا دیا۔ ماہتاب کے ہمراہ چند اور ستارے بھی تھے۔ جو رختارمیں ماہتاب کے پیرو تھے۔ تھوڑی دیر تک یہ چاند مدینہ پر جلوہ گر رہا۔ پھر بہت سے ستاروں کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا۔ اور مکہ میں پہنچا۔ تمام حرم مکہ چاند کی روشنی سے منور ہوگیا۔ اور مدینہ میں بھی اس کی روشنی بدستور پھیلی رہی۔ اس کے بعد یہ چاند پھر مدینہ کی طرف چلا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کے گھر میں اترا۔ یکایک زمین شق ہوئی۔ اور چاند اس میں سما گیا۔

حضرت ابوبکر رضؓ صدیق نہایت سمجھ دار اور دور اندیش آدمی تھے وہ خواب کے مفہوم کو خوب سمجھتے تھے۔ آپ نے معلوم کر لیا۔ کہ یہ خواب ہجرت نبوی کا آئینہ دار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے جائیں گے۔ پھر طاقت حاصل کر کے مکہ پر حملہ آور ہوں گے۔ مکہ کو فتح کر کے نور اسلام سے مکہ کو روشن کریں گے۔ پھر مدینہ تشریف لے جائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد رحمت حق میں شامل ہوں گے۔ حضرت عائشہ کے حجرہ میں آپ کو دفن کیا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضؓ اس خواب کی تعبیر سے بہت خوش ہوئے۔ اور بے چینی کے ساتھ انتظار کرنے لگے۔ کہ کب حضور اکرم کو مدینہ جانے کی اجازت درگاہ رب العالمین سے ملتی ہے۔ اور ہم آپ کی رفاقت میں مدینہ جاتے ہیں۔

حضورؐ اکرم کو قتل کرنے کی سازش

جب مسلمان آہستہ آہستہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جانے لگے۔

توکافروں نے قرینہ اور تحقیق سے معلوم کر لیا۔ کہ مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی ہے۔ کہ مکہ کے مسلمان بھی آہستہ آہستہ مدینہ جا رہے ہیں۔ تو ان کو بڑا فکر ہوا۔ وہ مسلمانوں کو مدینہ جانے سے روکنے لگے۔ جو لوگ مدینہ چلے گئے تھے۔ ان کو واپس لانے کی تدبیریں کرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے متعدد مسلمانوں کو مدینہ جانے سے روکا۔ ان کی راہ میں مشکلات پیدا کیں۔ بعض کو مدینہ سے دھوکہ دے کر واپس بھی لے آئے۔ لیکن مکہ کے قریش جس طرح اپنی دوسری تدبیروں میں ناکام رہے تھے۔ یہ تدبیریں بھی ان کو ناکامی ہوئی۔ اور تمام مسلمان آہستہ آہستہ مدینہ چلے گئے۔ صرف حضرت علی رض، حضرت ابوبکر صدیق رض، اور حضور اکرم صلعم کی ذات مقدس مکہ میں رہ گئی۔

کافروں کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ مکہ کے سارے مسلمان مدینہ چلے گئے ہیں۔ مدینہ دارالاسلام بن گیا۔ کہ جہاں مسلمانوں کی تعداد اور قوت روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تو انہیں خطرہ پیدا ہوا۔ کہ کہیں کسی طرح حضور اکرم اور ان کے ساتھی علی و ابوبکر رضوان اللہ علیہم وغیرہ بھی ان کے ساتھ مدینہ پہنچ کر اپنی طاقت کو بڑھا کر ہم پر حملہ آور نہ ہوں۔ اس خطرہ اور اضطراب میں وہ کئی روز تک پریشان رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے اعیان کو بلایا۔ اور سب دارالندوہ (مشورہ خانہ) میں حاضر ہوئے۔ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر یہ قرار پایا۔ کہ ان باتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو۔

۱۔ یا تو محمدؐ کو پکڑ کر جکڑ دو۔ اور کسی محفوظ جگہ میں بند کر دو۔ کہ وہ کہیں نہ جا سکیں۔ اور قید ہی میں مر جائیں۔

۲۔ یا محمدؐ کو کسی تند خو شریر اونٹ پر بٹھا کر مکہ سے باہر نکال دو۔ کہ

وہ اونٹ ان کو ہلاک کر دے۔ یا وہ کہیں چلے جائیں۔ اور مکہ سے یہ جھگڑا ختم ہو جائے۔

اس مجمع میں ایک سن رسیدہ نجدی بھی تھا۔ اس نے کہا۔ کہ محمدؐ کو قید کر کے رکھنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب مسلمانوں کو اس کی خبر ملے گی۔ تو وہ جوش میں بھرے ہوئے آئیں گے۔ تم سے لڑیں گے۔ اور محمدؐ کو چھڑا لے جائیں گے۔ وہاں کے لوگوں کو اپنی پسندیدہ باتوں اور ساحرانہ کلام سے اپنا گرویدہ بنا لیں گے۔ پھر یہ لوگ طاقت حاصل کر کے تم سے اس حرکت کا انتقام لیں گے۔ البتہ قتل کرنے کی تدبیر بہت معقول ہے۔ لیکن اس میں یہ خطرہ ہے۔ کہ عبدمناف سے جھگڑا ہو جائے گا۔ اور مکہ کے اندر لڑائی چھڑ جائے گی۔

ابوجہل نے کہا۔ کہ قتل کی تجویز معقول ہے۔ عبدمناف سے جھگڑا چکانے کی یہ صورت ہے۔ کہ قریش کے تمام قبائل میں سے ایک ایک شخص کو انتخاب کر لیا جائے۔ یہ تمام اشخاص اپنی تلواروں سے محمدؐ پر ایک ساتھ حملہ آور ہوں۔ اور ان کو قتل کر دیں۔ اس صورت میں محمدؐ کا خون کسی ایک قبیلہ پر نہ ہوگا۔ قریش کے تمام قبائل سے عبدمناف کو جھگڑا کرنے اور لڑنے کی جرات نہ ہوگی۔ اور اس طرح یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا۔ اور قبول کر لیا۔

ہجرت کی اجازت

ادھر قریش میں حضور کے قتل کی تدبیریں اور تیاریاں ہو رہی تھیں ادھر خداوند تعالیٰ ان کی تدبیروں کو ناکام کرنے کی تدبیریں کر رہا تھا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر اتفاق ہوتے ہی خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حکم بھیجا۔ کہ تم ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ اس حکم کے نازل ہوتے ہی آپ نے مدینہ جانے کی تیاریاں کیں۔ حضرت ابوبکر رضؓ کو اس سے آگاہ کیا۔ حضرت علی رضؓ سے فرمایا کہ تم رات کو میرے بستر پر سو جانا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جس رات کو کفار قریش آپ کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوئے۔ اس میں آپ نے حضرت علی رضؓ کو بلایا۔ جو امانتیں آپ کے پاس رکھی تھیں۔ وہ حوالہ کیں۔ اور کہا کہ تم ان امانتوں کو واپس کر کے مدینہ چلے آنا۔ پھر حضرت علی رضؓ کو اس کا اطمینان دلایا کہ تم بے خوف و خطر میرے پلنگ پر سو رہو۔ کفار تم کو کوئی اذیت نہ پہنچا سکیں گے وہ اپنی تدبیر میں ناکام رہیں گے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ جلدی جلدی سفر کا ضروری سامان درست کیا۔ اور آپ ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے۔ رات کی تاریکی میں کوہ ثور کی طرف بڑھے۔ تین میل کی مسافت طے کر کے جبل و ثور پر پہنچے۔ اور غار ثور میں چھپ رہے۔

ادھر تو یہ واقعہ ہوا۔ ادھر حسب تجویز رات ہی کو قریش کے نوجوان تلواریں لے کر آئے۔ اور چاروں طرف حضور کے مکان کو گھیر لیا۔ طے یہ کیا۔ کہ صبح کو جب آپ نماز کے لئے باہر آئیں سب مل کر تلواروں سے آپ پر حملہ کر کے مار ڈالیں۔ صبح ہوئی حضرت علیؓ بیدار ہوئے۔ باہر نکلے۔ قریش کے نوجوانوں نے آپ کو دیکھا۔ قد و قامت اور وضع و اطوار کو دیکھا۔ حضور کے خلاف تمام باتوں کو پا کر کہا۔ "تم کون ہو۔ محمدؐ کہاں ہیں؟" حضرت علی رضؓ آگے بڑھے۔ سب نے ان کو غور سے دیکھا اور پہچانا کہ علی ہیں حضرت نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کہاں ہیں؟ یہ سن کر نوجوانان قریش غضبناک ہو گئے۔ غیظ و غضب میں علی رضؓ کو پکڑ کر خانہ کعبہ لے گئے۔ مار پیٹ کر اپنا غصہ ٹھنڈا کیا۔ پھر چھوڑ دیا۔ اس کے اور تمام لوگ

حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ آپ کی صاحبزادی اسماءؓ سے پوچھا۔ "تیرا باپ کہاں ہے؟"
انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم! مجھ کو معلوم نہیں۔"

تین روز تک حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ غار ثور میں رہے حضرت اسماءؓ رات کو کھانا دے جاتیں۔ عبداللہ بن ابوبکرؓ قریش کی تگ و دو کی خبریں پہنچایا کرتے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کا غلام بکریوں کا ریوڑ لے آتا اور دودھ پلا جاتا۔

قریش تین دن تک سخت پریشان رہے۔ مکہ کا کونہ کونہ، اطراف و جوانب کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ لیکن آپ کا پتہ نہ چلا۔ ایک روز تلاش کرتے کرتے غار ثور پر بھی پہنچے حضرت ابوبکرؓ نے ان کا دیکھ کر عرض کیا "یا رسول اللہ! دشمن سر پر آگیا۔" حضورؐ نے فرمایا۔

لا تحزن۔ ان اللہ معنا۔ | ڈرو مت۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

جب مشرکین قریش اپنی تدبیریں ناکام رہے۔ تو انہوں نے آخری تدبیر یہ کی۔ کہ حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ کی گرفتاری پر سو اونٹوں کے انعام کا اعلان کر دیا۔ کئی مشرک انعام کے لالچ سے آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

ہجرت

حضورؐ اکرم ۲۷ صفر المظفر سنہ ۱۳ نبوی کو رات کے وقت حضرت ابوبکرؓ کو ساتھ لے کر مکہ سے باہر نکلے۔ وطن عزیز کے چھٹنے کا غم دل میں چٹکیاں لے رہا تھا اور اپنی قوم کی سنگدلی و بے رحمی کا نقشہ آنکھوں میں تھا۔ آبادی سے باہر نکل کر حضورؐ نے مکہ پر آخری حسرت بھری نظر ڈالی اور فرمایا۔

"مکہ! تو مجھ کو دنیا بھر سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے بیٹے مجھ کو یہاں نہیں رہنے دیتے۔"

اس کے بعد جبل ثور میں پہنچ کر غار ثور میں داخل ہو گئے۔

غار ثور سے روانگی

جب آپ کو اس کا اطمینان ہو گیا۔ کہ کافروں کی جدوجہد کم ہو گئی ہے۔ تو آپ نے غار ثور سے مدینہ کی طرف چلنے کا ارادہ کر لیا۔ فوراً حضرت ابوبکرؓ نے ان اونٹوں کو گھر سے منگوایا جن کو اسی غرض سے خرید رکھا تھا۔ ان پر سوار ہو کر عبداللہ بن ارقط کو رہنما کے طور پر ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

بخاری و مسلم میں ہجرت کے واقعہ سے متعلق حضرت ابوبکرؓ کا ایک بیان درج ہے۔ جس میں سفر کے واقعات کو بتایا گیا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اس موقع پر ہم اس بیان کو درج کر دیں۔ تاکہ صحیح واقعات روشنی میں آ جائیں۔ براء بن عازبؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ "انہوں نے حضرت ابوبکر سے پوچھا۔ "جب تم حضور کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے تھے۔ تو کیا کیا واقعات پیش آئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "ہم غار سے نکل کر ساری رات چلے۔ پھر دن بھر بھی ہم برابر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب سر پر آ گیا۔ راستہ آنے جانے والوں سے خالی ہو گیا۔ ہم کو ایک پتھر نظر آیا۔ بہت لمبا جس کے نیچے سایہ تھا۔ ہم وہاں اترے۔ میں نے چٹان کے نیچے کی زمین کو ہموار کیا۔ اس پر اپنا پوستین بچھا دیا۔ تاکہ رسول اللہ تھوڑی دیر سو رہیں۔ اور پھر حضور سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! آپ یہاں آرام فرمائیں۔ میں آپ کی حفاظت کروں گا۔" حضور لیٹ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر بعد اٹھا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ کہ کوئی تعاقب میں تو نہیں آ رہا ہے۔ اچانک میری نظر ایک چرواہے پر پڑی۔ جو اپنی بکریوں کا ریوڑ ادھر لئے چلا آ رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا تیری بکریوں میں دودھ ہے؟" اس نے کہا۔ "ہاں!" میں نے کہا۔ "کیا

تو ہمارے لئے) وہ دودھ دے گا؟" اس نے کہا "ہاں!" اس نے ایک بکری کو پکڑا۔ لکڑی کے پیالہ میں تھوڑا سا دودھ دودھ دیا۔ میرے پاس ایک چھاگل تھی جس میں میں نے حضور کے لئے پانی بھر رکھا تھا۔ آپ اس پانی کو پیتے بھی تھے۔ اور اسی سے وضو کر لیا کرتے تھے۔ واپس آکر میں نے دیکھا۔ تو حضور سو رہے تھے۔ میں نے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ خود بھی لیٹ کر سو رہا۔ تھوڑی دیر میں آپ بیدار ہوئے۔ میں نے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملایا۔ پھر حضور کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا۔ "حضور! دودھ پی لیجئے۔ آپ نے دودھ پی لیا۔ میں اپنی اس خدمت سے بہت خوش ہوا۔ پھر آپ نے پوچھا۔ ابوبکر! کیا ابھی روانگی کا وقت نہیں ہوا؟" میں نے عرض کیا "ہاں وقت ہو گیا!" دن ڈھلے ہم یہاں سے آگے بڑھے۔ ہمارے تعاقب میں سراقہ بن مالک آ رہا تھا۔ (جس کو مشرکین مکّہ نے سو اونٹ انعام دینے کے وعدہ پر حضور کی تلاش میں روانہ کیا تھا) وہ قریب پہنچ گیا۔ تو میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ دشمن آگیا" آپ نے فرمایا۔ "ابوبکر! غم نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے" اس کے بعد سراقہ کا گھوڑا ٹھوکر کھا کر زمین پر گر پڑا۔ سراقہ نے ہم کو مخاطب کر کے کہا۔ "میرا خیال ہے تم دونوں میری نجات کی دعا کرو۔ میں خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ میں کفار کو تمہارا پیچھا کرنے سے روک دوں گا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی۔ اس کا گھوڑا ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد سراقہ واپس چلا گیا۔ جو شخص اس کو راستہ میں ملا۔ اس سے کہہ دیا۔ ادھر نہ جاؤ۔ میرا تجسس تمہارے لئے کافی ہے۔ وہ شخص ادھر نہیں ہے۔ غرض جو شخص اس کو ادھر آتا ہوا ملا۔ اس کو یہی کہہ کر واپس کر دیا۔

قریش مکہ کے مشتہرہ انعام کے لالچ سے جو لوگ حضور کی تلاش میں نکلے تھے

ان میں ایک شخص بریدہ بن الخضب اسلمی بھی تھا۔ وہ سراقہ کے واپس چلے جانے کے بعد کسی دوسری راہ سے آیا حضور تک پہنچ گیا۔ حضور نے اس سے پوچھا "تم کون ہو"۔ اس نے کہا۔ "میرا نام بریدہ ہے"۔ حضور نے ابوبکرؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "کام بن گیا"۔ پھر حضورؐ نے بریدہ سے پوچھا۔ "کس قبیلہ سے تمہارا تعلق ہے" بریدہ نے کہا۔ "اسلم سے"۔ حضور نے فرمایا۔ "ابوبکر! اسلمنا! ہم سلامت رہے"۔ پھر حضور نے بریدہ سے پوچھا "کس قوم سے تعلق رکھتے ہو"۔ عرض کیا "بنو سہم سے"۔ آپ نے فرمایا "خرج سہمک۔ تمہارا تیر نکل گیا"۔ بریدہ حضورؐ کے ان ارشادات کو سن رہا تھا۔ حیران تھا۔ کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آخر اس نے پوچھا۔ آپ کون ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ میں محمدؐ عبداللہ کا بیٹا اور خدا کا رسول ہوں" حضور کے ان الفاظ کا بریدہ پر غیر معمولی اثر ہوا۔ مخالفانہ خیالات ایک دم سے دور ہو گئے۔ اور فوراً اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے:۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ۔

اس کے بعد وہ معہ اپنے ستر ۷۰ ساتھیوں کے مسلمان ہو گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد بریدہ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "یثرب جا رہا ہوں"۔ بریدہ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! آپ کے ساتھ ایک علم دار ضروری ہونا چاہیئے اگر اجازت مرحمت فرماویں۔ تو اس خدمت کو میں انجام دوں۔ حضور نے اجازت دے دی۔

بریدہ نے سر سے عمامہ اتار کر اس کو نیزہ پر باندھ لیا۔ اور پھر علم دار کی حیثیت سے حضور کے آگے آگے روانہ ہوا۔

مدینہ میں حضور اکرمؐ کی تشریف آوری کا انتظار

مسلمانانِ مدینہ کو حضور کی مکّہ سے روانگی کی خبر مل چکی تھی۔ وہ بے چینی کے ساتھ خدا کے رسول اور کائنات کے سردار کی آمد کا انتظار کر رہے تھے جب ان کے خیال میں حضور کے مدینہ پہنچنے کا وقت قریب آگیا۔ تو مدینہ کی اطراف و جوانب سے وہ ذوق شوق کے ساتھ آگے بڑھے۔ مدینہ سے نکل کر اس راستہ پر جو مکّہ سے آتا تھا۔ چشم براہ بیٹھ گئے۔ اور دوپہر تک انتظار کرتے رہے۔ جب آپ تشریف نہ لائے۔ تو اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہُوا۔ تیسرے دن سخت انتظار کے بعد جب دھوپ میں کافی گرمی پیدا ہو گئی۔ اور مشتاقانِ جمالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف آوری سے مایوس ہو کر واپسی پر آمادہ ہوئے۔ تو پہاڑی پر سے یہ آواز سنائی دی۔ "لوگو! تم جن کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ آگئے"! یہ سنتے ہی شمع جمال نبوی کے پروانے دوڑے اللہ اکبر! کے فلک شگاف نعروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ اتنے میں یہ خبر مدینہ میں پہنچ گئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل کرنے کے لئے لوگ جوق در جوق آنے لگے۔

قبا میں قیام

قبا سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر مکّہ سے راستہ میں ایک چھوٹی سی آبادی تھی۔ حضور اکرمؐ ۸ یا ۹ ربیع الاول ۱۳ سنہ نبوی کو اس آبادی میں پہنچے یہیں قیام فرمایا۔ قبا میں حضور نے چار روز اور بقول بعض چودہ روز قیام فرمایا۔ انہیں ایام میں یہاں آپ نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی۔ جو آج مسجد قبا

کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی تعمیر میں حضورِ اکرم بھی شریک تھے۔ صحابہؓ کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ یہیں مکّہ سے آ کر حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مدینہ کی طرف روانگی

پانچویں یا پندرھویں روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جمعہ کا دن اور ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ مدینہ کی قریب وادی بنو سالم میں جہاں بنو سالم کے مکانات تھے۔ آپ نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی۔ جس میں تقریباً سو آدمی شریک تھے۔

اسلام میں پہلا جمعہ اور پہلا خطبہ

بنو سالم کی آبادی میں حضور نے نماز جمعہ سے پہلے خطبہ پڑھا۔ جو اسلام میں پہلا خطبہ تھا۔ پھر صحابہؓ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ جو اسلام میں سب سے پہلی نماز جمعہ تھی۔ خطبہ کا مضمون یہ تھا۔

"ہر قسم کی تعریف خدا کے لئے ہے۔ میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد و ہدایت کا طلبگار ہوں۔ اسی پر میرا ایمان ہے اور میں اس کا نافرمان نہیں ہوں۔ اس کے نافرمان بندوں سے میں نفرت و عداوت رکھتا ہوں۔ اور اس امر کا اعتراف کرتا ہوں۔ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ واحد و یکتا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اسی نے محمد کو ایسے زمانہ میں ہدایت نور اور نصیحت

کے ساتھ بھیجا ہے۔ جب کہ عرصہ سے کوئی رسول نہیں آیا تھا۔ علم کم ہو گیا تھا گمراہی بڑھ گئی تھی۔ وہ (یعنی محمدؐ) قیامت کے نزدیک اور موت کے قریب کے زمانہ میں بھیجا گیا۔ جس شخص نے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت یافتہ ہے اور جس نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہے۔

مسلمانو! میں تم کو خدا سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو جو بہترین وصیت کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو آخرت کی تیاری پر آمادہ کرے۔ اور خدا سے ڈرتے رہنے کی ہدایت کرے۔

لوگو! خدا نے جن باتوں سے تم کو منع کیا ہے۔ ان سے بچو نہ اس سے بہتر کوئی وصیت ہے۔ نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو کہ جو شخص امور آخرت میں خدا سے خوف زدہ ہو کر کام کرتا ہے۔ پرہیزگاری اس کی بہترین مددگار رہے۔ اور جس شخص نے اپنے خدا کے درمیان ظاہر و باطن میں اپنے معاملہ کو درست کر لیا۔ اس سے اس کی غرض محض خدا کی خوشنودی ہوئی تو اس کا یہ عمل دنیا میں اس کے یادگار اور آخرت میں گرانقدر ذخیرہ ہوگا۔ جس شخص نے ایسا نہیں کیا۔ اس کی نسبت خدا یہ فرماتا ہے کہ کیا کوئی اس بات کو پسند کرے گا۔ اس کے عمل اس سے دور رکھے جائیں۔ خدا تم کو اپنی جانب سے ڈراتا ہے۔ خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

لوگو! جس خدا کے حکم کو سچ جانا۔ اور خدا سے جو وعدے

اس نے کئے ہیں۔ ان کو پورا کیا۔ تو اس کی نسبت خدا کا یہ ارشاد ہے۔ کہ ہمارے ہاں بات تبدیل نہیں ہوتی۔ اور ہم اپنے بندوں پر زیادتی نہیں کرتے۔

مسلمانو! اپنے موجودہ، آئندہ، ظاہر اور خفیہ تمام کاموں میں خدا سے ڈرو۔ کیونکہ خدا سے ڈرنے والوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس نے خدا سے تقویٰ کیا۔ وہ کامیاب ہو گیا۔ خدا سے خوف زدہ رہنا ہی خدا کی بیگانگی عذاب اور غصہ کو دفعہ کرتا ہے۔ پرہیزگاری ہی چہرہ کو روشن کرتی ہے۔ اور خدا کو خوش اور درجہ کو بلند بناتی ہے۔

لوگو! لطف وحظ حاصل کرو۔ لیکن حقوقِ الٰہی کو نہ بھولو۔ خدا نے اسی غرض سے تم کو اپنی کتاب کا علم دیا ہے۔ تمہارے لئے ایک راستہ مقرر کیا ہے۔ تاکہ سچوں اور جھوٹوں کو علیحدہ علیحدہ رکھا جائے۔ لوگو! خدا نے جیسا اچھا سلوک تمہارے ساتھ کیا ہے۔ تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو۔ خدا کے دشمنوں کو دشمن سمجھو۔ اور خدا کی راہ میں پوری جدوجہد کرو۔ خدا ہی نے تم کو برگزیدہ پیغمبر کی امت میں پیدا کیا۔ اور تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

لوگو! خدا کا ذکر خوب کرو۔ آئندہ کے لئے عمل کرو جس نے اپنے اور خدا کے درمیان معاملہ کو درست کر لیا خدا اس کے معاملہ کو لوگوں کے درمیان درست کر دیتا ہے۔ خدا لوگوں پر اپنا حکم جاری کرتا ہے۔ خدا پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔

خدا لوگوں کا مالک و آقا ہے۔ اور خدا کا کوئی مالک و آقا نہیں ہے۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ اور اسی سے ہم کو نیکی کی توفیق اور قوت حاصل ہوتی ہے۔

مدینہ میں داخلہ

بنو سالم بن عوف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں ٹھہرا لیا۔ اس پر لوگوں میں بحث چھڑ گئی۔ ہر شخص اس بات کی خواہش کرنے لگا۔ کہ حضور میرے ہاں قیام فرمائیں۔ آپ نے اس گفتگو کو سن کر فرمایا۔ "میری اونٹنی کو نہ روکو۔ جہاں وہ بیٹھ جائے گی۔ میں وہیں قیام کروں گا میری اونٹنی خدا کی جانب سے مامور ہے۔" چنانچہ حضور صلعم صحابہؓ کے جھرمٹ میں سے مدینہ کی طرف بڑھے۔

مدینہ میں آپ کی تشریف آوری کی خبر نے عجیب چہل پہل پیدا کر دی تھی۔ لوگ استقبال کو آ رہے تھے۔ پردہ دار بیبیاں چھتوں پر بیٹھی آپ کا انتظار کر رہی تھیں۔ اور لڑکیاں فرط مسرت کے ساتھ یہ اشعار بلند آواز سے گا رہی تھیں۔ ع

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا ہے۔ اس لئے خدا کا ہم پر شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔ ہم میں تجھ کو خدا نے بھیجا ہے۔ تیری اطاعت ہم پر فرض ہے۔

مدینہ کے راستوں اور گلیوں میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری گذرتی رہی۔ ہر شخص کی نظر اونٹنی کی رفتار پر تھی۔ اور ہر شخص متمنی تھا۔ کہ اونٹنی میرے مکان کے سامنے جاکر بیٹھ جائے۔ لیکن اونٹنی نہ ٹھہری۔ اور بنو نجار کے اس محلہ میں اس مقام پر جاکر بیٹھ گئی۔ یہاں اس وقت مسجد نبوی کا دروازہ ہے حضور اکرم بدستور اونٹنی پر بیٹھے رہے اور اس کی پشت سے نہ اترے۔ اونٹنی پھر کھڑی ہوگئی۔ تھوڑی دور جاکر پھر واپس آئی۔ اور اسی جگہ جہاں پہلے بیٹھی تھی پہنچ کر بیٹھ گئی۔ حضور اکرم اونٹنی کی پشت پر سے اتر پڑے۔ اور فرمایا۔

"انشاء اللہ یہی جگہ ہماری قیام گاہ ہوگی"

اس جگہ کے سامنے چونکہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا مکان تھا اس لئے وہ فوراً آگے بڑھے۔ اونٹنی کا کجاوہ اور سامان اٹھا کر اپنے گھر میں لے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کے یہاں قیام پذیر ہوئے۔ اور سات مہینہ تک قیام پذیر رہے۔

سنہ ۱ھ کے واقعات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پہنچ کر سب سے پہلے مہاجرین کی آسائش وراحت اور قیام کا انتظام فرمایا۔ اس کی بہترین صورت یہ اختیار کی۔ کہ مہاجرین انصار کے درمیان مواخات (بھائی چارہ) کا رشتہ قائم کیا۔ اور یہ طریقہ ربانی الہام سے اختیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے مہاجرین کو یکجا جمع کیا۔ جن کی تعداد کاتب الواقدی نے پچاس بیان کی ہے۔ پھر انصار کو بلایا۔ جن کی تعداد ڈیڑھ سو تھی۔ انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مہاجرین بھی تمہارے بھائی ہیں۔ ایک ایک کر کے انصاری ایک ایک مہاجر بھائی کو اپنے

گھر لے جائے۔ اور اس کی ضروریات کا کفیل ہو۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ ان کو اپنے حقیقی بھائی کی مانند سمجھے"۔ چنانچہ انصار نے ایک ایک مہاجر کو لے لیا۔ اور اپنے گھر لے جا کر رکھا۔ اس کے ساتھ حقیقی بھائیوں کا سا سلوک کیا۔ یہاں تک کہ اکثر انصار نے اپنے گھر کے سامان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ کا مالک مہاجر کو بنا دیا۔ بعض نے تو اس قدر برادرانہ محبت کا اظہار کیا۔ کہ اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے روبرو نکاح کے لئے پیش کر دیا۔

مورخین نے مواخات کے ذکر کو تفصیل سے لکھا ہے۔ اور بتایا ہے کہ کن کن مہاجرین کو کن کن انصار نے لیا۔ اور اپنے گھر میں رکھا۔ یہ تفصیل چونکہ غیر ضروری ہے۔ اس لئے ہم اس کو نظر انداز کر کے صرف اتنا بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت ابوبکرؓ کو خارجہ بن زید کا بھائی بنایا گیا۔ حضرت عمرؓ کو عتبان بن مالک کا۔ ابو عبیدہ ابن الجراح کو سعد بن معاذ کا۔ اور عبدالرحمٰن بن عوف کو سعد بن الربیع کا۔ زبیر بن عوام کو سلمہ بن سلامہ کا۔ طلحہ بن عبیداللہ کو کعب بن مالک کا۔ عثمان بن عفان کو اوس بن ثابت کا۔ ابوذر غفاری کو منذر بن عمرو ساعدی کا اور بلال کو ابو رویحہ خثعمی کا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر

عقدِ مواخات کے ساتھ ہی حضور صلعم نے مسجد نبوی کو تعمیر کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ وہ جگہ جہاں آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی تھی۔ سہل و سہیل دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپ نے ان بچوں کو بلایا۔ اور فرمایا۔ تم اس زمین کو قیمت لے

کر مسجد بنانے کے لئے ہم کو دے دو۔ بچوں نے بلا معاوضہ زمین کو نذر کر دینا چاہا۔ لیکن حضور نے اس کو منظور نہیں فرمایا۔ ایک انصاری نے بچوں کو زمین کی قیمت اپنے پاس سے دی۔ اور کھجور کا ایک درخت بھی ہو نذر کیا۔ اس کے بعد تعمیر کا کام شروع ہوا۔ بعض مورخ کہتے ہیں۔ زمین کی قیمت حضرت ابوبکر رضہ نے ادا کی تھی۔

حضور صلعم بہ نفس نفیس مہاجرین و انصار کے ساتھ مسجد کی تعمیر میں شریک تھے۔ اول زمین کو مشرکوں کی قبروں۔ کھجور کے درختوں اور کھنڈروں سے صاف کیا گیا۔ پھر تعمیر شروع کی گئی۔ مسجد کی دیواریں مٹی اور پتھر سے بنائی گئیں۔ صحابہ رضہ اور حضور صلعم پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے۔ اور ذوق شوق کے عالم میں گنگناتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی گنگنانے کی آواز میں آواز ملا دیتے تھے۔ جب دیواریں تیار ہو گئیں۔ تو کھجور کے پتوں اور چھال سے چھت کو پاٹا گیا۔ اور مسجد تیار ہو گئی۔

اہل بیت کے مکانات کی تعمیر

مسجد نبوی کے بعد حضور اکرم اور صحابہ رضہ نے مسجد کے قریب اپنے مکانات تعمیر کئے۔ حضور نے ایک مکان بی بی سودہ رضہ اور ایک مکان حضرت عائشہ رضہ کے لئے تیار کیا۔ جب یہ مکان بن گئے۔ تو آپ نے مکہ سے ان دونوں کو بلا لیا۔ اور حضرت ایوبؓ انصاری کے مکان سے اُن مکانوں میں اُٹھ آئے۔ حضرت ابو ایوب کے مکان میں حضورؐ اکرم صرف سات مہینے رہے۔

نادار مہاجرین کے لئے مکان

مہاجرین میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے۔ جن کو دنیا کے جھمیلوں سے نفرت تھی۔ اپنی زندگی کو انہوں نے عبادتِ الٰہی اور حضور اکرم کی خدمت میں حاضری کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ یہ لوگ دن بھر عبادتِ الٰہی کرتے یا حضور کی خدمت میں رہ کر دینِ الٰہی کے احکام کو سیکھتے۔ قرآن مجید پڑھتے اور ارشاداتِ نبوی کو سنتے تھے۔ ان میں سے بعض جب بھوک سے زیادہ تکلیف محسوس کرتے۔ تو جنگل چلے جاتے اور لکڑیاں کاٹ کر لے آتے اور کو بیچ کر گذارہ کرتے تھے۔ بعض فاقہ پر فاقہ کرتے، اور کسی سے اپنی بھوک کی اذیت کو بیان نہ کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں سے بڑی محبت تھی۔ اور ہر وقت ان کا خیال رکھتے تھے۔ ان کی بے سروسامانی کو دیکھ کر حضور اکرم نے ان کے لئے مسجد نبوی کے ایک جانب ایک چبوترہ بنوایا۔ اس پر سائبان ڈلوا دیا۔ اور ان میں ان لوگوں کو آباد کر دیا۔ کہیں سے صدقہ آتا۔ تو حضور ان کے پاس بھیج دیتے اور صحابہؓ سے ان کی مدد کرنے کی خواہش ظاہر فرمایا کرتے تھے۔ دعوت کے موقعوں پر ان کو خاص طور پر بلاتے تھے۔ ان حضرات سے حضور اکرم کی محبت کا اندازہ اس سے ہو ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی صاحبزادی فاطمہؓ نے آپ سے ایک لونڈی گھر کے کام کے لئے طلب فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا۔ "یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تمہیں کوئی چیز دوں۔ اور صاحبِ صفہ (چبوترہ والے) بھوکوں مریں۔

ان حضرات کو جو اس سائبان کے نیچے چبوترہ پر رہتے تھے اصحابِ صفہ کہا جاتا تھا۔ چوں کہ یہ اکثر حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اس لئے

احکام دین اور قرآن مجید وغیرہ کے ماہر تھے۔ اور جب کبھی نومسلموں کو دین سکھانے کے لئے کسی شخص کے بھیجنے کی ضرورت پیش آتی۔ تو حضورؐ انہیں لوگوں میں سے کسی کو بھیجا کرتے تھے۔ اسلام کی تبلیغ کے فرائض بھی اکثر یہی لوگ انجام دیتے تھے۔ اور قرآن مجید پڑھانے کی خدمت بھی اکثر انہیں کے سپرد ہوتی تھی۔

مہاجرین کی کاروباری زندگی

مہاجرین میں اکثر حضرات خوش حال تھے۔ لیکن مکہ سے ایسی حالت میں نکلتے تھے۔ کہ کافروں کے خوف سے ضروری سامان بھی ساتھ نہ لاسکے تھے۔ کچھ عرصہ تک تو وہ امداد کی زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن پھر ان کو اور خود حضور اکرم کو یہ گوارا نہ ہوا۔ کہ وہ اس قسم کی زندگی بسر کرتے رہیں۔ بعض نے خفیہ طور پر مکہ سے کچھ سامان منگوایا۔ اور بعض کچھ اپنے ساتھ لیتے آئے تھے۔ اس لئے مسجد نبوی وغیرہ کی کمائی سے اپنی زندگی بسر کرسکیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضہ، حضرت عمر رضہ، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمن بن عوف وغیرہ نے تجارت شروع کردی۔ خدا نے ان کے کاروبار میں برکت دی۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں ان کا کاروبار ترقی پاگیا۔ اور یہ لوگ اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔

اذان کی ابتداء

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد جس قدر صحابہ رضہ وقت پر مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔ جماعت سے نماز پڑھ لیتے تھے۔ اور جو وقت پر نہ پہنچ سکتے

وہ جماعت سے محروم رہ جاتے تھے۔ حضور اکرم کو یہ طریقہ پسند نہ تھا۔ آپ کا مقصد اعظم تو یہ تھا۔ کہ مسلمان ایک رشتہ میں منسلک و پیوستہ رہیں۔ اور متحدہ طاقت سے کام کریں۔ اس لئے آپ یہ چاہتے تھے۔ کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے۔ کہ مسلمان تمام مسجد نبوی میں اکٹھے نماز پڑھیں۔ اور اسلام کی اخوت و شوکت کا مظاہرہ کریں۔

ایک روز حضورؐ نے صحابہ رضؓ کو جمع کر کے اس معاملہ میں مشورہ کیا اور نماز کی عام اطلاع کے طریقہ پر غور کیا جانے لگا۔ بعض نے کہا۔ نماز کے وقت کا اعلان کرنے کے لئے ایک جھنڈا بلند کر دیا جایا کرے۔ تاکہ مسلمان اس کو دیکھ کر آجایا کریں۔ اور جو نہ دیکھ سکیں۔ ان کو دوسرے اطلاع دینے چلے آئیں۔ بعض نے کہا۔ ناقوس یا بگل بنوا لیا جائے۔ اور نماز کے وقت اس کو بجایا جائے۔ تاکہ لوگ اس کی آواز سن کر جمع ہو جائیں۔ بعض نے کہا۔ نماز کے وقت کسی اونچی جگہ پر آگ روشن کر دی جائے۔ تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ آجائیں۔ حضورؐ نے ان میں سے کسی بات کو پسند نہیں کیا۔ اور فرمایا۔ "ناقوس بجانا نصاریٰ کا فعل ہے۔ بگل یہود میں رائج ہے۔ آگ مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ ہم کو کسی کافر سے مشابہت جائز نہیں ہے۔" غرض اس مجلس میں کوئی بات طے نہ ہو سکی۔ اسی رات کو عبداللہ بن زید رضؓ کو خواب میں اذان کے کلمات تعلیم کئے گئے۔ اور وہ صبح اٹھ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور خواب کا ذکر کیا۔ آپ نے کلمات کو پسند فرمایا۔ اور نماز کے وقت حضرت بلال رضؓ کو جن کی آواز بلند تھی حکم دیا۔ کہ ان کلمات سے اعلان کرو۔ چنانچہ حضرت بلال رضؓ نے اذان کہی۔ حضرت عمر رضؓ اذان کے ان کلمات کو سن کر دوڑے ہوئے آئے۔ اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! بیس روز ہوئے۔

یہی کلمات جواب میں نے سنے تھے۔ لیکن ادب و شرم کے سبب عرض نہ کر سکا تھا۔

عاشورہ کے روز کی فرضیّت

سنہ ۱ھ میں عاشورہ کے دن یہود کو روزہ رکھتے دیکھ کر حضورؐ نے ان سے پوچھا۔ "آج کیسا روزہ ہے؟ یہود نے کہا۔" آج ہی کے دن حضرت موسیٰ نے فرعون پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ اور آج ہی کے روز فرعون دریا میں غرق ہوا تھا۔ اس لئے ہم آج کے روز روزہ رکھتے ہیں۔" حضورؐ اکرم نے یہ سن کر فرمایا۔ "کلیم اللہ (موسیٰ) کو ہمارے ساتھ خاص نسبت ہے۔ اس لئے ہم کو بھی عاشورہ کا روزہ رکھنا چاہیئے۔" حضور نے خود بھی روزہ رکھا۔ اور صحابہ رضؓ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم مرحمت فرمایا۔ اور یہ فرمایا۔ کہ آئندہ سال میں نویں یا دسویں تاریخوں کا روز رکھوں گا۔ تاکہ یہود کی مشابہت نہ رہے لیکن آئندہ سال ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔ تو عاشورہ کے روزے ساقط ہو گئے۔

زکوٰۃ و نماز

مکہ معظمہ میں حضور اکرم پانچوں وقت کی نماز میں سے چار وقت دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ اور مغرب کی تین۔ مدینہ منوّرہ میں پہنچ کر پہلے ہی سال ظہر، عصر، اور عشاء کی نمازوں میں دو دو رکعتیں بڑھائی گئیں۔ یعنی دو دو رکعتوں کی چار چار رکعتیں فرض کی گئیں۔ فجر کی بدستور دو رہیں۔ اور مغرب کی بدستور تین اور جتنی رکعتیں مکہ میں فرض ہوئی تھیں۔ مسافر کے لئے

بدستور وہی باقی رہیں۔ اسی سال مسلمانوں پر زکوٰۃ فرض ہوئی۔ کہ وہ صاحب نصاب ہی سے لی جائے۔ اس سے غرباء مساکین وغیرہ کو مدد دی جائے۔

بین الاقوامی معاہدہ

مدینہ منورہ میں یہود، مسیحی اور کچھ بت پرست بھی آباد تھے۔ حضورؐ نے ضروری امور سے فراغت کر کے چاہا۔ کہ ان تمام اقوام کے لوگوں سے عموماً اور یہود سے جن کی تعداد زیادہ تھی۔ خصوصاً ایک بین الاقوامی معاہدہ کیا جائے۔ تاکہ یہود ایک طرف مکہ والوں کے اثر میں آ کر مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ دوسری جانب قبائل اوس و خزرج کو یہود صدیوں سے لڑا لڑا کر کمزور کر رہے تھے۔ اور کبھی کبھی ان میں اتحاد نہ ہونے دیتے تھے اور اب وہ اسلام کے آغوش میں آ کر یکجان دو قالب کا مصداق بن گئے تھے۔ دوبارہ یہود کی شرارت کا شکار نہ ہو جائیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی تحریک شروع کی۔ اتفاق رائے سے قومیت کے اصول پر ایک بین الاقوامی معاہدہ مرتب کر لیا۔ جس کو تمام اقوام نے پسند کر کے منظور کر لیا۔

اس بین الاقوامی معاہدہ میں حضور نے مدینہ منورہ کے اطراف و جوانب کے قبائل کو بھی شریک کر لیا تھا۔ اس کی اہم دفعات یہ تھیں۔

۱۔ یہ معاہدہ ہے۔ رسول اللہؐ کی طرف سے مسلمانوں اور ان لوگوں کے درمیان جو کاروبار میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہیں۔

۲۔ تمام مذاہب کے لوگ اور تمام اقوام و قبائل ایک قوم ہی مانی جائے گی۔

۳۔ قبیلہ بنی عوف کے یہود قومیت کے اعتبار سے مسلمانوں کے

شریک ہیں۔

۴۔ جو شخص یا جو قبیلہ معاہدہ اقوام یا اس کے افراد سے جنگ کرے گا۔ اس کی مدد تمام معاہدہ اقوام کریں گی۔ یعنی غیر مسلم کی مدد مسلمان کریں گے۔ اور مسلمانوں کی اعانت غیر مسلم کرینگے

۵۔ مسلمانوں کے تعلقات اپنی معاہد اقوام و قبائل سے دوستانہ ہوں گے۔ وہ ان کو فائدہ پہنچائیں گے۔ اور ان کی خیر خواہی کریں گے۔ ان کے ضرر و نقصان میں شریک ہوں گے۔

۶۔ جنگ کی صورت میں یہود مالی مصارف میں مسلمانوں کیساتھ شریک رہیں گے۔

۷۔ یہود کے تعلقات جن قوموں سے دوستانہ ہوں گے۔ ان کے حقوق مسلمانوں کی نظر میں یہود کے برابر ہوں گے۔

۸۔ کوئی فریق معاہد اپنے دوسرے معاہد فریق سے مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔

۹۔ مظلوم کی حمایت و مدد کی جائے۔

۱۰۔ مدینہ کے اندر خونریزی تمام معاہد اقوام پر حرام ہو گی۔

۱۱۔ معاہد اقوام کے ہمسائے معاہد قوموں کے مانند خیال کئے جائیں گے۔

۱۲۔ معاہد اقوام کے درمیان کوئی نئی صورت پیدا ہو یا کوئی جھگڑا اٹھ کھڑا ہو۔ جس سے فساد کا خطرہ پیدا ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں اس کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا جائے گا۔

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے تھوڑے فاصلہ کے علاقوں میں گشت لگایا۔ جن جن قبائل میں باہمی عداوت تھی۔ اور لڑائی کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان کو سمجھایا اور اس معاہدہ میں شریک کر لیا۔ پھر اور آگے بڑھے۔ اور مکہ و مدینہ کے درمیانی علاقہ کے قبائل کو ہموار کر لیا۔ اور ان کو بھی معاہدہ میں شامل کر لیا۔ پھر مدینہ کی طرف بحری مقامات کی جانب توجہ کی۔ اور ادھر کے قبائل کو بھی معاہدہ میں شریک کر لیا۔ اور ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ان تمام علاقوں میں امن وسکون ہو گیا۔

حضورؐ اکرم کی نسبت یہود اور مسیحیوں کا خیال

یہود کی کتب مقدسہ میں حضرت موسیٰ کے خاندان سے ایک نبی کے آنے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہود اس نبی موعود کے آنے کے منتظر تھے۔ اور مدینہ میں قیام پذیر تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ نبی کے ظہور سے یہود کی گذشتہ شان وشوکت پھر عود کر آئے گی۔ اور دنیا میں پھر ان کا اقتدار قائم ہو جائے گا۔ نبی موعود کا انتظار اس وقت سے بڑھ گیا تھا۔ جب کہ یہود کو شام سے نکال دیا گیا تھا۔

مکہ سے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہود بہت خوش ہوئے تھے۔ اور انہوں نے یہ رائے بھی قائم کر لی تھی کہ حضورؐ کی ذات سے اب یہود کو عروج حاصل ہو گا۔ اور وہ اپنے دشمن مسیحیوں سے انتقام لے سکیں گے۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا۔ کہ حضورؐ حضرت مسیح کو راست باز اور ان کی تعلیم کو سچی تعلیم بتاتے ہیں۔

اور ان کی عظمت کا اعتراف کر کے یہود کو ان کے متعلق رائے قائم کرنے میں غلطی پر بتاتے ہیں۔ تو ان کی ساری اُمیدیں ختم ہو گئیں۔ اور وہ حضورؐ سے اظہار عداوت کرنے اور دینی حیثیت سے آپ کی عظمت کے بجائے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے لگے۔

یہی کیفیت مسیحیوں کی تھی۔ وہ بھی حضرت عیسیٰ کی بشارت کے مطابق نبی موعود کے منتظر تھے۔ اور یہ خیال قائم کئے ہوئے تھے۔ کہ نبی موعود یہود سے ان مظالم کا انتقام لے گا۔ جو انہوں نے مسیحیوں پر کئے ہیں۔ اور مسیحی دنیا کی شوکت کو بلند کر کے مسیحیوں کے اقتدار کو بڑھائے گا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا۔ کہ حضور اکرم مسیحؑ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے اور تثلیث کا انکار کر کے خدا کو واحد و یکتا کہتے ہیں۔ کفارہ اور رہبانیت کے قائل نہیں ہیں۔ تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدگمان ہو گئے۔ نہ صرف بدگمان بلکہ دشمن بن گئے۔

ان دونوں دشمنوں کے علاوہ خود مدینہ کے قبائل اوس و خزرج کے لوگوں کی بھی بڑی تعداد تھی۔ جو حضور کی مخالف تھی۔ حضور نے ان تمام مخالفوں اور دشمنوں کو قابو میں رکھنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ سب کو ایک قومیت کی لڑی میں پیوستہ کر کے ان سے ایک جامع معاہدہ کر لیا۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس معاہدہ کی جیسی ضرورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ و اشاعت کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے تھی۔ اسی قسم کی ضرورت مدینہ کے یہود مسیحیوں اور دوسرے قبائل کو بھی تھی۔ اس لئے کہ وہ اندرونی زندگی کے لئے سکون کے متمنی تھے۔ اور اس معاہدہ کے بغیر ان کو سکون میسّر نہیں آ سکتا تھا۔

مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا سال امن و امان کے ساتھ گذرا۔ اور آپ برابر تبلیغی کاموں اور اقوام و قبائل کو ہموار کرنے میں مشغول رہے
حضرت سلمان فارسی ایک مشہور صحابی ہیں۔ جو ملک فارس کے شہر رام ہرمز کے رہنے والے تھے۔ مجوسی (آتش پرست) مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اپنے مذہب سے خوش نہ تھے۔ تلاش حق میں ادھر ادھر پھرتے رہتے تھے۔ اول آپ نے اپنا مذہب ترک کر کے مسیحیت کو اختیار کیا۔ لیکن مسیحیت بھی آپ کی طلب حق کی پیاس نہ بجھا سکی۔ جب آپ نے علمائے نصاریٰ سے سُنا کہ نبی موعود آنے والا ہے۔ تو آپ حجاز کی جانب روانہ ہو گئے۔ حجاز جاتے ہوئے راستہ میں غارت گر قبائل نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنا غلام بنا لیا۔ آپ غلامی کی حیثیت سے مختلف مالکوں کے ماتحت رہے۔ آپ کا آخری مالک قریشی بنا۔ جس کے ہمراہ آپ مدینہ میں آئے۔ مدینہ میں سن کر کہ نبی موعود مدینہ میں آنے والے ہیں آپ نے مدینہ کے قیام کو بہتر خیال کیا۔ ان کی یہ خواہش خدا نے پوری کر دی۔ آخر ان کے قریشی مالک ان کو مدینہ کے ایک یہودی کے ہاں فروخت کر گیا۔

جب حضور اکرم مدینہ میں تشریف لے آئے۔ تو سلمان فارسی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صدقہ کے نام سے کوئی چیز آپ کی خدمت میں پیش کی۔ حضور نے اس چیز کو قبول نہ فرمایا۔ اور کہا۔ میرے لئے صدقہ کا مال حرام ہے۔ دوسرے دن سلمان فارسی نے ہدیہ کے طور پر کوئی چیز پیش کی۔ آپ نے اُسے قبول فرمایا۔ اسی روز آپ دین الٰہی قبول کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور بیان کیا۔ کہ علماء نصاریٰ و یہود

نے نبی موعود کی یہ علامت بتائی تھی۔ کہ وہ صدقہ کو قبول نہ کریں گے۔ اور ہدیہ لے لیں گے۔ بعض غیر معروف روایات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ اسلام قبول کرتے وقت حضرت سلمان رضہ کی عمر اڈھائی سو سال تھی۔

عبداللہ بن سلام جن کا اصلی نام حصین بن سلام تھا یہود کے ایک بڑے رئیس و عالم تھے۔ جب حضور مدینہ میں تشریف لائے۔ تو ایک روز وہ باغ میں کھجور کے درخت کے نیچے پڑے ہوئے تھے۔ ان کی پھوپھی بھی پاس تھیں۔ حضورؐ کو تشریف لاتے دیکھ کر عبداللہ بن سلام نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ ان کی پھوپھی نے کہا۔ "حصین! خدا تم کو نامراد رکھے یہ کیسی خوشی ہے۔ اگر موسیٰ بن عمران بھی آتے تو میں اتنا اظہار مسرت نہ کرتی عبداللہ بن نے کہا۔ "پھوپھی! یہ شخص (یعنی محمدؐ) موسیٰ بن عمران کا بھائی ہے اور انہیں کے دین پر مبعوث ہوا ہے۔" ان کی پھوپھی نے کہا۔ "بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں۔ جن کا ہم انتظار کر رہے تھے؟" عبداللہ بن سلام نے کہا۔ "ہاں۔"

عبداللہ بن سلام کا بیان ہے۔ کہ اس کے بعد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حلقہ اسلام میں داخل ہو کر حضورؐ سے عرض کیا۔ کہ میری قوم (یہود) انتہا درجہ کی حاسد ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ مجھ کو کسی گوشہ میں چھپا دیں۔ اور پھر یہود کو بلا کر میری نسبت ان کی رائے دریافت کر لیں۔ اس سے پہلے کہ ان کو میرے اسلام قبول کرنے کا حال معلوم ہو۔ کیونکہ جب ان کو میرے اسلام کا حال معلوم ہو گا۔ تو وہ مجھ پر بہتان باندھیں گے۔ حضورؐ نے ان کو قریب کے مکان میں چھپا دیا۔ پھر یہود کو بلا کر پوچھا۔ "حصین (عبداللہ بن سلام) تم میں کیسا شخص ہے

"یہود نے کہا۔ کہ" وہ ہمارا سردار اور سردار کا بیٹا ہے۔ اور زبردست عالم ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن سلام باہر آ گئے اور یہود کو مخاطب کر کے کہا۔" یہود! خدا سے ڈرو۔ محمدؐ جو دین لے کر آئے ہیں۔ اس کو قبول کر لو۔ خدا کی قسم تم کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ تم تورات میں اُن کا نام اور صفات لکھی ہوئی پاؤ گے۔ میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ ان کی رسالت کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور جو علامات تورات میں میں نے پڑھی ہیں۔ ان کے پیش نظر آپ کو پہچانتا ہوں"۔ یہود نے یہ سن کر کہا۔" عبداللہ! تو نے جھوٹ کہا۔" اور اس کے بعد عبداللہ بن سلام کو بُرا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔

قبائل اوس و خزرج میں سے بعض لوگ محض مصلحتاً مسلمان ہوئے تھے۔ ان میں ایک شخص عبداللہ بن اُبی تھا۔ جو محض اس لئے مسلمان ہوا تھا کہ اگر مسلمانوں کی طاقت کو مضبوط پائے۔ تو مسلمانوں میں شامل رہ کر اقتدار حاصل کرے۔ اور اگر مسلمانوں کو کمزور دیکھے۔ تو ان کے مخالفوں سے ساز باز کر کے فائدہ اٹھائے۔ اس جماعت کو جو زبان سے اسلام کا اعتراف کرتی اور دل سے اسلام کے خلاف تھی۔ اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں شریک رہتی تھی۔ اصطلاح میں منافق کہا جاتا تھا۔

مکہ معظمہ میں حضورؐ قبلہ کی جانب نماز پڑھا کرتے تھے۔ مدینہ میں آ کر بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا۔ مسلمان بیت المقدس کی جانب نماز پڑھنے لگے۔ ایک طرف تو اس تبدیلی سے مسلمانوں کو یہ رنج تھا۔ کہ ان کا قبلہ ان سے ترک ہو گیا۔ لیکن وہ خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے بندے تھے۔ کبھی زبان سے اپنی ناگواری کا اظہار نہیں کیا۔ اور حکم نازل

ہونے کے بعد سے برابر اس وقت تک بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے رہے۔ جب تک کہ دوسرا حکم نازل نہ ہو گیا۔ بیت المقدس کی جانب مسلمانوں نے صرف سترہ یا اٹھارہ مہینے نماز پڑھی۔ اس کے بعد یہ حکم تبدیل ہو گیا اور پھر قبلہ کی جانب نماز پڑھنے کا حکم آگیا۔ جس سے مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور دوسری طرف اس تبدیلی سے یہود کو مسلمانوں پر اعتراض کرنے کا موقعہ مل گیا۔ وہ یہ کہنے لگے کہ جب مسلمانوں کو اور کوئی قبلہ نہ ملا۔ تو وہ ہمارے قبلہ کی جانب نماز پڑھنے لگے۔

خداوند تعالےٰ نے قرآن پاک میں تبدیلی قبلہ کے مصالح بیان کئے ہیں۔ اور بتایا ہے۔ کہ یہ تبدیلی حقیقۃً میں مسلمانوں کا امتحان تھا۔ کہ وہ ان تلخیوں کو برداشت کرتے ہیں یا نہیں۔ جو ان کو اس سلسلہ میں مخالفوں کے تمسخر وغیرہ سے پیش آئیں گی۔

اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختنہ کی ابراہیمی سنت کو رواج دیا۔ تاکہ دین ابراہیمی کو ماننے والے ایک اولو العزم پیغمبر کی سنت کو زندہ رکھیں۔ اور ان فوائد سے متمتع ہوں۔ جو ختنہ میں مضمر ہیں۔

مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد چند مہینوں تک کوئی ناگوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ اور اسلام کی طاقت برابر بڑھتی رہی۔ لیکن جب مکّہ کے قریش کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ اور وہ مدینہ میں جم گئے ہیں۔ تو اس اندیشہ سے کہ کہیں مزید طاقت حاصل کر کے مسلمان ہم پر حملہ آور نہ ہوں۔ ہم سے ان مظالم کا جو ہم نے ان پر کئے ہیں۔ انتقام نہ لیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں۔ مدینہ کے یہود اور منافقوں کو اکسایا۔ اور

اطراف و جوانب کے قبائل کو فساد پر آمادہ کیا۔

غزوات و سریّات

ہجرت کے پہلے سال میں کوئی خاص واقعہ وقوع میں نہیں آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغی کاموں اور اقوام و قبائل سے تعلقات کو مضبوط کرنے میں مشغول رہے۔ اور مسلمانوں نے تجارتی کاروبار شروع کیا۔ جس سے اپنی مالی حالت کو درست کرلیا۔ ادھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر مخالفین اپنی کوششوں میں مشغول تھے۔ اور سازشوں کا جال پھیلایا جا رہا تھا۔

۲ھ کے واقعات (قریش کی سازشیں)

قریش نے مدینہ میں مسلمانوں کی طاقت کو بڑھتا ہوا دیکھ کر مسلمانانِ مدینہ پر حملہ کا پختہ ارادہ کرلیا۔ اور مدینہ کے مخالفین اسلام کو اپنا مددگار بنانے کی کوشش شروع کی۔ عبداللہ بن ابی کا نفاق مشہور تھا قریش نے اس کو ایک خط لکھا جس میں قبائل اوس و خزرج کے لوگوں کو دھمکی دیتے ہوئے یہ تحریر کیا۔ "کہ تم نے ہمارے قبیلہ کے ایک شخص (محمدؐ) اور اس کے ساتھیوں کو ٹھہرالیا ہے۔ اس لئے ہم تم کو اطلاع دیتے ہیں کہ تم یا تو ان لوگوں کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یا ان سے لڑو۔ اور اگر یہ دونوں باتیں منظور نہ ہوں۔ تو پھر تم تیار ہو جاؤ۔ ہم تمہاری سرکوبی کے لئے تیار ہیں۔ تم پر حملہ کریں گے۔ اور تمہارے نوجوانوں کو قتل کر کے تمہاری عورتوں کو چھین لے جائیں گے"۔

اس دھمکی سے منافقوں کی جماعت ڈر گئی۔ اور مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئی۔ حضورؐ کو جب اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے اس کو سمجھایا اور بتایا کہ ہم سے لڑنے میں تم کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ قریش سے لڑنے میں البتہ تم فائدہ اٹھا سکو گے۔ حضورؐ کی یہ تقریر سن کر اوس اور خزرج کے لوگ اور منافق حقیقت حال سے آگاہ ہو گئے۔ اور مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ انہوں نے ترک کر دیا۔

قریش اوس و خزرج کے بت پرستوں اور منافقوں کو ہموار کرنے میں ناکام رہے۔ تو انہوں نے یہود کی طرف توجہ کی۔ ان سے خط و کتابت کر کے ان کو ہموار کر لیا۔ اور اس کے بعد مسلمانوں کو کہلا بھیجا۔ کہ تم اس خیال میں نہ رہنا۔ کہ مکہ سے نکل کر مدینہ میں آرام سے زندگی بسر کر سکو گے۔ ہم مدینہ پہنچ کر ہی تمہارا استیصال کر دیں گے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضہ کا نکاح

ذی الحج ۲ھ میں حضورؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کا نکاح علی رضہ ابن ابی طالب سے کیا۔ حضرت علی رضہ کے پاس مہر ادا کرنے کے لئے اس وقت کچھ نہ تھا۔ انہوں نے اپنی زرہ کو فروخت کیا۔ جسے حضرت عثمانؓ نے چار سو درہم میں خرید فرمایا۔ اور پھر زرہ حضرت علی رضہ کو واپس مرحمت فرما دی۔ حضرت علی رضہ چار سو درہم لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضور نے یہی مہر مقرر فرما کر اس رقم سے کپڑا اور خوشبو وغیرہ خرید کیا۔ اور مہاجرین و انصار کو بلا کر نکاح پڑھا دیا۔

قریش کا مسلمانوں پر پہلا حملہ

قریش نے مسلمانوں کو جو دھمکی دی تھی۔ اس کو موثر بنانے کے لئے قریش کا ایک سردار کرد بن جابر فہری مکہ سے مدینہ آیا۔ اور مسلمانوں کے ان مویشیوں کو پکڑ کر لے گیا۔ جو مدینہ سے باہر کسی چراگاہ میں چر رہے تھے۔ یہ ڈکیتی گویا قریش کی طرف سے اس امر کا اعلان تھا۔ کہ ہم مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔

آیاتِ قتال کا نزول

مسلمانوں کو جدال و قتال کا حکم ابھی تک خدا کی جانب سے نہ ملا۔ جب مدینہ میں مسلمانوں کو دھمکی دی جانے لگی۔ اور جنگ کا خطرہ سامنے آ گیا۔ تو خدا نے ان کو لڑنے کی اجازت دے دی۔ اور یہ حکم دیا گیا۔

اذن للذین یقٰتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ، ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا ط

اے محمد! تم ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دو۔ جن سے کافر لڑ رہے ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان پر بہت ظلم کیا گیا ہے۔ بلاشبہ ان کو غالب کرنے پر اللہ پوری قدرت رکھتا ہے ہاں! ان لوگوں کو، جو بلاوجہ اپنے گھروں سے نکالے گئے۔ محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں۔ کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاتھ سے زور نہ گھٹواتا رہتا۔ تو نصاریٰ کے خلوت خانے عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں

کی مسجدیں جن میں خدا کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے
سب منہدم ہو گئے ہوتے۔

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت بھی دی ہے۔ اور یہ بھی بتایا ہے۔ کہ مشرکین مکہ سے جنگ کرنا ان کے لئے ہر طرح مناسب و ضروری ہے۔ چنانچہ جنگ کے ضروری ہونے کی تین وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ جن میں سے ہر ایک بجائے خود نہایت اہم ہے۔ اول یہ کہ مسلمان مظلوم ہیں۔ انہوں نے کبھی تبلیغ دین کے سوا کسی کے معاملہ میں نہ تو مداخلت کی ہے۔ اور نہ کسی کو چھیڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو ان کے گھر سے نکالا گیا۔ اور ان کی جائداد و املاک سے بے دخل کیا گیا۔ محض اس بنا پر کہ وہ ایک خدا پر ایمان لائے تھے۔ اور اس کے رسول کی تصدیق کی تھی۔ تیسرے یہ کہ مسلمانوں نے جو معاہدات یہود وغیرہ سے کئے تھے۔ ان کی خلاف ورزی کی جا رہی تھی۔ اور ملک کے امن و سکون کو تباہ و برباد کیا جا رہا تھا۔ جو ایک سب سے بڑا جرم تھا۔ انہیں وجوہ کی بنا پر خدا نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ نقض امن کرنے والوں اور دین الٰہی کی اشاعت و تبلیغ میں سدِ راہ ہونے والوں کو عبرت انگیز سبق دیں۔ اور وہ جنگ و جدال پر آمادہ ہوں۔ تو مدافعت کریں۔

مدینہ کی حفاظت

قریش کی دھمکی اور غارت گری کے بعد اور منافقوں اور یہود کی مخالفانہ سازشوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی حفاظت کو ضروری خیال کیا۔ اور صحابہ رضؓ کے مشورہ سے قرار پایا۔ کہ رات کو پہرہ

دیا جائے۔ تاکہ مخالف اچانک حملہ نہ کرسکیں۔ چنانچہ حضورؐ خود اور صحابہؓ اکثر راتوں کو جاگتے اور پہرہ دیا کرتے تھے۔

اسلام کی سب سے پہلی مہم (غزوہ الواء)

سنہ ۲ھ ماہ صفر میں حضور کو اطلاع ملی۔ کہ قریش کی ایک جماعت مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے آرہی ہے۔ حضور نے یہ خبر پاکر مدافعت کے لئے مسلمانوں کی ایک جماعت تیار کی۔ اس جماعت میں صرف ساٹھ آدمی تھے۔ اور بقول ابن خلدون دو سو آدمی۔ حضورؐ اکرم نے مدینہ کے انتظام پر سعد بن عبادہ کو مقرر کیا۔ اور حضرت حمزہ رضؓ کو لشکر اسلام کا علم مرحمت فرمایا۔

۱۲ صفر سنہ ۲ھ کو یہ مختصر اسلامی فوج مدینہ سے باہر نکلی۔ اور قریش کے تجسس میں روانہ ہوئی۔ بعض مورخ کہتے ہیں۔ کہ خود قریش مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے نہیں آئے تھے۔ بلکہ ان کی تحریک سے قبائل بنو حمزہ نے مسلمانوں پر حملہ آوری کا ارادہ کیا تھا۔ مدینہ سے نکل کر اسلامی لشکر ۶۰ میل تک بڑھتا چلا گیا۔ لیکن نہ تو قریش نظر آئے اور نہ کوئی دوسرا مخالف نظر پڑا۔

مقامات ودان و الواء پہنچ کر مسلمانوں کی مٹھ بھیڑ قبائل بنو ضمرہ سے ہوئی۔ حضورؐ نے ان کے سردار مخشی بن عمرو سے کہا۔ کہ تم اپنی قوم کی جانب سے ہمارے ساتھ معاہدہ امن و صلح کرلو۔ چنانچہ اس نے خاموشی کے ساتھ آپ کے ارشاد کو قبول کرلیا۔ اور اپنی قوم کی جانب سے معاہدہ مرتب کرکے دے دیا۔

دوسری مہم غزوۂ بواط

ماہ ربیع الاول ۲ھ یا ربیع الثانی ۲ھ میں حضورؐ پاک کو یہ اطلاع ملی۔ کہ قریش کا ایک مسلح قافلہ شام سے آرہا ہے جس کی نسبت کا یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وہ مدینہ پر حملہ کرے گا۔ آپ نے سائب بن عثمان بن مظعون کو مدینہ کے انتظام پر مامور فرمایا۔ اور اسی صحابہؓ کو لے کر بواط کی جانب روانہ ہوئے۔ جو ینبوع کے قریب مکہ اور شام کے درمیانی راستہ پر ایک پہاڑ ہے۔ بعض مورخوں کا بیان ہے۔ کہ اب کی مرتبہ حضورؐ نے مدینہ کے انتظام پر سعد بن معاذ کو مقرر کیا تھا۔

قریش کے قافلہ کا سردار امیہ بن خلف ایک مشہور کافر تھا۔ اور اس قافلہ میں بقول ابن خلدون ڈھائی دو ہزار آدمی تھے جن میں قریش کے آدمیوں کی تعداد سو کے قریب تھی۔ مقام بواط پہنچ کر معلوم ہوا۔ کہ قریش کا قافلہ یہاں سے نکل گیا اور مکہ کی جانب روانہ ہو گیا ہے۔ تو حضور صحابہ کی جماعت کو لے کر واپس تشریف لے آئے۔

تیسری مہم۔ غزوۂ عشیرہ

ماہ جمادی الثانی ۲ھ میں حضورؐ نے ڈیڑھ سو صحابہؓ کی جمعیت لے کر مقام عشیرہ یا عسیرہ کی جانب کوچ فرمایا۔ اور مدینہ کا انتظام ابوسلمہ بن عبدالاسد کے سپرد کیا۔ عشیرہ ینبوع کے قریب ایک چھوٹی سی آبادی تھی۔ جس میں قبیلہ بنو مدلج آباد تھا۔ عشیرہ میں حضورؐ نے ایک مہینہ سے زیادہ قیام فرمایا۔ اور قبائل بنو مدلج اور بنو ضمیرہ سے

سے عہد و پیمان لے کر واپس تشریف لے آئے۔

حضرت علیؓ کی کنیت ابو تراب

غزوہ عشیرہ کا ایک خاص واقعہ حضرت علی رضؓ کو ابو تراب کی کنیت کا عطا کیا جانا ہے۔ حضورؐ نے علی رضؓ کو کسی موقعہ پر مٹی یا زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ "ابو تراب! اٹھو!" یہ کنیت تفریح کے طور پر عطا کی گئی تھی۔ لیکن بعد میں یہی کنیت آپ کے لئے موجب فخر و اعزاز بن گئی۔ اور اسی کنیت سے آپ مشہور ہوئے۔

چوتھی مہم۔ غزوۂ بدر اولیٰ

اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ پر حملہ کیا تھا۔ اور چراگاہ سے مسلمانوں کے اونٹ ہنکا کر لے گیا تھا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الثانی ۲ھ کا ہے۔ حضورؐ کی غزوہ عشیرہ سے واپسی کے دس دن بعد کرز بن جابر فہری خاموشی کے ساتھ مدینہ آیا۔ لیکن شہر پناہ کے اندر داخل ہونے کی جرات نہ کر سکا۔ حضور رضؓ کو اس کی خبر ہوئی۔ تو آپ صحابہ رضؓ کی جماعت کو لے کر اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اور تعاقب کرتے ہوئے مقام صفوان تک پہنچ گئے جو بدر کے اطراف میں واقع تھا۔ یہاں پر معلوم ہوا۔ کہ کرز بن جابر یہاں سے نکل گیا ہے۔ یہ خبر پا کر حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔

پانچویں مہم سریہ سیف البحر

غزوہ ابوا کے بعد مدینہ منورہ سے اور بقول بعض غزوہ ابواء سے

واپسی میں راستہ ہی سے حضور نے تیس سواروں کی ایک جمعیت حضرت حمزہؓ کی ماتحتی میں سیف البحر کی جانب مقام عیص پر روانہ فرمائی۔ اِن سواروں میں مہاجرین میں سے کوئی نہ تھا۔ سب انصار تھے۔ دریا کے کنارے ابوجہل کی جمعیت سے جو تین سو سواروں پر مشتمل تھی۔ مسلمانوں کا مقابلہ ہوا۔ مجدی بن عمرو جہنی نے فریقین کو لڑائی سے باز رکھا۔ اور میدان میں پڑ کر فریقین کو واپس کر دیا۔ اس سریہ کا جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ اور ابومرثد علم بردار تھے۔

چھٹی مہم۔ سریّہ ثنیّۃ المرار

سریہ سیف البحر کے بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہؓ ابن الحارث کی ماتحتی میں اسی مہاجرین کو ثنیۃ المرار کی جانب روانہ فرمایا۔ اس موقعہ پر مسلمانوں کا مقابلہ قریش کی ایک بڑی جمعیّت سے ہوا۔ لیکن فریقین کے درمیان جنگ نہیں ہوئی۔ بعض مورخوں کا بیان ہے۔ کہ اس سریّہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے ایک تیر چلایا تھا۔ جو اسلام میں سب سے پہلا تیر تھا۔ اور خدا کی راہ میں چلایا گیا تھا۔

اسی سریہ میں مقداد بن عمرو اور عتبہ بن غزوان قریش کے لشکر میں سے نکل کر مسلمانوں کی جماعت میں آئے۔ کیونکہ وہ اسی ارادہ سے مکّہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اور اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور مشرکین ان کو مدینہ نہ جانے دیتے تھے۔

ساتویں مہم۔ سریّہ مرار

کرزبن جابر کے تعاقب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن وقاص رضہ کو روانہ کیا۔ جو دوسرے راستہ سے مکہ کی جانب آٹھ سواروں کے ساتھ گئے تھے۔ مقام مرار یا خرار تک تعاقب کیا گیا۔ لیکن دشمن کے نہ ملنے پر واپس چلے آئے۔

آٹھویں مہم۔ سریّہ نخلہ

جمادی الثانی ۲؁ھ میں مدینہ کے اندر یہ خبر پہنچی کہ قریش مکہ جنگ کی زبردست تیاریاں کر رہے ہیں۔ یہ اطلاع پاکر حضورؐ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش کو آٹھ سواروں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ فرمایا۔ اور ایک خط لکھ کر یہ حکم دیا۔ کہ مدینہ سے دو دن کی راہ طے کر کے خط کو کھولنا۔ اس میں جو کچھ لکھا ہو۔ اس پر عمل کرنا۔ اور خط کے مضمون کے آگاہ ہو جانے کے بعد اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لے جانے پر مجبور نہ کرنا۔ جو اشخاص خوشی سے چاہیں ان کو لے جانا۔ اور جو نہ چاہیں نہ لے جانا۔ چنانچہ عبداللہ نے دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کو کھولا۔ اور پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ:۔

"تم برابر آگے بڑھتے رہنا۔ مکہ اور طائف کے درمیان پہنچ کر نخلہ میں قیام کرنا۔ اور قریش کے منتظر رہنا۔ حالات سے ہم کو اطلاع کرتے رہنا۔"

عبداللہ نے خط پڑھ کر ہمراہیوں کو مضمون سے آگاہ کیا۔ اور اس سبب

کی رائے دریافت کی۔ تمام ہمراہیوں کو مضمون نے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کی۔ اور سب سے آگے بڑھے۔ راستہ میں سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان راستہ بھول گئے۔ اور اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گئے۔ بقیہ اصحاب نخلہ میں پہنچ کر اقامت پذیر ہوئے۔

اسلام میں پہلا مال غنیمت

جمادی الثانی ختم ہو چکا تھا۔ اور رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ کہ چند آدمیوں کی ایک جماعت جس میں عمرو بن حضرمی حلیف قریش بھی تھا اِدھر سے گذری۔ اور بعض مورخین کا بیان یہ ہے۔ کہ خود قریش کا ایک چھوٹا سا تجارتی قافلہ ملک شام کو جاتا ہوا ادھر سے گذرا۔ مسلمانوں نے مشورہ کیا۔ کہ کیا کرنا چاہیئے۔ بعض نے کہا کہ رجب شروع ہو چکا ہے جس میں جدال و قتال حرام ہے۔ اس لئے ہم کو حملہ نہ کرنا چاہیئے۔ بعض نے کہا۔ اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ قریش کے پاس کافی مال ہے جو ہمارے ہاتھ آئے گا۔ خود عبداللہ بن جحش کا خیال تھا۔ کہ آج جمادی الثانی کا آخری دن ہے۔ رجب کا مہینہ جس میں قتال حرام ہے۔ ابھی شروع نہیں ہوا ہے۔ غرض یہ کہ مسلمانوں نے دشمنوں کی اس جماعت پر حملہ کر دیا۔ واقد بن عبداللہ نے تیر سے عمرو بن الحضرمی کو مار ڈالا۔ اور دوسرے مسلمانوں نے عثمان بن عبداللہ اور واقد بن عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ مخالفین یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ اور بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا سامان لوٹ لیا۔

جب مخالف بھاگ گئے۔ تو عبداللہ بن جحش نے مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ حضور کے لئے نکال کر علیحدہ رکھ دیا۔ اور بقیہ کو آپس میں

تقسیم کر لیا۔ اس کے بعد مدینہ کو روانہ ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر تمام واقعہ کو بیان کیا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ ماہ حرام میں قتل و غارت گری سے حضور ناخوش تھے۔ اس پانچویں حصہ کو جو حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ وحی کے انتظار میں علیحدہ رکھ دیا۔ عبداللہ بن جحش اس واقعہ سے پریشان ہوئے۔ اور ان کے ہمراہی بھی۔ اسی اثنا میں یہ وحی نازل ہوئی۔

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ۔ قل قتال فیہ کبیر۔ وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ۔ والفتنۃ اکبر من القتل۔ ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا

اے محمد! لوگ تم سے ماہ حرام میں قتال کی بابت دریافت کرتے ہیں تم ان سے کہہ دو۔ کہ ماہ حرام میں خاص طور پر قتال حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا۔ اللہ کے ساتھ کفر کرنا۔ اور مسجد حرام سے روکنا مسجد حرام کے اہل لوگوں کو مسجد سے باہر نکال دینا۔ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور فتنہ پردازی قتل سے بدرجہا بڑھ کر گناہ ہے۔ یہ کافر تم سے ہمیشہ جنگ رکھیں گے۔ اس غرض سے کہ اگر قابو پائیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔

اس آیت کے نازل ہونے پر تمام مسلمان اور خصوصاً عبداللہ اور ان کے ہمراہی خوش ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچواں حصہ مال کو لے لیا۔ قیدیوں میں سے عثمان بن عبداللہ کو زر فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ اور حکم بن کیسان مسلمان ہو کر مدینہ میں رہ گئے۔

یہ پہلی غنیمت تھی۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ آئی تھی۔ اور پہلا خمس تھا۔ (پانچواں حصہ) جو مال غنیمت میں سے نکالا گیا تھا۔ اور اسی وجہ سے جنگ بدر کی بنیاد پڑی۔

تحویل قبلہ

شعبان سنہ ۲ھ میں تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا۔ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ بیت المقدس کی جانب نماز پڑھیں۔ یہ حکم حقیقت میں ایک خداوندی امتحان تھا۔ کہ مسلمان اس امتحان میں ثابت قدم رہے۔ اور قبلہ کی تبدیلی پر حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ آخر خداوند تعالیٰ نے حضور اور مسلمانوں کی اس خواہش کو پورا کر دیا۔ کہ ان کا قبلہ ابراہیمی قبلہ یعنی بیت اللہ ہو۔ مسلمانوں نے مدینہ میں آ کر سولہ یا سترہ مہینے اور بقول بعض اٹھارہ مہینے بیت المقدس کی جانب نماز پڑھی۔ اور مخالفوں نے اس پر اعتراضات کئے لیکن مسلمانوں نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی۔

ابن خلدون کا بیان تو یہ ہے۔ کہ تحویل قبلہ کی آیت نازل ہونے پر حضور نے ممبر پر چڑھ کر اس کا اعلان کیا۔ اور دو رکعت نماز نفل شکرانہ صحابہؓ کے ساتھ قبلہ کی جانب ادا فرمائی۔ دوسرے مورخوں کا بیان یہ ہے کہ تحویل قبلہ کی آیت نماز کی حالت میں نازل ہوئی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی میں بیت اللہ کی جانب پھر گئے۔ اور صحابہؓ نے اپنا رخ بدلنے میں حضور کا اتباع کیا۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ الخ	ماہ رمضان وہ ہے۔ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔ جس کا وصف یہ ہے۔ کہ لوگوں کیلئے ذریعہ ہدایت ہے اور دوسرا وصف یہ ہے۔ کہ واضح الدلالت منجملہ ان کتب کے جو ذریعہ ہدایت بھی ہیں۔ اور حق و باطل میں فیصلہ

کرنے والی بھی ہیں۔ پس جو شخص اس ماہ میں موجود ہو۔ اس کو
ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیئے۔

اس حکم کے نازل ہوجانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں نے ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اور ماہ رمضان کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے حضور نے حکم دیا۔ کہ صدقہ فطر ادا کیا جائے۔

عید فطر

رمضان کا مہینہ پورا ہو جانے پر شوال کی پہلی تاریخ کو آفتاب ہونے کے بعد حضورؐ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ اور مقام مصلےٰ میں دو رکعت نماز عید الفطر ادا کی۔ یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ حضورؐ نے شہر سے باہر نکل کر مصلےٰ میں عید الفطر کی نماز ادا کی۔

نویں مہم۔ غزوہ کبریٰ

مذکورہ بالا معمولی چھیڑ چھاڑ نے قریش کو غضب ناک بنا دیا۔ اس زمانہ میں چونکہ ان کا ایک بڑا قافلہ شام کو گیا ہوا تھا۔ اس لئے انہوں نے جنگ چھیڑنا پسند نہ کیا۔ اور ارادہ کر لیا۔ کہ قافلہ کے واپس آتے ہی مدینہ پر پوری قوت سے حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ایک طرف تو وہ قافلہ کی واپسی کے لئے بے چینی سے منتظر تھے۔ اور دوسری جانب مدینہ پر حملہ آوری کے لئے ضروری سامان فراہم کر رہے تھے۔

ماہ رمضان ۲ھ کے شروع میں حضور کو خبر ملی۔ کہ قریش کا وہ بڑا قافلہ جس میں مکہ کے تمام لوگوں کا مال شام سے لایا جا رہا تھا۔ اور جس کی واپسی

پر مکّہ کے قریش مدینہ پر زبردست حملہ آوری کا ارادہ رکھتے تھے۔ شام سے واپس آرہا تھا۔ اس قافلہ میں ایک ہزار اونٹ مال سے لدے ہوئے تھے اور تیس چالیس آدمی اس کے ہمراہ تھے۔ ابوسفیان قافلے کا سردار تھا۔

مسلمانان مدینہ چونکہ کرز بن جابر فہری کے حملہ سے مشتعل تھے۔ اور انتقام کی آگ ان کے سینوں میں بھڑک رہی تھی۔ اس لئے قافلہ کی آمد کی خبر سن کر انہوں نے حضورؐ سے قافلہ پر حملہ کی اجازت طلب کی۔ حضور نے مشورہ کیا۔ کہ حملہ کی رائے قرار پا جانے پر حضور نے طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید کو قافلہ کی خبر لانے پر مامور فرمایا۔ اور یہ دونوں حضرات ساحلی علاقہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ قبیلہ جہنیہ کے علاقہ میں پہنچ کر ابوسفیان کے قافلہ کی حالت معلوم کی۔ اور واپس ہوئے۔ ادھر ابوسفیان مسلمانوں کی جانب سے بہت خائف تھا۔ اور راستہ میں برابر مدینہ کی حالت دریافت کرتا چلا آتا تھا۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر ابو سفیان کو معلوم ہوا۔ کہ مسلمانان مدینہ قافلہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس نے خطرہ کو محسوس کرکے ضمضم بن عمر غفاری کو فوراً مکہ دوڑایا۔ اور یہ کہلا بھیجا۔ کہ قافلہ خطرہ میں ہے۔ جلد مدد کو پہنچو۔ اس خبر کے پہنچتے ہی مکہ میں عام اضطراب پیدا ہو گیا۔ ابولہب کے سوا باقی تمام کے تمام قریش مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

ادھر تو ابوسفیان نے مکہ میں یہ خبر بھیجی۔ اور ادھر خود نہایت تیزی سے اس علاقہ کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے دریا کے کنارے مکہ کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے قافلہ کو خطرہ کے مقامات

سے نکال لے گیا۔

حضور اکرم نے جو قاصد قافلہ کی حالت کو معلوم کرنے کے لئے روانہ کیئے تھے۔ وہ ابھی واپس نہ پہنچے تھے۔ کہ حضور نے لشکر کے اجتماع کی کارروائی شروع کر دی تھی۔ صحابہ رض کو جمع کیا۔ اور واقعہ سے آگاہ کیا۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر رض وغیرہ نے اطاعت و وفاداری کا اظہار کیا۔ اور پرجوش الفاظ میں جاں نثاری کا اقرار کیا لیکن حضور کو مہاجرین کے وعدوں اور جانثارانہ تقریروں سے طمانیت نہیں ہوئی۔ آپ انصار کی جانب دیکھتے رہے۔ گویا ان کی امداد و اعانت کے خواستگار ہوئے۔ واقعہ یہ تھا۔ کہ انصار نے حضور سے بیعت کرتے وقت یہ عہد کیا تھا۔ کہ ہم صرف اس کو تلوار اٹھائیں گے۔ جب کہ دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو گا۔ اور چونکہ ابھی دشمن نے مدینہ پر حملہ آور ہو گا۔ اور چونکہ ابھی دشمن نے مدینہ پر حملہ کا ارادہ نہیں کیا تھا اس لئے انصار سے اعانت کی خواہش بیعت کے عہد کے خلاف تھی۔ حضرت سعد بن عبادہ قبیلہ خزرج کے سردار نے حضور کے مافی الضمیر کو سمجھ لیا۔ اور کھڑے ہو کر پُرجوش آواز میں کہا۔ "حضور والا! ہم حضور پر ہر وقت اپنی جانیں نثار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر حضور حکم دیں۔ تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔" اور ان الفاظ کو سن کر حضور کا چہرہ چمک اُٹھا۔ اور جو خلش حضور کے دل میں تھی جاتی رہی۔

مدینہ میں مشرکین مکہ کی آمد کی خبر گرم تھی۔ حضور نے بھی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور رمضان کی ۹ یا ۱۲ تاریخ کو مہاجرین و انصار کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مدینہ سے باہر نکل کر

ہمراہیوں کی جانچ کی۔ جو لوگ نو عمر تھے۔ ان کو مدینہ واپس بھیج دیا۔ اور تین سو تیرہ جاں نثاروں کو ساتھ رکھا۔ اس سے فراغت کر کے حضور نے ابولبابہ بن عبد المنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ اور عاصم بن عدی کو مدینہ کے بالائی علاقہ کی نگرانی پر مامور فرمایا۔ اور پھر دو جاسوسوں کو دشمن کی خبر لانے کے لئے آگے روانہ کیا۔

ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ حضور کے ہمراہیوں کی تعداد تین سو تیرہ یا بارہ تھی۔ اور صرف ستر اونٹ تھے۔ جن پر ہمراہی باری باری سوار ہوتے تھے۔ یعنی ایک ایک اونٹ تین تین چار چار آدمیوں میں تقسیم تھا۔ اور وہ باری باری سے اپنے اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ ان تین سو بارہ آدمیوں میں ساٹھ مہاجر تھے۔ اور باقی انصار۔ حضور ان ہمراہیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ تو جاسوسوں نے واپس آکر اطلاع دی۔ کہ مشرکین بدر کے مقام پر جا کر جمع ہوئے ہیں۔ حضور بھی بدر کی جانب روانہ ہوئے اور بدر کے مقام پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ابوسفیان کا پیام پا کر مکہ کے قریش اپنے قافلہ کی مدد کے لئے پورے ساز و سامان سے روانہ ہوئے تھے ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ جس میں سو سوار تھے۔ امرائے قریش میں سے حضرت عباس رضہ عتبہ بن ربیعہ، حرث بن عامر، ابوجہل، امیہ، نضر بن حارث شریک تھے۔ اور لشکر کا سردار قریش کا مشہور بہادر عتبہ بن ربیعہ تھا بدر کے قریب پہنچ کر ان لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ قافلہ کا سردار ابوسفیان قافلہ کو خطرہ سے نکال لے گیا ہے۔ اور قافلہ خطرہ کی زد سے باہر نکل گیا ہے۔ یہ معلوم کر کے قبائل عدی اور زہرہ کے ہمراہیوں نے کہا۔ "لڑنے

کی ضرورت نہیں ہے۔ واپس چلو۔ ہمارا قافلہ صحیح وسالم یہاں سے نکل گیا ہے۔" لیکن ابوجہل نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا۔ اور بدر کے مقام پر کامیابی کی خوشی میں جشن منانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ قبائل عدی اور زہرہ کے لوگ چلے گئے۔ ابوجہل اپنے ہمراہیوں کو لے کر بدر پر ٹھہر گیا۔ اور بہترین مقامات پر قبضہ کر لیا۔

مسلمان بدر کے جس مقام پر جا کر لشکر زن ہوئے تھے۔ وہ بہت بری جگہ تھی۔ نہ وہاں کوئی چشمہ تھا۔ نہ کنواں تھا۔ ریت اس قدر تھی کہ اونٹوں کے پاؤں ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ جگہ بہت ناپسند تھی۔ چنانچہ خباب بن منذر ایک صحابی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "حضور نے پڑاؤ کے لئے جو جگہ تجویز کی ہے۔ بہت بری ہے۔ یہ انتخاب فوجی نقطۂ نظر سے کیا گیا ہے۔ یا کہ وحی الٰہی کے ذریعے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہ وحی الٰہی کے ذریعہ ایسا ہوا ہے۔ نہ کوئی فوجی تدبیر ہے۔" حباب نے عرض کیا۔ تو پھر بہتر یہ ہے۔ کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور قریب کے کنوؤں کو بے کار کر دیا جائے۔ تاکہ دشمن اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ حضور نے اس مشورہ کو پسند فرمایا۔ اور آگے بڑھ کر مسلمانوں نے بدر کے چشمہ پر قبضہ کر لیا۔ حسن اتفاق سے اسی روز بارش ہو گئی۔ جس سے ریت جم گئی۔ اور مسلمانوں نے پانی کو روک کر حوض بنا لیئے۔

جنگ سے ایک روز پہلے حضور نے میدان کارزار کا ملاحظہ فرما کر صحابہؓ کو بتایا۔ کہ کل انشاء اللہ اس جگہ فلاں مشرک قتل ہوگا۔

اس جگہ فلاں مشرک مارا جائے گا۔ اس جگہ فلاں کافر قتل ہوگا یعنی مشرکین مکہ کے مارے جانے کے مقامات لوگوں کو دکھلائے۔ اور نام لے لے کر بتایا۔ کہ فلاں جگہ قتل ہوگا۔ چناں چہ دوسرے دن ایسا ہی ہوا۔ اور جو جگہ جس مشرک کے قتل ہونے کی حضورؐ نے بتائی تھی۔ وہیں مارا گیا۔

اس روز حضورؐ نے سارا دن تیاریوں صرف فرمایا۔ اور رات بھر عبادت و دعا میں مشغول رہے۔ مکہ کے مشرکین بھی جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہے۔ مشرکین مکہ میں بہت سے لوگ ایسے بھی تھے۔ جو جنگ کے مصائب سے واقف تھے۔ اور اس کے انجام و عواقب بہت موقعہ پر دیکھ چکے تھے۔ اس لئے ان کی کوشش یہ تھی۔ کہ جنگ نہ ہو۔ اور معاملہ آشتی سے طے ہو جائے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے بعض نے قریش کے سربرآوردہ لوگوں سے عموماً اور سالار لشکر عتبہ سے خصوصاً اس کی تحریک کی۔ ان کو جنگ کے خوفناک نتائج سے آگاہ کیا۔ عتبہ ایک بہادر اور سمجھ دار انسان تھا۔ اس تحریک سے متاثر ہوا۔ اور جنگ کے ارادہ کو بدل دیا۔ لیکن ابوجہل نہ مانا۔ اور عتبہ پر طعن کرتے ہوئے کہا۔ کہ تم اس لئے جنگ کو پسند نہیں کرتے۔ کہ تم اس لئے جنگ کو پسند نہیں کرتے۔ کہ تمہارا بیٹا (حذیفہ) مسلمان ہو گیا ہے۔ اور تم اس کو خطرہ سے بچانا چاہتے ہو۔ عتبہ چونکہ بہادر اور خود دار آدمی تھا۔ اس طعن کو برداشت نہ کر سکا۔ اور جنگ پر تیار ہو گیا۔

۱۷ رمضان ۲ھ کی صبح کو جمعہ کے دن اور بقول بعض منگل کے

دل فریقین نے میدان میں اپنی فوجوں کو آراستہ کیا۔ حضورؐ مسلمانوں کے صف بستہ ہو جانے پر ایک تیر ہاتھ میں لئے ہوئے میدان میں تشریف لائے۔ اور تیر کے اشارے سے صفوں کو درست و برابر کیا۔ جہاد کے مصائب و آفات اور اجر و ثواب پر وعظ فرمایا۔ صبر و استقامت کی تلقین کی۔ اور دین حق کی اعانت پر آمادہ کیا۔ اس کے بعد قیام گاہ پر تشریف لا کر دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ اور خشوع و خضوع کے ساتھ درگاہ رب العزت میں عرض کیا۔

اللّٰھم ان تھلک ھٰذہ	اے اللہ! اگر مسلمانوں کی یہ عبادت گذار
العصابۃ لا تعبد فی الارض	جماعت ہلاک ہو گئی۔ تو پھر زمین پر تیری عبادت
اللّٰھم انجزنی ما وعدتنی ط	کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔ تو نے فتح و کامرانی
	کا جو وعدہ مجھ سے فرمایا۔ اس کو پورا فرما دے۔

دعا میں حضور اکرمؐ کی محویت و بے خودی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ آپ جو چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ وہ بے خودی کے عالم میں شانوں تک ڈھلک کر گر گر پڑتی تھی۔ اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی۔ اس وقت صرف حضرت ابوبکرؓ آپ کے ساتھ تھے۔ جو چادر کو اٹھا اٹھا کر شانوں پر ڈال دیتے تھے۔

اس کے بعد حضور سجدہ میں گر پڑے۔ اور خداوند تعالیٰ سے عرض کیا۔ "اے اللہ! اگر آج تیرے یہ چند عبادت گذار بندے فنا ہو گئے۔ تو پھر دنیا میں کبھی تیری پرستش نہ ہو گی۔" حضرت ابوبکرؓ اس منظر سے بے حد متاثر تھے جب حضور کو دعا میں دیر ہو گئی۔ اور حضور کی بے قراری کی حالت زیادہ دیر تک نہ دیکھی گئی۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! خدا اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔" اسی حالت میں وحی الٰہی نازل ہوئی۔ اور خدا نے

حضورؐ کی تسکین کے لئے یہ آیت نازل فرمائی۔

سیھزم الجمع ویولّون الدّبر۔ | مشرکین کی جماعت کو شکست دی جائے گی۔ اور وہ پشت پھیر کر بھاگیں گے۔

حضور نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا۔

البشر یا ابابکر! فقد اتی نصر اللہ۔ | ابوبکرؓ! خوش ہو جاؤ۔ کہ خدا کی مدد آگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مژدہ فتح صحابہؓ کو سنا رہے تھے۔ کہ مکہ کے دو مسلمان حذیفہ اور ابوحل آئے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ان دونوں حضرات کو راستہ میں مشرکوں نے گرفتار کر لیا تھا۔ اور اس شرط کے ساتھ رہا کیا تھا۔ کہ تم مدینہ چلے جاؤ۔ اور جنگ میں شریک نہ ہوں انہوں نے حضور سے واقعہ بیان کیا۔ اور جنگ میں شرکت کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو حضور نے ان کو جنگ میں شرکت کی اجازت نہ دی۔ اور فرمایا۔ "عہد کی پابندی ضروری ہے۔ بدعہدی مسلمان کے شایاں نہیں۔"

اتنے میں مشرکوں کی فوجیں مسلمانوں کے سامنے آگئیں۔ اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر حملہ کی اجازت طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "آگے نہ بڑھو (یعنی حملہ نہ کرو۔ دشمن قریب آجائے۔ تو صرف تیر دل سے اس کو روکو۔"

فریقین کی صفیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ تو مہاجرین نے محسوس کیا۔ کہ حق و باطل کا مقابلہ ہے۔ اور خاندان خاندان کی نہیں پڑ نکلا ہوا ہے۔ مشرکوں میں حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن تھے۔ حضرت حذیفہؓ کے والد عتبہ تھے۔ حضرت عمرؓ کے ماموں تھے

اور خود حضور کے چچا اور بھتیجے تھے۔

تیاریاں مکمل ہوجانے پر عرب کے دستور کے مطابق مشرکوں نے مبارزہ جنگ شروع کی یعنی مشرکوں کی فوج کا سردار عتبہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو میدان میں لے کر نکلا۔ مسلمانوں سے مقابل کو طلب کیا۔ مسلمانوں میں سے تین انصاری یعنی عبداللہ بن رواحہ، معاذ اور عوف نکلے۔ اور مشرکوں کے سامنے جاکر کھڑے ہو گئے۔ عتبہ اور شیبہ نے ان سے ان کا نام و نسب دریافت کیا۔ اور یہ معلوم ہونے پر کہ وہ انصاری ہیں ان سے کہا "تم ہمارے ہم پلّہ لوگ نہیں ہو۔ ہمارے مقابلہ پر ہماری ہی قوم کے آدمیوں کو آنا چاہئیے۔" چنانچہ حضور نے ان انصاریوں کو واپس بلا لیا۔ اور عتبہ کے مقابلہ پر حضرت حمزہ رضہ اور شیبہ کے مقابلہ پر حضرت عبیدہ رضہ کو اور ولید بن عتبہ کے مقابلہ پر حضرت علی رضہ کو روانہ فرمایا۔

حضرت حمزہ رضہ نے تلوار سے عتبہ پر حملہ کیا۔ اور معمولی سا مقابلہ ہونے کے بعد حضرت حمزہ رضہ نے عتبہ کو مار ڈالا۔ اسی طرح حضرت علی رضہ نے ولید کو قتل کر ڈالا۔ لیکن شیبہ نے حضرت عبیدۃ بن الحارث کو زخمی کر دیا۔ اور وہ پاؤں کے کٹ جانے پر گر پڑے۔ فوراً حضرت حمزہ رضہ اور حضرت علی رضہ آگے بڑھے۔ اور شیبہ کو مار کر نار جہنم رسید کیا۔ پھر حضرت عبیدہ رضہ کی نعش اٹھا کر واپس چلے آئے۔ حضرت عبیدہ رضہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! کیا میں شہادت کی سعادت سے محروم رہا؟" حضور صلعم نے فرمایا۔ "نہیں! تم شہادت کی عزت سے سرفراز ہو گئے۔" اس کے بعد حضرت عبیدہ رضہ کے زخموں سے کافی خون نکل جانے کے بعد انتقال کیا۔ اور دولت شہادت سے

سرفراز ہوئے۔

عتبہ شیبہ اور ولید کے مارے جانے کے بعد سعید بن العاص کا بیٹا عتبہ مقابلہ کے لئے نکلا۔ اور مسلمانوں میں سے اپنے مقابل کو طلب کیا۔ ادھر سے حضرت زبیرؓ مقابلہ کو آگئے۔ عبیدہ چونکہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ اس لئے حضرت زبیرؓ نے معمولی ردّو بدل کے بعد پوری قوت سے اس کی آنکھ میں نیزہ مارا۔ نیزہ کھا کر وہ گرا اور مر گیا۔ نیزہ اس کی آنکھ میں اس طرح پیوست ہو گیا تھا۔ کہ نکالے نہ نکلتا تھا۔ آخر حضرت زبیرؓ نے عبیدہ کی نعش پر پاؤں رکھ کر پوری قوت سے نیزہ کو کھینچا۔ تو نیزہ بڑی دشواری سے نکلا۔ اس کے دونوں سرے ترچھے ہو گئے۔ یہ نیزہ یادگار کے طور پر حضورؐ کے پاس رہا۔ پھر خلفاء اربعہ نے اپنے پاس اس کو رکھا۔ اور ان کے بعد حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچ گیا۔

قریش مکہ کے ان سرداروں کے قتل کے بعد عام حملہ شروع ہوا۔ حضورؐ اس وقت اس سائبان میں تشریف فرما تھے۔ جو صحابہؓ نے آپ کے لئے بنا دیا تھا۔ عام حملہ شروع ہوتے ہی حضور نے ایک مٹھی کنکریاں زمین سے اٹھائیں۔ اور شاہت الوجوہ پڑھ کر مشرکین کی طرف پھینک دیں۔ لڑائی پورے زور سے شروع ہو گئی۔ خداوند تعالیٰ کی آسمانی امداد نے مسلمانوں کی تعداد کو بڑھا دیا۔ اور مسلمان طمانیت و جوش کے ساتھ مشرکوں سے لڑنے لگے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کا بیان ہے۔ کہ میں صف میں کھڑا ہوا تھا۔ میرے دائیں بائیں دونوں جوان انصاری تھے۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ابو جہل کہاں ہے؟ میں نے کہا۔ بھتیجے! ابو جہل کا کیا

کر دو گے۔ اس نے کہا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ آج اس کو قتل کر دوں گا۔ یا خود لڑ کر مر جاؤں گا۔ ابھی اس جوان کے الفاظ ختم نہ ہونے پائے تھے۔ کہ دوسرے نوجوان نے آہستہ سے یہی بات مجھ سے پوچھی۔ میں نے دونوں کو اشارہ سے بتایا۔ کہ ابوجہل وہ سامنے کھڑا ہے۔ یہ سنتے ہی دونوں نوجوان تیر کی طرح صفوں میں سے نکلے۔ اور مشرکین کی صفوں کو چیرتے ہوئے ابوجہل کے پاس پہنچ گئے۔ دونوں نے اپنی تلواروں پر اس کو رکھ لیا۔ یہاں تک کہ اس پر حملہ کر دیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے یہ دیکھا۔ تو پیچھے سے ایک نوجوان پر حملہ کر دیا۔ جس سے اس کا بازو بے کار کر دیا۔ جس کی خفیف سی الجھی رہ گئی۔ اور ہاتھ جھولنے لگا۔ نوجوان نے اسی حالت میں عکرمہ کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بھاگ گیا۔ اس نے بعد اس جوان نے مشرکوں پر حملہ کیا۔ لیکن اس کا ہاتھ اس کو کام کرنے سے روکنے لگا۔ آخر انہوں نے لٹکتے ہوئے بازو پاؤں رکھ کر کھال کو شانہ سے جدا کر کے پھینک دیا۔ یہ دونوں انصاری عفرا کے بیٹے معوذؓ اور معاذؓ تھے۔

ابوجہل چونکہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ اس لئے حضورؐ کو اس کی بڑی فکر تھی۔ معرکۂ کارزار جاری تھا۔ کہ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ "کوئی شخص جا کر ابوجہل کی خبر لائے۔" حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فوراً گئے اور نعشوں پر پہنچ کر ابوجہل کو دیکھا۔ تو اس کو دم توڑتے ہوئے پایا۔ ابن مسعودؓ نے اس سے پوچھا۔ "کیا تو ابوجہل ہے؟" ابوجہل نے کہا۔ "ہاں! ایک شخص کو اس کی قوم نے مار ڈالا۔ تو یہ کون سی فخر کی بات ہے۔" ابن مسعودؓ نے فوراً اپنی تلوار میان سے نکالی۔ اور ابوجہل کا سر اتار لیا۔ اور حضورِ اکرمؐ کی خدمت میں لا کر پیش کیا۔

مختصر یہ کہ عام جنگ میں مشرکوں کے بہت سے آدمی مارے گئے اور سرداران قریش کے مارے جانے پر قریش کے لشکر میں ایسی بدحواسی چھائی۔ کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ اور تقریباً نوے آدمی گرفتار کر لئے۔ اور کثیر سرداران قریش مارے گئے۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے آخری روایت کو اکثر مورخوں نے مستند مانا ہے۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کے صرف چودہ آدمی شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں شہادت پانے والے تھے۔

حضور اکرم کا دستور یہ تھا۔ کہ جنگ کے ختم ہونے کے بعد آپ دشمنوں کی نعشوں کو دفن کرا دیا کرتے تھے۔ بدر کی جنگ میں چونکہ مشرکوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لئے حضور نے ان سب کو جمع کرایا۔ اور ایک گڑھا کھدوا کر اس میں ڈلوا دیا۔ بقول بعض ایک کنوئیں میں سب کو ڈلوا دیا۔ جو خراب و خستہ حالت میں پڑا تھا۔ شہدا کی تجہیز و تکفین کے بعد حضورؐ اکرم مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ میں تشریف لے آئے۔ مشرکوں کے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے۔ ان میں سے دو شخصوں کو جو مسلمانوں کے سخت دشمن تھے قتل کر دیا۔ اور بقیہ کو اصحابہ رضہ پر تقسیم کر دیا۔ آپ نے اصحابہؓ اکرام کو تلقین کی۔ کہ ان کو آرام سے رکھیں۔ ان کے ساتھ بہترین سلوک کریں چنانچہ صحابہ رضہ ان کو اپنے گھر لے گئے۔ خود کھجوریں کھائیں۔ اور قیدیوں کو روٹی کھلائی۔

قیدیوں کے متعلق حضورؐ نے صحابہ رضہ سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکرہ اور دوسرے صحابہ رضہ نے عرض کیا۔ کہ زر فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔

لیکن حضرت عمرؓ نے اس رائے کو پسند نہیں کیا۔ اور عرض کیا کہ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔" اس وقت چونکہ قیدیوں کی بابت خدا کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے حضور نے کثرت رائے کی بنا پر زر فدیہ قبول کر لینے کو اختیار کیا۔ اور زر فدیہ لے کر قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس پر خدا کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

ماکان النبی ان یکون لہ
اسریٰ۔ حتی یثخن فی الارض
تریدون عرض الدنیا۔ واللہ
یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم۔
لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم
فیما اخذتم فیہ عذاب عظیم۔
فکلوا مما غنمتم تا الخ

نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ ملک میں اچھی طرح خونریزی کئے بغیر لوگوں کو قیدی بنائے۔ تم دنیا کا سرمایہ چاہتے ہو۔ اور اللہ آخرت کا۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر تمہاری معافی اللہ نے پہلے سے نہ لکھ دی ہوتی۔ تو جو کچھ تم نے کیا۔ اس کی وجہ سے بڑا عذاب تم پر نازل ہوتا۔ جو کچھ تم کو غنیمت میں ملا ہے۔ اس کو حلال و طیب سمجھ کر کھاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۔ حضور اکرم نے جنگ سے ایک دن پہلے جن مشرکوں کے مارے جانے کے مقامات صحابہ رضؓ کو دکھائے تھے۔ وہ پیشین گوئی کے مطابق وہیں مارے گئے۔

۲۔ ہجرت نبوی سے پہلے حضور کے قتل کا جو مشورہ ہوا تھا۔ اور اس مشورہ گاہ (دار الندوہ) میں جو لوگ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تھے۔ وہ مشرکین قریش میں سے اسلام اور مسلمانوں کے بدترین دشمن تھے۔ ان کی تعداد چودہ تھی۔ جن میں سے گیارہ جنگ بدر میں مارے گئے۔ اور تین مسلمان ہو گئے۔

۳۔ جنگ بدر کے آغاز سے پہلے حضور نے صحابہ رضؓ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ کہ "جو لوگ قریش کے ہمراہ مکّہ سے آئے ہیں۔ ان میں بعض لوگ ایسے بھی تھے۔ جو اپنی خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہیں۔" اور اس کے بعد حضورؐ نے ان کے نام بھی بتا دیئے ان میں ایک شخص ابو البختری بھی تھا۔ جو کہ مکّہ کا ایک شاعر بھی تھا۔ جنگ شروع ہونے پر جب عام حملہ کا وقت آیا۔ تو ابو البختری کا سامنا مجذر انصاری سے ہو گیا۔ مجذر نے کہا۔ "اگر حضورؐ نے ہم کو تیرے قتل سے منع نہ فرمایا ہوتا۔ تو میں تجھ کو قتل کر دیتا۔" ابو البختری نے اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس کو بھی میرے ساتھ چھوڑ دو۔" مجذر نے کہا۔ "حضور نے صرف تمہاری بابت ہم کو حکم دیا ہے۔ اس لئے ہم تمہارے ساتھی کو نہیں چھوڑ سکتے"۔ ابو البختری نے کہا۔ "میں یہ طعن برداشت نہ کر سکوں گا۔ کہ ابو البختری نے اپنی جان بچانے کے لئے اپنے دوست کو چھوڑ دیا۔" یہ کہہ کر ابو البختری نے مجذر پر حملہ کیا۔ اور اس کے ہاتھوں سے مارا گیا۔

۴۔ حضورؐ کا بدترین دشمن امیہ بن خلف تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف مشہور صحابی ایک مرتبہ مدینہ سے مکہ گئے۔ تو اُمیہ نے ان سے معاہدہ کر لیا۔ کہ وہ مدینہ آئے گا۔ تو اس کی جان کے ضامن عبدالرحمٰن ہوں گے جنگ بدر میں اُمیّہ بھی آیا تھا۔ اور مسلمان اس دشمن خدا اور رسولؐ سے انتقام لینے کی فکر میں تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے معاہدہ کی پابندی ضروری سمجھی۔ امیّہ کو بچانے کی کوشش کی۔ وہ اس کو لے کر ایک پہاڑی پر چلے گئے۔ امیّہ کی بد قسمتی کہ وہاں اس کو

بلال رضہ نے دیکھ لیا۔ حضرت بلال رضہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اُمیّہ کے غلام تھے۔ بلال رضہ کے اسلام قبول کر لینے پر اُمیّہ نے ان سخت تکلیفیں دی تھیں۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق نے ان کو اُمیّہ سے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ حضرت بلال رضہ نے امیّہ اور اس کے بیٹے کو دیکھتے ہی مسلمانوں کو پکڑا اور کہا۔ دریہ ہے اُمیّہ اور اس کا بیٹا۔ ان کو مار ڈالو" مسلمان اس آواز کو سنتے ہی دوڑے اگر عبدالرحمٰن بن عوف نے اُمیّہ کو بچانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن انصاریوں نے دونوں کو مار ڈالا۔

۵۔ مشرکین قریش میں سے جو لوگ گرفتار ہوئے تھے۔ ان میں حضرت عباس رضہ (حضور کے چچا) حضرت عقیل رضہ (حضرت علی رضہ کے بھائی۔ اور ابوالعاص (حضور کے داماد) بھی تھے۔ رات کو حضورؐ کے کان میں حضرت عباس رضہ کے کراہنے کی آواز آئی۔ آپ بے چین ہو گئے۔ جب حضرت عباس رضہ کی رسیّوں کو ذرا ڈھیلا کیا گیا۔ تو بندش نرم ہوگئی جس سے حضرت عباس رضہ کا کراہنا بند ہوا۔ تو حضورؐ کو بھی نیند آگئی۔ دوسرے دن ان قیدیوں کو جن کے پاس کپڑے نہ تھے۔ کپڑے فراہم کر کے پہنائے گئے۔ حضرت عباسؓ چونکہ دراز قامت تھے۔ اس لئے ان کے جسم پر کسی کا کرتہ نہ آیا۔ آخر عبداللہ بن اُبَی (منافق) نے اپنا کرتہ منگوایا۔ اور حضرت عباسؓ کو پہنا دیا۔ جو اُن کے جسم پر ٹھیک آیا۔ اور حضورؐ نے عبداللہ کے اس سلوک کا معاوضہ میں عبداللہ کے مرنے پر اس کے کفن کے لئے اپنا کرتہ عنایت فرمایا۔

۶۔ غزوہ بدر کے قیدیوں میں مکہ کا مشہور خطیب سہیل بن عمر بھی تھا جو حضورؐ کی بیوی حضرت سودہؓ کا عزیز بھی تھا۔ حضرت سودہؓ نے اس کو قیدیوں میں دیکھ کر اس سے فرمایا۔ "بڑے شرم کی بات ہے۔ عورتوں کی طرح بیڑیاں پہن لیں۔ یہ نہ ہوا۔ کہ لڑ کر مر جاتے"۔

۷۔ سہیل بن عمرو حضور اکرم کا سخت دشمن تھا۔ مشرکین مکہ کو حضورؐ کے خلاف اپنی پرجوش تقریروں سے ابھارا کرتا تھا جب وہ گرفتار ہو کر آیا۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے۔ کہ اس کے دو نچلے دانت اکھاڑ دوں۔ کہ پھر یہ تقریر نہ کر سکے۔" سہیل کا اوپر کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ اور دانت اکھڑوا دینے سے اس کی قوت گویائی جاتی رہتی تھی۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "ایسا نہ کرو۔ ممکن ہے۔ خداوند تعالیٰ اسی سے اپنی کوئی خدمت لے۔ حضور کا یہ ارشاد پورا ہوا۔ اور حضورؐ کی وفات کے بعد مکہ کے مسلمانوں کو سہیل بن عمرو ہی نے اپنی تقریروں سے فتنہ ارتداد میں مبتلا ہونے سے بچایا۔

۸۔ قیدیوں میں سے ایک شخص ابو عزیز بھی تھے۔ جو مصعب بن عمیرؓ کے بھائی تھے۔ ابو عزیز کا بیان ہے۔ کہ مجھ کو ایک انصاری کے حوالے کیا گیا تھا۔ وہ انصاری صبح و شام کھانا لاتے۔ تو روٹی کو میرے سامنے رکھ دیتے۔ خود کھجوریں کھا لیتے۔ مجھ کو اس طرزِ عمل سے شرم آتی۔ میں روٹی ان کی طرف بڑھا دیتا۔ اور کھجوریں خود لے لینا چاہتا۔ لیکن وہ روٹی نہ لیتے۔

اور مجھ کو کھلا دیتے تھے۔

۹۔ اسیران جنگ کی رہائی کا معاوضہ چار ہزار درہم مقرر کیا گیا تھا جو لوگ فدیہ ادا کرنے کے قابل نہ تھے۔ ان میں سے جو لوگ لکھے پڑھے تھے۔ ان کو یہ حکم دیا گیا۔ کہ وہ دس دس انصاری بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ چنانچہ وہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا کر رہائی پا گئے۔ اور جو لوگ لکھے پڑھے نہ تھے۔ ان کو یونہی چھوڑ دیا گیا۔ حضرت زید بن ثابت کاتب وحی کو انہیں لوگوں نے لکھنا سکھایا تھا۔ حضرت عباس رضہ کی نسبت انصار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سفارش کی۔ کہ چوں کہ یہ ہمارے بھانجے ہیں۔ اس لئے ان سے فدیہ نہ لیا جائے۔ یونہی چھوڑ دیا جائے۔ لیکن حضور نے مساوات کی بنا پر یہ سفارش قبول نہیں فرمائی۔ اور حضرت عباس رضہ سے زر فدیہ وصول کیا گیا۔ حضور کے داماد ابوالعاص کے فدیہ میں حضور کی صاحبزادی زینب نے اپنا وہ ہار بھیجا۔ جو اُن کو حضرت خدیجۃ الکبرای رضہ نے جہیز میں مرحمت فرمایا تھا۔ حضور اس ہار کو دیکھ کر آب دیدہ ہو گئے۔ اور آپ کو حضرت خدیجۃ الکبرای کی محبت یاد آ گئی۔ آپ نے صحابہ رضہ سے فرمایا۔ "اگر تم پسند کرو۔ تو خدیجۃ الکبرای کی بیٹی زینب رضہ کو اس کی ماں کی یادگار (یعنی ہار) واپس کر دو۔ چنانچہ ہار واپس کر دیا گیا۔ اور ابوالعاص کو اس شرط پر رہائی دے دی گئی۔ کہ وہ حضرت زینب رضہ کو مدینہ بھیج دیں۔ چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا

پھر کچھ عرصہ بعد حضرت ابوالعاص تجارتی سلسلہ سے شام کو گئے۔ اور مال تجارت لے کر واپس آ رہے۔ راستہ میں مسلمانوں کی ایک جمعیت نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے تجارتی سامان کو لوٹ لیا۔ یہ لوٹا ہوا مال مسلمانوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ حضرت ابوالعاص چھپ کر زینبؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے ان کو پناہ دی۔ حضور ؐ نے صحابہ رضؓ کو طلب فرما کر کہا۔ "اگر تم پسند کرو۔ تو ابوالعاص کا سامان واپس دے دو۔" چناں چہ تمام سامان دے دیا گیا۔ حضرت ابوالعاص رضؓ سامان لے کر مدینہ پہنچے۔ اور تمام لوگوں کا حساب سمجھا کر مدینہ واپس آ کر دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گئے۔

حصۂ دوئم

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قتل کی سازش

جنگ بدر کی شکست نے قریش مکہ کے ہر گھر میں ماتم برپا کر دیا تھا۔ ہر شخص سوگ مجسم بنا ہوا تھا۔ لیکن بدنامی کے خیال سے کوئی بلند آواز سے نہ روتا تھا۔ ایک روز مقام حجر میں صفوان بن امیہ جس کا باپ جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ اور عمیر جس کا بیٹا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید تھا۔ جمع ہوئے۔ اور جنگ بدر کی شکست کا ماتم کرنے لگے۔ صفوان نے کہا۔ "عمیر! اب زندگی کا لطف نہیں"۔ عمیر نے کہا۔ "سچ کہتے ہو۔ اگر میرے ذمہ قرض نہ ہوتا۔ اور بچوں کی فکر مانع نہ ہوتی۔ تو میں مدینہ جاتا۔ اور محمدؐ کو قتل کر ڈالتا۔ صفوان نے کہا۔ "تم قرض اور بیوی بچوں کا فکر نہ کرو۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں"۔ عمیر نے کہا۔ "بہتر ہے۔ میرے اور تمہارے سوا کسی کو اس راز کی خبر نہ ہو۔ میں مدینہ جاتا ہوں۔ اور محمدؐ کو قتل کر آتا ہوں"۔ یہ کہہ کر عمیر اٹھا۔ اور اپنی تلوار کو زہر میں بجھا کر مدینہ پہنچا۔ راستہ میں حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھ لیا۔ اور دل میں کہا۔ ضرور یہ شیطان کسی بُرے ارادے سے آیا ہے۔ آگے بڑھے۔ عمیر کی تلوار کو چھین لیا۔ اور گردن پکڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لے گئے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا۔

"عمر رضا! اس کو چھوڑ دو۔" پھر عمیر سے فرمایا۔ "عمیر! ادھر آجاؤ۔" عمیر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ حضورؐ نے پوچھا۔ "عمیر! کس ارادے سے آئے ہو؟" عمیر نے کہا۔ "بیٹے کو لینے آیا ہوں۔" حضور نے پوچھا۔ "پھر تلوار لے کر کیوں آئے ہو؟" عمیر نے کہا۔ "بدر میں تلواریں کس کام آئیں تھیں۔ حضور نے فرمایا۔ "کیا تم نے اور صفوان نے حجر میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟" عمیر یہ سن کر سناٹے میں آگیا۔ اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ "محمدؐ! بے شک تم خدا کے نبی ہو۔ خدا کی قسم! میرے اور صفوان کے سوا اس بات کی کسی کو خبر نہیں۔" یہ کہہ کر عمیر مسلمان ہوگیا۔ اور اسلامی شجاعت کا بے پناہ جذبہ دل میں لے کر مکّہ کو واپس آیا۔ اور اسلام کی تبلیغ مکّہ میں شروع کر دی۔ اور بہت سے لوگوں کو اسلام کے حلقہ میں شامل کر لیا۔

دسویں مہم۔ غزوۂ کدر

شوال ۲ھ میں حضورؐ کو یہ اطلاع ملی۔ کہ قبائلِ غطفان کدر کے مقام پر جمع ہو رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کے خلاف خروج کرنا چاہتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے حضورؐ نے مدینہ میں سباغ بن عرفطہ یا ابن ام مکتوم کو مقرر حاکم کیا۔ خود مجاہدین اسلام کو لے کر مقام کدر کی جانب روانہ ہوگئے۔ دشمنانِ اسلام قبائلِ غطفان و سلیم کو جب مسلمانوں کے آنے کی خبر ملی۔ تو وہ منتشر ہوگئے۔ حضورؐ نے کدر پہنچ کر تین دن وہاں قیام فرمایا۔ اور پھر بغیر لڑے بھڑے واپس تشریف لے آئے

ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ حضورؐ نے مقام کدر سے ایک لشکر غالب بن عبد اللہ کی ماتحتی میں قبائل غطفان و سلیم کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ اس لشکر نے قبائل مذکور سے مقابلہ کیا اور کافی مال غنیمت لے کر مدینہ واپس آیا۔

گیارہویں مہم غزوۂ سویق

قریش کے تمام بڑے لوگ بجز ابوسفیان کے چونکہ جنگ بدر میں مارے گئے تھے۔ اس لئے قریش نے ابوسفیان کو اپنا سردار بنا لیا۔ اس نے قسم کھائی۔ کہ جب تک وہ بدر کے نقصانات کا بدلہ نہ لے گا۔ نو غسل جنابت کرے گا۔ اور نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ چناں چہ غزوۂ بدر کی تین ماہ بعد ذی الحج کے مہینے میں وہ دو سو سواروں کی جمعیت لے کر مکہ سے روانہ ہوا۔

مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہود سے اگرچہ مسلمانوں نے معاہدات کر لیئے تھے۔ اور ناطرفدار رہنے کا عہد یہود نے کر لیا تھا لیکن جنگ بدر میں مشرکوں کی شکست سے متاثر ہو کر اور پھر مشرکین کو مدد دینے پر آمادہ نظر آتے تھے۔ ابوسفیان مدینہ کے قریب یہود کی آبادی میں پہنچا۔ اور حیی بن اخطب یہودی کے دروازہ پر پہنچ کر اس کو آواز دی۔ لیکن اس نے دروازہ نہ کھولا۔ پھر وہ سلام بن مشکم یہودی کے ہاں گیا۔ اس نے ابوسفیان کا پرجوش طریقہ پر استقبال کیا۔ اور خوب خاطر و مدارت کی۔ مدینہ کے پر اسرار سے آگاہ کیا۔ صبح کو ابوسفیان اپنے سواروں کو لے کر آگے بڑھا۔ اور مدینہ سے تین میل ادھر مقام عریض پر حملہ آور ہوا۔

معبد بن عمر انصاری کو مار ڈالا۔ اور کھجوروں کے چند باغوں میں آگ لگا دی۔ اور اس طرح گویا اس نے اپنی قسم کو پورا کیا۔

حضور کو اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ فوراً مجاہدین اسلام کو لے کر آگے بڑھے۔ ابوسفیان کے تعاقب میں جو باغوں میں آگ لگا کر بھاگ گیا تھا۔ روانہ ہوئے۔ ابوسفیان کے سواروں کے پاس اس سفر میں رسد کا سامان صرف ستو تھے۔ ان سواروں نے جب مسلمانوں کو اپنے تعاقب میں آتے دیکھا۔ تو ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے۔ تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔ اور وہ آسانی سے بھاگ سکیں۔

حضور نے کافی دور تک تعاقب کیا۔ لیکن ابوسفیان دور نکل گیا تھا۔ اس لئے حضور اور مجاہدین اسلام نے ستوؤں کے تھیلوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور واپس تشریف لے آئے۔ ستو کو عربی میں سویق کہتے ہیں۔ چوں کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کو غنیمت کے طور پر ستو ملے تھے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق مشہور ہو گیا۔

بارہویں مہم۔ غزوہ بنو قینقاع

مدینہ اور اطراف میں یہود کے تین قبیلے آباد تھے۔ یعنی بنو قینقاع جو کاشتکار نہیں دستکار قبیلہ تھا۔ اور کسی پیشہ سے بسر اوقات کرتا تھا۔ اور بنو نضیر، بنو قریظہ ان میں سے بنو قینقاع بڑا سرکش قبیلہ تھا۔ جو بدکاری اور فتنہ و فساد میں مبتلا رہتا تھا۔ زنا و سود خواری، بداخلاقی اور بہتان بندی اس کا شیوہ تھا۔

شوال ۳ھ میں کسی گاؤں سے ایک نوجوان انصاری لڑکی

بنو قینقاع کی آبادی میں دودھ بیچنے آئی۔ یہود کے نوجوانوں نے لڑکی کو چھیڑا۔ اور دست درازی کی۔ ایک صحابی کو ان کا یہ فعل ناگوار گذرا۔ تو انہوں نے نوجوان یہود کو بدسلوکی سے روکا۔ اس پر نوجوان اور صحابی میں لڑائی شروع ہو گئی۔ صحابی نے اس لڑکے کو جس نے لڑکی کے ساتھ بدسلوکی کی تھی۔ مار ڈالا۔ اور یہود نے اس صحابی کو شہید کر دیا۔

مدینہ میں یہ خبر پہنچی۔ تو مسلمان غضب ناک ہو گئے۔ اور بنو قینقاع پر چڑھ آئے۔ فریقین میں جنگ شروع ہو گئی۔ اس جنگ میں فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ حضورؐ نے یہ خبر سنی۔ تو آپ جنگ و جدال کے موقعہ پر تشریف لائے۔ مسلمانوں کے غیظ و غضب کو فرو کیا۔ اس کے بعد بنو قینقاع کے سرداروں کو حکم دیا۔ کہ یا تو تم سب کے سب مسلمان ہو جاؤ۔ یا مدینہ اور اطراف مدینہ کو خالی کر دو۔

مغرور سرداران بنو قینقاع نے حضور کے اس حکم کا گستاخانہ جواب دیا۔ اور کہا۔ "قریش پر فتح حاصل کر کے تم لوگ مغرور ہو گئے۔ اس فتح کے خیال میں نہ رہنا۔ قریش جنگ و پیکار سے ناواقف تھے۔ ہم سے لڑو گے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ جنگ کس چیز کا نام ہے۔"

مختصر یہ کہ اس معمولی واقعہ نے بڑا طول کھینچا۔ اور حضور کو مجبور ہو کر ان پر فوج کشی کرنی پڑی۔ یہود بنو قینقاع نے جب مسلمانوں کو آمادہ جنگ پایا۔ تو وہ قلعہ میں گھس گئے۔ اور قلعہ کا پھاٹک بند کر لیا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور پندرہ دن تک محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر عبداللہ بن ابی منافق کی تجویز سے جو بظاہر مسلمان تھا۔ لیکن حقیقت میں یہود سے ساز باز رکھتا تھا۔ یہ طے ہوا۔ کہ یہود قینقاع کو جو سات سو کی تعداد میں

تھے قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ جلاوطن کر دیا جائے۔ چنانچہ ان تمام یہود کو ملک کے مقام اذرعات کی طرف نکال دیا گیا۔ اور مدینہ و اطراف مدینہ کو ان کی نجاست و بدکاری سے پاک کر دیا گیا۔

سنہ ۳ھ کے واقعات (تیرہویں مہم غزوہ ذی امر)

غزوہ سویق سے واپس تشریف لاکر حضورؐ نے ذی الحج سنہ ۲ھ کے بقیہ ایام مدینہ میں بسر فرمائے۔ اور محرم سنہ ۳ھ میں پھر قبائل غطفان کی سرکوبی کے لئے نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ پورا ماہ صفر نجد میں بسر کیا۔ لیکن قبائل غطفان میں سے کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا۔ آخر حضور قتال و محاربہ کے بغیر واپس تشریف لے آئے۔ اس لشکر کشی کے وقت حضورؐ نے مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضہ کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔

چودھویں مہم۔ غزوہ بحران

مقام ذی امر سے واپس تشریف لاکر حضورؐ نے ماہ ربیع الاوّل سنہ ۳ھ کا زیادہ حصہ مدینہ میں گذارا۔ اور پھر قریش کی آمد کی خبر پاکر بحران یا نجران کی جانب لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ اس مقام پر حضورؐ نے جمادی الاوّل سنہ ۳ھ تک قیام فرمایا۔ لیکن کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ آخر حضور واپس تشریف لے آئے۔

عثمان بن مظعونؓ کی وفات

عثمان بن مظعونؓ مہاجر صحابہ میں خاص عظمت کے مالک تھے اور

حضورؐ کو ان سے غیر معمولی محبت تھی۔ یہی پہلے مہاجر ہیں۔ جن کا مدینہ منورہ میں سب سے پہلے انتقال ہوا۔ اور بقیع کے مقام پر دفن کئے گئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ حضور نے حضرت عثمان بن مظعون کے جنازہ میں شرکت کی۔ اور بعد دفن دست مبارک سے ایک وزنی پتھر اٹھا کر ان کی قبر پر رکھ دیا۔ اور یہ فرمایا۔ کہ میں اپنے دوست کی قبر کی علامت کے لئے یہ پتھر رکھتا ہوں۔ تاکہ میرے اہل و عیال میں سے جس کا انتقال ہو۔ اس کو عثمان بن مظعون کے پہلو میں سپرد خاک کر دوں۔" چنانچہ حضورؐ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم اور صاحبزادیوں حضرت رقیہ رضؓ اور حضرت ام کلثوم رضؓ کو یہیں دفن کیا۔ اور بہت سے صحابہ رضؓ اس کے بعد یہیں مدفون ہوئے۔ بقیع ایک میدان تھا۔ جس میں غرقد کے درخت کثرت سے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کے دفن کے بعد یہ مقام ایک مقدس جگہ بن گیا۔ اور حضور نے اس کا نام او حدر کھا۔

حضرت حسن رضؓ کی پیدائش

سنہ ۳ھ میں حضرت حسن رضؓ پیدا ہوئے۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہتے۔

حضرت اُمِ کلثوم رضؓ کا نکاح

ماہ ربیع الاوّل سنہ ۳ھ میں حضرت ام کلثوم رضؓ حضورؐ کی صاحبزادی کا نکاح حضرت رقیہؓ کے فوت ہو جانے کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ سے

ہوا۔ اور ماہ جمادی الثانی میں شب عروسی ہوئی۔

کعب بن اشرف یہودی کا قتل

کعب بن اشرف قبیلہ طے کا مشہور یہودی تھا۔ اور دولت مند ہونے کے سبب یہود کا سب سے بڑا سردار تھا۔ حضورؐ مدینہ میں جب تشریف لائے۔ اور مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ تو کعب بن اشرف کو اس بات کا رنج ہوا۔ پھر جب مسلمانوں نے بدر کے مقام پر مشرکین مکہ کو شکست دے دی۔ تو کعب بن اشرف کا اس کا سخت صدمہ ہوا اور اس نے حضور اور مسلمانوں کو معاذ نیست و نابود کرنے کی ٹھان لی۔

کعب بن اشرف قوم کا سردار ہونے کے علاوہ ایک مشہور شاعر بھی تھا۔ اور عرب میں شاعری اور شعر کا وہ اثر رکھتا تھا۔ جو آج جادو بیان مقرر کی تقریر رکھتی ہے۔ کعب بن اشرف بدر کی جنگ کے بعد ایک جماعت کو لے کر مکہ گیا۔ اور اپنے پُرجوش اشعار سے مشرکین مکہ کو انتقام پر آمادہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ چند روز میں مشرکین مکہ نے کافی لشکر جمع کر لیا۔ اور بدر کا انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے۔

مشرکین مکہ میں بدر کا انتقام لینے کا جوش پیدا کر کے کعب بن اشرف مدینہ میں آیا۔ اور اپنے اشعار میں حضور کی ہجو کرنے لگا۔ اس کے بعد حضور کے قتل کی سازش شروع کی۔ یہاں تک کہ ایک روز اس نے حضور کو دھوکہ سے دعوت میں بلایا۔ اور آپ کے قتل پر اِدھر اُدھر آدمیوں کو متعین کر دیا۔ لیکن وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوا۔

کعب بن اشرف کی سازش کی خبر حضورؐ کو پہنچی۔ تو حضور نے احتیاط

سے کام لینا شروع کیا۔ اور تنہا باہر نکلنا بہت کم کر دیا۔ پھر ایک روز صحابہ رضؓ سے کعب بن اشرف کی سازش کا ذکر کیا۔ صحابہ رضؓ میں سے محمد بن مسلمہ رضؓ نے عرض کیا۔ "مجھ کو اجازت دی جائے۔ کہ میں مصلحت آمیز باتوں سے کعب بن اشرف کو پھسلا کر اس کو قتل کر دوں۔" حضورؐ نے اجازت دے دی۔ اور محمد بن مسلمہ رضؓ اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر کعب بن اشرف کے ہاں پہنچے۔ اور کسی بہانہ سے اُسے باہر بلا کر قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے دوسرے یہودی سردار ابو رافع کو بھی جو مسلمانوں کا بدترین دشمن تھا۔ مار ڈالا۔

پندرہویں مہم (غزوہ اُحد)

بدر کی شکست نے مشرکین کے دلوں میں انتقام کی آگ کو بھڑکا رکھا تھا۔ اور وہ انتقام کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ عرب کے قبائل میں انتقام لینے کی تحریک جاری تھی۔ مصارف جنگ کے لئے روپیہ جمع کیا جا رہا تھا۔ اور شامی قافلہ کے اموال سے جو نفع ہوا تھا۔ وہ تمام کا تمام مصارف جنگ کے لئے رکھ لیا گیا تھا۔

مقتولین بدر کے سوگ اور ماتم سے فرصت ملی۔ تو اعیان قریش ابوسفیان کے پاس پہنچے۔ اور کہا۔ کہ "محمدؐ اور ان کی جماعت نے قریش کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ہم کب تک خاموش بیٹھے رہیں گے۔ بہتر ہے کہ جلد سے جلد انتقام کا انتظام کیا جائے۔ ابوسفیان نے اس خواہش کو لبیک کہا۔ اور عرب کے قبائل کے جوش کو بھڑکانے کے لئے فوراً چاروں طرف آتش بیاں شعرا کو روانہ کیا گیا۔ جنہوں نے سارے

عرب میں آگ لگا دی۔ اور قبائل جوق در جوق آ کر جمع ہونے لگے۔

قریش نے چند روز میں تین ہزار جنگجو قبائل کو جمع کر لیا۔ پھر مشاہیر قریش کی خواتین کو جن کی تعداد کافی تھی لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ان تین ہزار سپاہیوں میں سے سات سو زرہ پوش جنگی جوان تھے۔ دو سو سوار تھے۔ اور باقی پیدل۔

جنگ بدر میں حضورؐ کے چچا حضرت حمزہؓ نے ابوسفیان کی بیوی اور امیر معاویہ کی ماں ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا۔ ہند نے باپ کا انتقام لینے کے لئے جبیرؓ کے غلام وحشی کو آمادہ کیا۔ جو تیر اندازی میں کمال رکھتا تھا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ اگر وہ حمزہؓ کو قتل کر دے گا۔ تو اس کو آزاد کر دیا جائے گا۔

حضور کے دوسرے چچا حضرت عباس رضؓ اگرچہ غزوۂ احد سے پہلے اسلام لا چکے تھے۔ لیکن اب تک مکہ ہی میں اقامت پذیر تھے ان کو قریش کی تیاریوں کی خبریں ملیں۔ تو انہوں نے حضور کو اس سے آگاہ کیا۔ اور تمام حالات تفصیل سے لکھ کر حضور کی خدمت میں بھیج دیئے۔

حضورؐ کو جب حالات پہنچے تو آپ نے انس اور مونس دو خبر رسانوں کو مشرکین مکہ کی تیاریوں کی خبر لانے کے لئے روانہ کیا۔ اور انہوں نے واپس آ کر بیان کیا۔ کہ قریش کافی ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کے قریب مقام عریض پر پہنچ چکے ہیں۔ وہاں کے کھیتوں، کھجوروں کے باغوں اور چراگاہوں کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ پھر حضورؐ نے حباب بن منذ کو مشرکین مکہ کی تعداد معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور انہوں

نے واپس آ کر صحیح تعداد سے اطلاع دی۔ اور حضور نے اس خیال سے کہ کہیں مشرکین مکہ شہر پر حملہ نہ کر دیں۔ فوراً شہر کے ناکوں پر آدمیوں کو مقرر کر دیا۔ اور حضرات سعدؓ بن عبادہ اور سعدؓ بن معاذ وغیرہ رات بھر مسجد نبوی کے سامنے پہرہ دیتے رہے۔

صبح کو حضور نے صحابہ رضؓ کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ مہاجرین اور اکابر انصار کی رائے یہ تھی۔ کہ مدینہ میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ اور عورتوں کو محفوظ مقامات پر بھیج دیا جائے۔ مشہور منافق عبداللہ بن اُبی کی رائے بھی یہی تھی۔ اور حضور بھی اس جانب میلان رکھتے تھے۔ لیکن انصار اور بعض مہاجر اس رائے کے خلاف تھے۔ ان کا خیال یہ تھا۔ کہ مدینہ سے باہر نکل کر مشرکین سے مقابلہ کیا جائے۔

اس رائے کو سن کر حضور گھر تشریف لے گئے۔ اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔ ان نا تجربہ کار صحابہ رضؓ کو جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے حضور کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی رائے دی تھی۔ حضور کو باہر نکلنے پر آمادہ پا کر بہت ندامت ہوئی۔ اور انہوں نے یہ خیال قائم کر کے ہم نے حضور کو آپ کی مرضی کے خلاف باہر نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ عرض کیا۔ کہ ہم حضور سے اپنی رائے کو واپس لیتے ہیں۔ آپ کو جو پسند ہو۔ اس کو اختیار فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "نبی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ ہتھیار پہن کر اُتار دے۔"

مشرکین مکہ بدھ کے دن ۱۲ شوال ۳ھ کو مدینہ کے مشہور پہاڑ احد کے قریب پہنچے۔ اور ذو الحلیفہ کے مقام پر قیام کیا۔ حضورؐ

جمعہ کے دن نماز جمعہ سے فارغ ہو کر ۱۴ شوال کو مدینہ سے باہر نکلے۔ اور احد کی جانب روانہ ہوئے حضور کے ہمراہ ایک ہزار صحابہ رض تھے شہر سے باہر نکل کر عبداللہ بن اُبی منافق نے اپنی جماعت سے جس کی تعداد تین سو تھی۔ مخاطب ہو کر کہا:۔

"محمد نے میری رائے کو نہیں مانا۔ تو ہم مفت میں اپنی جانیں کھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ چلو واپس چلو"۔ چنانچہ تین سو آدمی حضور کے لشکر سے جدا ہو گئے۔ اور مجاہدین اسلام کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ جن میں صرف پچاس سوار اور پچاس تیر انداز تھے۔ عبداللہ بن اُبی کے واپس چلے آنے کے بعد حضور صحابہ رض کو حکم دیا۔ کہ نو عمر بچوں کو واپس کر دیا جائے۔ چنانچہ جب کم عمر بچوں کا جائزہ لیا گیا۔ تو دو کم عمر بچوں نے جنگ میں شامل ہونے کا ایک نیا طریقہ اختیار کیا۔ یعنی جب لوگ بچوں کو دیکھتے ہوئے رافع بن خدیج نامی بچہ کے پاس پہنچے۔ تو وہ پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے۔ اور جائزہ لینے والوں نے ان کو پورے قد کا پا کر فوج میں شامل کر لیا۔ پھر جب لوگ رافع بن خدیج کے ساتھی نو عمر سمرہ کے پاس پہنچے۔ اور ان کو لشکر سے جدا کرنا چاہا۔ تو انھوں نے کہا۔ مجھ کو فوج سے کیوں علیحدہ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ میں کشتی میں رافع بن خدیج کو پچھاڑ لیا کرتا ہوں۔ اگر اس میں کچھ شبہ ہو۔ تو ہم دونوں کی کشتی کرا دی جائے۔ چنانچہ دونوں کی کشتی کرائی گئی۔ اور سمرہ نے رافع کو پچھاڑ لیا۔ اور ان کو بھی اجازت مل گئی۔

مقابلہ کی تیاریاں

احد مدینہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ جو شہر سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ دونوں لشکر اس مقام پر اترے۔ مشرکین نے مقام پر اترے۔ مشرکین نے مقام ذوالحلیفہ کو پسند کیا۔ اور مسلمانوں نے عدۃ الوادی کو جو احد کے سامنے نشیب میں واقع ہے۔ مشرکین مکہ کو بدر میں چونکہ جنگ کا تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے اب کی مرتبہ اپنے لشکر کو خوبی کے ساتھ آراستہ کیا۔ میمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا۔ میسرہ پر عکرمہ بن ابوجہل کو اور سواروں کا افسر صفوان بن امیہ کو قرار دیا۔ تیر اندازوں کا عبداللہ بن ربیعہ تھا اور علمبردار طلحہ تھے۔

دوسری طرف اسلامی لشکر کو حضورؐ نے ترتیب دیا۔ اوّل احد کے پہاڑ اس درہ پر جس کی طرف سے مشرکین مکہ کے آجانے کا اندیشہ تھا۔ حضور نے عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں پچاس تیر اندازوں کو مقرر کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ فتح ہو یا شکست تم اس جگہ سے حرکت نہ کرنا۔ اور جب تک حکم نہ دیا جائے۔ اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا اس کے بعد صفوں کو درست کیا۔ اور حضرت مصعبؓ کو علم عطا فرمایا۔ اور پھر تلوار کو بلند کر کے فرمایا۔ "اس تلوار کی اس کا حق ادا کرنے کے لئے کون لیتا ہے۔" حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر صحابہ دلاور دار آگے بڑھے۔ اور تلوار کو لینا چاہا۔ لیکن حضور نے تلوار کسی کو مرحمت نہیں فرمائی حضرت ابودجانہ رضؓ نے حضورؐ کے اشارۂ خاص

کو سمجھ لیا۔ اور آگے بڑھ کر عرض کیا۔

"وما حقہ یارسول اللہ"	خدا کے نبی! اس کا کیا حق ہے؟

حضورؐ نے فرمایا۔

ان تضرب بہ العدو حتیٰ ینحنی"	اس تلوار سے دشمنوں کو اتنا مارو کہ یہ ترچھی ہو جائے۔

ابو دجانہ رضؓ نے عرض کیا۔

"انا اخذہ یارسول اللہ بحقہ"	یا رسول اللہ! اس تلوار کو اس کا حق ادا کرنے کے لئے میں لیتا ہوں۔

حضورؐ نے یہ سن کر تلوار ابو دجانہ رضؓ کو مرحمت فرما دی۔ اور ابو دجانہ رضؓ اپنا سرخ عمامہ باندھ کر جس کو وہ خاص طور پر لڑائیوں میں باندھا کرتے تھے۔ اور تلوار کو ہاتھ میں لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے صف میں شامل ہو گئے۔ ع

انا الذی عاھدنی خلیلی	ہم باغوں کے قریب والے میدان میں ہیں۔
ونحن بالسفح لدی النخیل	مجھ سے میرے دوست (حضورؐ) نے یہ عہد لیا ہے
وان لا اقوام الدھر فی الکیول	کہ میں کبھی پچھلی صف میں کھڑا نہ ہوں گا۔
اضرب بسیف اللہ والرسول	خدا اور رسول کی تلوار سے دشمنوں کو قتل کروں گا۔

آغاز جنگ

فریقین کی صفیں مرتب ہو چکی تھیں۔ مشرکین مکہ کی عورتیں میدان میں رجز پڑھتی ہوئی آئیں۔ اور بدر کے مقتولین کے مرثیے دف بجا بجا کر گائے جس سے مشرکوں کے لشکر میں آگ سی لگ گئی۔ اور مشرک بپھرے

ہوئے شیر کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت حمزہ رضؓ، علی رضؓ
طلحہ رضؓ اور نصر بن النس رضؓ شجاعانِ اسلام نے دشمنوں کے حملوں کو روکا۔
اور سخت مقابلہ شروع ہوگیا۔ مسلمانوں نے نہ صرف کافروں کے حملہ
کو روکا۔ بلکہ دائیں بائیں سے ان کو گھیر کر پیچھے ہٹانا شروع کیا یہاں
تک کہ کافروں میں ہزیمت کے آثار پیدا ہو گئے۔ اور مشرکوں کے
ہمراہیوں میں سے بہت سے لوگ میدان سے بھاگ نکلے مشرکوں
نے جب یہ دیکھا۔ تو مسلمانوں کے عقب سے حملہ کرنا چاہا۔ وہاں سے
بھی مسلمانوں کی تیر اندازوں کی جماعت موجود تھی۔ عقب سے حملہ آور
ہونے والے کافروں پر انہوں نے تیر برسائے۔ اور کافروں کو لیپا کر دیا۔

حضرت حمزہ رضؓ اور ابودجانہ رضؓ نے بہت سے کافروں کو مار ڈالا
ایک موقع پر ابوسفیان کی بیوی ہندہ ابودجانہ رضؓ کے سامنے پڑ گئی۔ تو
ابودجانہ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اور ہندہ کو محض اس خیال سے قتل
نہیں کیا۔ کہ حضورؐ کی تلوار عورت کے خون سے رنگین نہ ہو۔

جب مشرکین مکہ بدحواس ہو کر میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔
تو مسلمانوں نے ان کا مال لوٹنا شروع کیا۔ اور تیر اندازوں کی جو جماعت
پہاڑی درہ پر متعین تھی۔ وہ بھی مال غنیمت لوٹنے میں مشغول ہوگئی۔ اور
پہاڑی درہ کو چھوڑ دیا۔ عبداللہ بن جبیر رضؓ تیر اندازوں کے افسر نے ہر
چند اپنے ماتحت تیر اندازوں کو اپنی جگہ چھوڑنے سے روکا۔ لیکن تیر انداز
نہ مانے۔ اور اپنی جگہ سے چلے گئے۔ مشرکین مکہ کے افسروں میں سے
خالد بن ولید گروہ پیش نظر ڈالی۔ اور پہاڑی درہ کو تیر اندازوں سے
خالی پاکر وہ اس طرف بڑھے۔ اور درہ کے اندر سے نکل کر ان مسلمانوں پر

حملہ آور ہوئے۔ جو مال غنیمت لوٹنے میں مشغول تھے۔ مسلمانوں نے
پلٹ کر دیکھا۔ تو اپنے آپ کو کافروں میں گھرا ہوا پایا۔ اور ایسے گھبرائے
کہ اپنے پرائے کی تمیز نہ کر کے تلواروں سے لڑنے لگے۔ یہاں تک کہ
حضرت حذیفہ رضہ کے والد یمان رضہ کو اسی اضطراب میں خود مسلمانوں
نے مار ڈالا۔ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ وہ مسلمان جو کافروں کو شکست
دے کر مال لوٹ لینے میں مشغول ہو گئے تھے۔ اب کافروں کے احاطہ
میں تھے۔ اور کافران کو شہید کر رہے تھے۔ بہت سے مسلمان
کافروں کے اس اچانک حملہ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور چند جاں
نثاران اسلام نے حضور کو چاروں طرف سے اپنی پناہ میں لے لیا۔
اسی حالت میں کافروں نے حضرت مصعب رضہ کو جو تیر اندازوں کے
افسر تھے۔ اور حضور سے شکل و صورت میں بہت مشابہ تھے۔ شہید
کر دیا۔ اور پکار کر کہا۔ (نعوذ باللہ) محمدؐ کو قتل کر دیا گیا۔ یہ آواز سن
کر مسلمانوں کے رہے سہے ہوش اور بھی اڑ گئے۔ اور وہ ادھر ادھر
بھاگنے لگے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی کچھ تعداد بھاگ کر مدینہ میں
داخل ہو گئی۔

حضور کو جو لوگ احاطہ میں لئے ہوئے تھے۔ وہ صرف بارہ مسلمان
تھے۔ یعنی حضرت ابوبکر رضہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضہ، سعد بن وقاص رضہ،
طلحہ بن عبید اللہ رضہ، زبیر بن عوام رضہ، ابو عبیدہ رضہ بن الجراح، ان کے علاوہ
ستر صحابہ رضہ وہ تھے۔ جو میدان جنگ میں موجود تھے۔ اور بھاگے نہ
تھے۔ ان میں سے بعض کافروں سے لڑ رہے تھے۔ بعض کسی محفوظ جگہ
پر بیٹھے نتیجہ کے منتظر تھے۔ اور بعض حضور کی تلاش میں تھے۔

مسلمانوں کے منتشر ہو جانے پر کافروں نے حضور کی جانب رُخ کیا۔ حضرت ابو دجانہ رضؓ نے کافروں کے آ جانے پر حضور کی جانب اپنا منہ کر لیا۔ اور کافروں کے تیروں کو نیزوں کو اپنی کمر پر روکا۔ حضرت طلحہ رضؓ نے حضور کی جانب اپنی پشت کر لی۔ اور دشمنوں کی تلواروں کے وار اپنے ہاتھوں پر روکنا شروع کیا۔ جس سے ان کا ایک ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ اور دوسرا شل ہو گیا۔ مشرکین مکہ چاروں طرف سے حضور اور صحابہ رضؓ کی ایک چھوٹی سی جماعت کو گھیرے ہوئے تھے۔ اور حملے کر رہے تھے۔ حضور رضؓ فرماتے جاتے تھے۔

"رب اغفر قومی فانھم لایعلمون ط"	اے پروردگار میری قوم کو معاف کر دے وہ جانتے نہیں ہیں۔

حضرت انسؓ کے علاتی باپ ابو طلحہ رضؓ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے کافروں پر اتنے تیر برسائے۔ کہ دو تین کمانیں ٹوٹ کر گر گئیں۔ اور پھر سپر ڈھال سے حضور کا چہرہ چھپا لیا۔ کہ کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اسی حالت میں حضورؐ نے دو تین مرتبہ گردن اٹھا اٹھا کر کافروں کی طرف دیکھا۔ تو ابو طلحہ رضؓ نے عرض کیا۔ "حضور گردن نہ اٹھائیے۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن کا کوئی تیر لگ جائے۔" اسی حالت میں حضور کی زبان سے یہ فقرے نکلے "وہ قوم کیونکر فلاح حاصل کر سکتی ہے۔ جو اپنے پیغمبر کو زخمی کرے۔"

ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ حضور کو صحابہ رضؓ احاطہ میں لئے کھڑے تھے۔ کہ کسی کافر نے ایک پتھر پھینک کر مارا۔ جس سے حضور کا لب مبارک زخمی ہو گیا۔ اور نیچے کے دو دانتوں میں سے ایک دانت شہید ہو گیا۔ پھر ابن قمیہ نے آگے بڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ جس سے خود کے دو

حلقے حضور کے رخسار مبارک میں دھنس گئے۔ اور حضرت ابو عبیدہؓ نے ان حلقوں کو اپنے دانتوں سے کھینچ کر باہر نکالا۔

کافروں کا حملہ جاری تھا۔ کہ حضور نے صحابہ رضؓ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "کون ہے۔ جو مجھ پر جان دینے کے لئے آمادہ ہے۔" زیاد بن سکن انصاری اپنے پانچ سات ہمراہیوں کو لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا۔ "ہم اس خدمت کے لئے حاضر ہیں" چنانچہ ساتوں نے حضورؐ کو حلقے میں لے لیا۔ اور کافروں سے لڑ کر سب کے سب شہید ہو گئے۔

ایک روایت میں یوں ہے۔ کہ حضور کافروں کے حملہ کے وقت ایک پہاڑی گڑھے میں گر گئے تھے۔ اور آپ کی خود سے دو کڑیاں آپ کے رخسار میں گھس گئیں۔ پھر حضرت ابو بکر رضؓ، طلحہ رضؓ، اور علیؓ نے حضور کو گڑھے سے نکالا۔ اور حضرت فاطمہ رضؓ نے حضور کے زخموں کو پانی سے دھویا۔ اور چٹائی جلا کر زخموں میں بھری۔

ادھر تو حضور اور صحابہ رضؓ کی مختصر سی جماعت کافروں کے اندر گھری ہوئی تھی۔ ادھر بہت سے مسلمان حضور کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ اچانک حضرت کعبؓ بن مالک انصاری کی نظر حضورؐ کے چہرہ مبارک پر پڑ گئی۔ اور انہوں نے پکار کر کہا۔ مسلمانو! مبارک ہو۔ حضور زندہ ہیں اور یہاں موجود ہیں۔ یہ سن کر مسلمان اسی جانب ٹوٹ پڑے۔ اور لمحوں میں مسلمانوں کی بڑی تعداد جمع ہو گئی۔ کافر یہ کیفیت دیکھ کر منتشر ہونے لگے۔ اور حضورؐ صحابہؓ کو لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ کافروں نے پھر سمٹ کر آپ کی جماعت پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت عمر رضؓ وغیرہ نے

اس کثرت سے کافروں پر تیر برسائے۔ کہ وہ آگے نہ بڑھ سکے اور واپس چلے گئے۔

جنگ کے ختم ہو جانے پر ابوسفیان سامنے کی پہاڑی پر چڑھا۔ اور فتح کے نشہ میں مدہوش ہو کر پوچھا۔ "کیا یہاں محمدؐ ہیں؟" حضور نے صحابہ رضؓ کو حکم دیا۔ کہ کوئی اس کا جواب نہ دے۔ جب ابوسفیان کو کوئی جواب نہ ملا۔ تو اس نے پوچھا۔ "کیا ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ یہاں ہیں؟" اس کا جواب بھی نہ ملا۔ تو ابوسفیان نے کہا۔ "سب مارے گئے۔" ابوسفیان کے یہ الفاظ سن کر حضرت عمر رضؓ سے صبر نہ ہو سکا۔ اور انہوں نے پکار کر کہا۔ "خدا کے دشمن! ہم سب زندہ ہیں۔" یہ سن کر ابوسفیان پکارا۔ "اعل ھبل" (ہبل زندہ باش یا ہبل بلند و بالا رہ) صحابہ رضؓ نے حضور کے حکم سے اس کے جواب میں کہا۔ "اللہ اعلیٰ واجل" (خدا تعالےٰ بلند و برتر ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔

"لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم" (ہمارے پاس عزیٰ ہے۔ تمہارے پاس نہیں"

صحابہ رضؓ نے اس کا جواب یہ دیا:۔

"اَللّٰہُ مَولَانَا وَلَا مَولَا لَکُم" (خدا ہمارا آقا ہے۔ تمہارا آقا کوئی نہیں۔"

ابوسفیان نے کہا۔ "آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ آئندہ پھر بدر پر جنگ ہوگی۔ صحابہ رضؓ نے جواب دیا۔ "آئندہ سال بدر کے مقام پر ہم کو لڑنا منظور ہوگا۔

کافروں نے جنگ بدر کا انتقام لینے کے لئے مسلمانوں کی نعشوں کی بہت توہین کی تھی۔ اور اکثر نعشوں کے ناک کان کاٹ لئے تھے حضرت حمزہ کو موقع پا کر جبیر کے غلام حبشی نے پہلو میں چھوٹا سا نیزہ مار کر شہید کر دیا تھا۔ امیر معاویہ کی ماں ہندہ نے ان کی نعش کے اعضاء کاٹ کر ان کا ہار

بنایا۔ اور گلے میں ڈال لیا۔ اور پھر ان کا کلیجہ نکال کر چبانے لگی۔ جو کہ نہ چبا سکی۔

جنگ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ جن میں سے چار مہاجر اور چھیاسٹھ انصار تھے۔ لڑائی ختم ہو جانے کے بعد حضرت علی رضؓ ڈھال میں پانی بھر لائے۔ حضور نے وضو کیا۔ اور پہاڑ کی چٹان پر صحابہ رضؓ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔ اور اس کے بعد شکست خوردہ اور مغرور مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت فرمائی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔

جو لوگ تم سے منہ پھیر گئے۔ اس روز جب کہ دو جماعتیں (مسلمان اور کافروں کی) مقابل ہوئیں۔ بیشک ان کو صرف شیطان نے ڈگمگا دیا بعض اس چیز سے جو انہوں نے کمایا۔ اور اللہ نے ان کو معاف کیا۔ اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے"

اس کے بعد حضور نے شہدائے اُحد کو دفن کیا۔ اور ایک ایک قبر میں دو دو نعشیں دفن کیں۔ اور پھر صحابہ رضؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "کافروں کے تعاقب میں کون کون جائے گا۔"

فوراً ستر صحابہ رضؓ کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ جس میں حضرت عمر رضؓ اور زبیر رضؓ بھی تھے۔ اور آپ اس جماعت کو لے کر تعاقب میں روانہ ہوئے اور مقام حمراء الاسد تک تعاقب کیا۔ جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ابوسفیان کا ارادہ تھا۔ کہ واپس جا کر پھر مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ اور تمام فتح کو کامیاب فتح بنائے۔ لیکن جب معبد خزاعی سے اس کو یہ معلوم ہوا۔ کہ حضور کافی ساز و سامان سے تعاقب میں آرہے ہیں۔ تو اس نے اپنے

ارادہ کو بدل دیا۔ اور مکہ کو واپس چلا گیا۔ حضور کا یہ تعاقب ہی غزوہ حمرالاسد کہلاتا ہے۔

غزوۂ احد کے چند خاص واقعات

احد کی جنگ میں بعض اوقات نہایت دلچسپ وقوع میں آئے جن کا مختصر تذکرہ اس موقع پر مناسب ہے۔

۱ - جنگ اُحد کا آغاز اس طرح ہوا۔ کہ مدینہ منورہ کا ایک شخص ابوعامر تھا۔ جو تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ اور مدینہ کے تمام لوگ اس شخص کی عزت کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد یہ شخص مدینہ سے مکہ چلا گیا۔ اور وہیں راہبانہ زندگی بسر کرنے لگا۔ مدینہ میں مسلمانوں کی ترقی و کامیابی اس کو ناگوار ہوئی۔ اور وہ جنگ اُحد میں ڈیڑھ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر شریک ہوا۔ اور مسلمانوں سے لڑنا چاہا۔ مدینہ میں چونکہ اس کو عزت و حرمت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس لئے جنگ شروع ہونے سے پہلے کافروں نے ان کو اس خیال سے میدان جنگ میں بھیجا۔ کہ مدینہ کے لوگ اس کو دیکھ کر مسلمان کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور ان کی تعداد بہت کم رہ جائے گی۔ چنانچہ ابوعامر میدان میں آیا۔ اور انصار کو پکار کر کہا "مجھ کو پہچانتے ہو۔ میں ابوعامر ہوں۔" انصار نے اس کے جواب میں کہا۔ "ہاں! او بدکار ہم تجھ کو پہچانتے ہیں۔ خدا تیری اُمید دل کو پورا نہ کرے"

۲ - جب فریقین کی صفیں آراستہ ہو چکیں۔ تو کفار قریش کا علمبردار طلحہ صف سے باہر نکلا۔ اور پکار کر کہا۔ "مسلمانوں میں کوئی ایسا شخص ہے۔ جو میرے سامنے آئے۔ مجھ کو دوزخ میں پہنچا دے۔ یا خود میرے ہاتھوں

سے جنت میں پہنچ جائے۔" گویا اس کے یہ الفاظ مسلمانوں کے جنت ودوزخ کے عقیدے پر طنز تھا۔ حضرت علی رضؓ اس طنز سے بے تاب ہو گئے۔ اور مجاہدین کی صف سے باہر نکل کر کہا۔ "وہ مسلمان مَیں ہوں"۔ یہ کہہ کر تلوار سے طلحہ پر حملہ کیا۔ اور ایک لمحہ میں طلحہ کی لاش خاک پر تڑپتی نظر آئی۔ طلحہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عثمان مقابلہ کے لئے نکلا۔ حضرت حمزہ رضؓ نے بڑھ کر اس کے حملہ کو روکا۔ اور اس زور سے شانہ پر تلوار ماری۔ کہ کمر تک اتر گئی۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضؓ نے فرمایا۔ "میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں"۔

۳۔ ابو عامر کفار قریش کی طرف سے لڑنے آیا تھا۔ اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضؓ اسلام لا چکے تھے۔ بیٹے نے حضور سے باپ کے مقابلے پر جانے کی اجازت طلب کی۔ لیکن حضور نے اجازت نہ دی۔ آخر حضرت حنظلہ رضؓ نے مشرکوں کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اور قریب تھا۔ کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا خاتمہ کر دے۔ کہ اچانک پہلو سے نکل کر سداد بن اسود نے ان کے وار کو روکا اور ان کو شہید کر دیا۔

۴۔ عالم اضطراب کے موقع پر حضرت انس رضؓ کے چچا ابن نضر لڑتے لڑتے دور نکل گئے تھے۔ ایک جگہ انہوں نے حضرت عمر رضؓ کو خاموش ومغموم بیٹھے دیکھا۔ پوچھا "ہتھیار کیوں پھینک دیئے ہیں۔ اور یہاں کیوں بیٹھے ہو"۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا۔ "اب جنگ سے کیا فائدہ۔ حضورؐ نے شہادت حاصل کر لی ہے۔" ابن نضر نے کہا۔ "حضور کی شہادت کے بعد زندہ رہنا بے کار ہے۔ آؤ ہم بھی لڑ کر شہید ہو جائیں"۔ یہ کہہ کر ابن نضر آگے بڑھے۔ اور کفار پر حملہ کیا۔ اور شہید ہو گئے۔ جنگ کے بعد ان کی نعش کو دیکھا گیا۔ تو ان کے جسم پر تیر، نیزہ اور تلوار کے اسّی سے زیادہ زخم

تھے۔ ان کی نعش کو زخموں کے سبب کوئی شناخت نہ کر سکا۔ ان کی بہن نے ان کی انگلی کو دیکھ کر پہچانا۔

۵۔ ایک مجاہد اسلام جنگ کے موقع پر اطمینان سے ایک جگہ کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا۔ حضور کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں۔ تو میں کہاں ہوں گا؟ (یعنی شہادت کے بعد میں کہاں جاؤں گا) حضور نے فرمایا۔ کہ "جنت میں" یہ سن کر اس مجاہد نے کھجوروں کو زمین پر دے مارا۔ اور تلوار لے کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑا۔ اور کفار کے ہاتھوں شہید ہو گیا۔

۶۔ جنگ اُحد میں مسلمان خواتین نے بھی شاندار خدمات سرانجام دیں چناں چہ منقول ہے۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ حضرت ام سلیم رضؓ (حضرت انس رضؓ کی والدہ) امّ سلیط (حضرت ابو سعید حذری رضؓ کی والدہ) اور ام عمارہ وغیرہم پانی بھر بھر کر لاتیں۔ اور زخمیوں کو پلاتی تھیں۔ ام عمارہ ان لوگوں میں شامل ہو گئی تھیں۔ جو حضور کی حفاظت کر رہے تھے۔ کفار تلوار اور تیروں سے حضور پر حملہ کرتے۔ تو ام عمارہؓ ان کے حملوں کو رد کرتیں۔ اور حضور کو بچاتی تھیں۔ چنانچہ اسی کشمکش میں ابن قمیہ کی تلوار کا ایک زخم ان کے کندھے پر آیا۔ جس سے خون بہنے لگا۔ حضرت ام عمارہ رضؓ نے زخم کھا کر ابن قمیہ پر تلوار سے وار کیا۔ لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ تلوار کارگر نہ ہوئی۔

۷۔ حضرت حمزہ رضؓ کی بہن اور حضرت زبیر رضؓ کی والدہ ماجدہ حضرت صفیہ رضؓ اپنے بھائی حضرت حمزہ رضؓ کی شہادت کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ اور اُحد کے میدان میں پہنچ کر ان کی نعش کو دیکھنا چاہا۔ حضور نے حضرت زبیر رضؓ کو

حکم دیا۔ کہ صفیہؓ نعش کو دیکھنے نہ پائیں۔ حضرت زبیرؓ نے حضورؐ کا پیغام ماں کو پہنچایا۔ حضرت صفیہ نے کہا۔" میں تمام واقعہ سن چکی ہوں۔ خدا کی راہ میں یہ قربانی کوئی بڑی قربانی نہیں ہے۔" حضورؐ نے یہ الفاظ سن کر صفیہؓ کو اجازت دے دی۔ وہ لاش پر گئیں۔ عزیز بھائی کے جسم کے منتشر ٹکڑوں کو دیکھا۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کہہ کر خاموش ہو گئیں۔ اور دعائے مغفرت کی۔

۸۔ ایک انصاری خاتون کے باپ بھائی اور شوہر یکے بعد دیگرے جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کو جب اس کی خبر دی گئی۔ کہ تمہارے باپ نے شہادت حاصل کی۔ تو انہوں نے پوچھا۔" حضورؐ کیسے ہیں؟" لوگوں نے کہا خیریت سے ہیں۔ پھر اُن کو جب بھائی اور شوہر کی شہادت کی اطلاع دی گئی۔ تب بھی انہوں نے دریافت کیا۔ کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ لوگوں نے خیریت کی خبر دی۔ لیکن ان کو اطمینان نہ ہوا۔ وہ پہاڑی پر پہنچیں۔ اور حضورؐ کے چہرۂ مبارک کو دیکھ کر پکار اُٹھیں۔

" کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ | یعنی حضورؐ کی موجودگی میں تمام مصائب بے حقیقت ہیں۔

۹۔ مصعبؓ بن عمیر لشکر اسلام کے علمبردار تھے۔ اور کفر کے زمانہ اُن کے پاس بڑی دولت تھی۔ اور قوم کے رئیس کہلاتے تھے۔ جنگ اُحد میں شہادت پانے کے بعد جب حضورؐ نے ان کی نعش پر کفن کی چادر ڈالی تو ان کے پیر کھل گئے۔ یعنی چادر اتنی چھوٹی تھی۔ کہ جسم کو نہ ڈھک سکی۔ آخر حضورؐ اکرم نے حکم دیا۔ کہ پاؤں کو اذخر گھاس سے ڈھانپ دیا جائے اور دفن کر دیا جائے۔

۱۰۔ جنگ اُحد کے بعد جب حضور مدینہ میں واپس تشریف لائے۔ تو دیکھا۔ کہ مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا ہے۔ گھروں سے ماتم کی آواز آرہی ہے۔ اور ہر شخص اپنے عزیزوں کی موت پر آنسو بہارہا ہے۔ لیکن حضرت حمزہ رض کا رونے والا کوئی نہیں۔ یہ دیکھ کر حضور پر رقت طاری ہوئی اور بے اختیار زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔

"اما حمزۃ فلا بواکی لہٗ ۔ آہ! حمزہ کا رونے والا کوئی نہیں ہے۔"

انصار نے حضورؐ کے یہ الفاظ سنے۔ تو بے چین ہو گئے۔ اور اپنے اپنے گھروں میں جاکر اپنی بیویوں کو حکم دیا۔ کہ حضورؐ کے دولت کدہ پر جاکر حضرت حمزہ رض کا ماتم کریں۔ حضورؐ نے چند لمحوں کے بعد دیکھا۔ تو انصار کی پردہ نشین خواتین کا ہجوم تھا۔ اور حضرت حمزہ رض کے ماتم کا شور بلند تھا۔ حضورؐ نے خواتین کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔ اور اس کے بعد فرمایا۔ "میں تمہاری ہمدردی کا شکر گذار ہوں۔ لیکن مردوں پر رونا اور نوحہ کرنا جائز نہیں"

۱۱۔ شہداء اُحد میں مشہور صحابی اور راوی حدیث حضرت جابر رض کے والد ماجد عبد اللہ بھی تھے۔ حضرت جابر رض ان کی نعش پر بیٹھ کر رونے لگے۔ کبھی نعش کے چہرے سے کپڑا اٹھاتے اور چہرہ دیکھ کر ڈھانک دیتے۔ حضورؐ نے ان کو اس حالت میں پایا۔ تو تسلی دی اور فرمایا۔ "جابر رض! رو مت۔ اس وفادار شہید کی نعش پر فرشتے اپنے پروں کا سایہ رکھتے ہیں"۔

حضرت جابر رض کے والد ماجد عبد اللہ نے نو بیٹیاں اور کچھ قرضہ چھوڑا تھا۔ جابر رض نے باپ کا تمام قرضہ ادا کیا۔ اور اپنی بہنوں کی پرورش بیٹیوں کی طرح کی۔ یہاں تک کہ ان کی غور و پرداخت کے لئے بیوہ عورت سے شادی کی۔ تاکہ وہ ان کی دیکھ بھال کرسکے۔ اور ان کو کوئی

تکلیف نہ ہو۔

۱۲۔ جنگ اُحد میں حضورؐ کے ہاتھ سے بھی ایک کافر مارا گیا۔ اس کا نام ابی بن خلف تھا۔ اس قریشی سردار نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا جس پر سوار ہو کر وہ طنز سے کہا کرتا تھا۔ کہ میں اس گھوڑے کو اس لیے پرورش کر رہا ہوں۔ کہ اس پر سوار ہو کر محمد کو قتل کر دوں گا۔ اس کے جواب میں حضورؐ نے فرما دیا تھا۔ کہ انشاءاللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ جنگ اُحد میں یہ کافر حضورؐ کے سامنے پڑ گیا۔ اور حضورؐ نے ایک صحابی رضؓ کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اس کے گلے میں چبھو دیا۔ زخم اگرچہ معمولی تھا۔ لیکن خدا کے پیغمبر کے ہاتھ کا زخم لگا ہوا تھا۔ وہ اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا۔ اور لشکر کفار کی واپسی میں مقام سرف میں پہنچ کر راہیِ دوزخ ہوا ×

۱۳۔ غزوہ اُحد کا ذکر قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں موجود ہے۔ اور ساٹھ آیات اس کے بیان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان آیات میں خداوند تعالےٰ نے ہزیمت پر مسلمانوں کی تعزیت کی ہے۔ اور صبر وسکون کی ہدایت فرمائی ہے۔ جس کمزوری کا دوران جنگ میں ان سے اظہار ہوا تھا۔ ان پر لطیف پیرایہ میں ملامت کی گئی ہے۔ اور جو لوگ میدان جنگ سے بد حواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی معافی کا اعلان کیا گیا ہے اور جو مسلمان جنگ میں شہید ہوئے۔ اُن کے لئے اُخروی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ مقتول مسلمانوں کو مردہ نہ کہو۔ وہ ہمارے پاس ہیں۔ اور زندہ ہیں ×

۱۴۔ سعد بن ربیع ایک مشہور انصاری اور صحابی تھے۔ حضورؐ سے اُن کو غیر معمولی عقیدت اور محبت تھی۔ جب کفار قریش اُحد کے میدان سے

واپس چلے گئے۔ تو حضور نے سعد بن ربیع انصاری کو مسلمانوں میں بھیج
نہ پاکر ان کی نعش کو تلاش کرایا۔ حضرت سعد رض ایک گڑھے میں پڑے ہوئے
تھے۔ اور سانس چل رہا تھا۔ زخموں سے اس قدر چور تھے۔ کہ ان کو اٹھا
کر لانا بہت دشوار تھا۔ تلاش کرنے والوں سے انہوں نے کہا۔ "حضورؐ
سے میرا اسلام کہنا۔ اور عرض کرنا کہ آپ نے میرے ساتھ وہ وہ احسانات
کئے ہیں۔ جو ایک نبی اپنی اُمت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ خداوند تعالےٰ آپ
کو جزائے خیر دے۔" اس کے بعد حضرت سعد نے کہا۔ "میری قوم کے
لوگوں کو میرا اسلام کہہ کر یہ پیغام پہنچانا۔ کہ اگر میرے بعد حضور کو کسی قسم کی
تکلیف پہنچی۔ تو میں قیامت میں اس کا دامن گیر ہوں گا۔ جب تک قوم
کا ایک فرد بھی زندہ رہے۔ حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔" حضرت
سعد رض کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ اور اس کے بعد اپنی روح کو خالق ارواح
کے سپرد کر دیا۔

۱۵۔ حضورؐ نے جب حضرت حمزہ رض کی نعش کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ تو آپ کو
سخت رنج ہوا۔ اور آپ نے فرمایا۔ "اگر خدا نے مجھ کو قریش پر غلبہ بخشا۔
تو میں حمزہ رض کے بدلہ میں بیس قریشیوں کے اعضاء کاٹ ڈالوں گا۔"
اس پر خداوند تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم ھو خیر للصابرین۔	تم اگر بدلہ لو۔ تو اپنی اذیت کے برابر بدلہ لو۔ اور اگر صبر کرو۔ تو تمہارے لئے صبر بہتر ہے۔

یہ حکم خداوندی پا کر حضورؐ نے صبر کیا۔ اور آئندہ مقتولین کی نعشوں کے
اعضاء کاٹنے سے مسلمانوں کو منع فرما دیا۔

۱۶ - قزمان نامی ایک شخص مدینہ میں تھا۔ جس کی نسبت حضور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ دوزخی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ قزمان جنگ اُحد میں مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ اور خوب دادِ شجاعت دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ اُس نے آٹھ یا نو کافروں کو مار ڈالا تھا۔ صحابہ رضہ نے اس کی اس خدمت پر اس کو مبارک باد دی۔ یا حضور سے اس کے جنتی ہونے کا ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا۔ "وہ جنتی نہیں دوزخی ہے۔" صحابہ رضہ کو حضور کے یہ الفاظ سن کر بڑا تعجب ہوا۔ اور وہ قزمان کے پیچھے لگ گئے۔ کہ وہ کیا کرتا ہے۔ یا اُس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ آخر ایک کافر کے ہاتھ سے قزمان سخت زخمی ہوا۔ اور لوگ اس کو اٹھا کر لے آئے۔ رات کو اس نے زخموں کی تکلیف سے عاجز آکر خودکشی کر لی۔ یعنی تیر کے پھل کو اپنے پیٹ میں پیوست کر لیا۔ اور مر گیا۔ صحابہ رضہ نے حضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے فرمایا۔

"صدق اللہ ورسولہ" (خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا کر دیا۔)

سولہویں مہم۔ غزوۂ حمراء الاسد

غزوۂ حمراءالاسد اگرچہ کوئی جداگانہ غزوہ نہیں ہے۔ بلکہ غزوۂ اُحد کے بعد کفّار کو واپسی سے روکنے کے لئے تعاقب کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اکثر مورخین نے اس کو جداگانہ عنوان سے ذکر کیا۔ یہ ایک نیا غزوہ قرار دیا ہے۔

ہماری رائے یہ ہے۔ کہ اگر یہ تعاقب غزوہ اُحد کے بعد میدانِ اُحد ہی سے کیا گیا تھا۔ تو اس کو جداگانہ غزوہ قرار دینا کسی ؁ درنت سے درست نہیں۔ بلکہ اس کو جنگ اُحد کا تتمہ اور صرف تعاقب کہا جا سکتا ہے۔ اور

اگر یہ تعاقب بالشکر کشی مدینہ پہنچ کر کی گئی ہے۔ تو اس کو جداگانہ غزوہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ ہم نے اس تعاقب کا ذکر جنگ احد کے سلسلہ میں مختصر طور پر کر دیا ہے۔ اس موقع پر ضروری تفصیل ہدیہ ناظرین ہے۔

احد سے واپس ہو کر مدینہ میں داخل ہو جانے کے بعد دوسرے دن یعنی ۱۶ شوال ۳ھ کو حضور کو خبر ملی۔ کہ کفار قریش مدینہ پر حملہ آوری کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور واپس آنا چاہتے ہیں۔ یہ اطلاع پا کر حضورؐ نے بلالؓ کو حکم دیا۔ کہ وہ شہر میں اس امر کا اعلان کر دیں۔ کہ حضورؐ کفار قریش کے تعاقب کا ارادہ رکھتے ہیں۔ صحابہؓ فوراً مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں۔ اور صرف وہی لوگ کفار کے تعاقب میں جانے کی تیاریاں کریں۔ جو جنگ اُحد میں شریک ہو چکے ہیں۔ حضور کا یہ حکم سن کر تمام شرکاء اُحد مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ اور جابر بن عبد اللہ مشہور راوی حدیث چوں کہ اس جنگ اُحد میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میں جنگ اُحد میں اس وجہ سے شریک نہ سکا تھا۔ کہ میرے والد عبد اللہ مجھ کو گھر پر چھوڑ گئے تھے۔ اور میری سات بہنوں کا میرے سوا اور کوئی نگران نہ تھا۔ اب چوں کہ میرے باپ جنگ اُحد میں شہید ہو چکے ہیں۔ اور میں شرکت جہاد کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس لئے مجھ کو اجازت دے دی جائے۔" حضور نے جابر کی درخواست قبول کر لی۔

صحابہؓ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ تو حضورؐ نے حضرت طلحہؓ سے پوچھا "تمہارے خیال میں کفار قریش کہاں تک پہنچے ہوں گے؟" حضرت طلحہؓ نے عرض کیا۔ "میرا خیال ہے۔ کفار ابھی ایک منزل سے آگے نہ بڑھے ہونگے۔

حضورؐ نے فرمایا۔ "طلحہؓ! کل کفار قریش سے ہم کو جو مصائب برداشت کرنا پڑے ہیں۔ (اِن کو آخری مصائب سمجھو) انشاءاللہ آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ اور ایک دن ضرور مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے گا۔" اس کے بعد حضورؐ نے کاشانۂ نبوّت سے ایک نیا جھنڈا نکالا۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کو مرحمت فرما کر مکہ کی طرف کوچ کیا۔ اور کفار قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

تھوڑا راستہ طے کر لے گے بعد ابوسفیان سردار کفار کو یہ خیال ہُوا۔ کہ ہم نے مسلمانوں پر فتح تو حاصل کر لی تھی۔ پھر محمدؐ کو قتل کر کے ہم نے قصّہ کو کیوں ختم نہ کر دیا۔ اس خیال سے وہ اپنی عجلت اور واپسی پر بہت پشیمان ہُوا۔ مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مورخوں کا بیان ہے۔ کہ یہ ارادہ مقام روحا پر کیا گیا تھا۔ اور کفار واپسی کا ارادہ کر ہی رہے تھے۔ کہ معبد خزاعی (قبیلہ خزاعہ کا سردار) مدینہ کی طرف آتا ہُوا دکھائی دیا۔ ابوسفیان نے اس سے مدینہ کی حالت دریافت کی۔ معبد خزاعی نے کہا۔ "محمدؐ اپنی فوج کے ساتھ تعاقب میں آ رہے ہیں۔ کہ ان کا مقابلہ دشوار ہے۔" یہ سن کر ابوسفیان خوف زدہ ہو گیا۔ اور اس خیال سے کہ کہیں جنگ کا انجام دگرگوں نہ ہو جائے۔ فوراً مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابن اثیر وغیرہ مورخوں کا بیان ہے۔ کہ مقام روحا میں ابوسفیان مقیم تھا۔ اور مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ معبد خزاعی مدینہ کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ ابوسفیان نے اس سے پوچھا۔ "محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کا کیا حال ہے؟" معبد خزاعی نے کہا۔ "محمدؐ! تمہارے تعاقب میں ایسے لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں۔ جن کی مانند اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے۔ اب کی مرتبہ ان کے ہمراہ وہ لوگ بھی ہیں۔ جو احد کے معرکہ

میں شریک نہیں تھے۔" ابوسفیان نے خوف زدہ ہو کر کہا تجھ پر افسوس ہے۔ تو کیا کہہ رہا ہے۔ ہم نے تو واپسی پر مسلمانوں کے قطعی استیصال کا ارادہ کر لیا ہے۔" معبد خزاعی نے کہا۔ "ہرگز ایسا نہ کرنا۔ تم اپنی روانگی سے پہلے مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اپنے کانوں سے سن لو گے۔" یہ سن کر ابوسفیان پر اس قدر خوف طاری ہوا۔ کہ فوراً اس نے مکّہ کی طرف کوچ کر دیا۔ اور راستہ بھر پیچھے پھر کر نہ دیکھا۔

مختصر یہ کہ مجاہدین اسلام اگرچہ زخمی اور خستہ تھے۔ لیکن سب کے سب مدینے سے روانہ ہو کر مقام حمراء الاسد تک پہنچے تھے۔ جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اور تین روز تک کفار قریش کی واپسی کا انتظار کیا۔ لیکن جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ کفار قریش مکّہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ اور واپسی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ تو حضور مدینہ کو واپس تشریف لے آئے۔

راستہ میں واپسی کے وقت حضورؐ کو ابوعزہ عمر بن عبید اللہ جمحی عرب کا مشہور شاعر مل گیا۔ جس نے اپنے اشعار سے کافروں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کیا تھا۔ یہ شخص جنگ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا۔ لیکن حضورؐ نے غریب سمجھ کر اس کو بلا فدیہ رہا کر دیا تھا۔ اور اس نے عہد کیا تھا۔ کہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف کوئی کوشش نہ کروں گا۔ لیکن اس نے بدعہدی کی۔ اور جنگ اُحد میں کفّار کے ساتھ لڑنے آیا۔ حضورؐ نے اس کو فوراً قتل کرا دیا۔

غزوۂ حمراء الاسد کے بعد حضورؐ نے ماہ ذیقعد و ماہ ذی الحج ۳ھ کو امن و سکون کے ساتھ مدینہ میں بسر فرمایا۔

سنہ ۴ھ کے واقعات

جنگ اُحد میں مسلمانوں کی ناکامی نے ایک طرف تو قریش مکہ کو دلیر کر دیا تھا۔ اور وہ قبائل عرب میں مسلمانوں کے خلاف پوری قوت کے ساتھ سازشوں میں مشغول تھے۔ اور دوسری جانب قبائل عرب میں جنگ بدر سے جو رعب مسلمانوں کا قائم ہوگیا تھا۔ جنگ اُحد کی ناکامی نے اس رعب کو دور کر دیا تھا۔ اور وہ مسلمانوں کے خلاف علانیہ کارروائیاں کرنے لگے تھے۔ مختصر یہ کہ جنگ اُحد میں کفار کی کامیابی اور مسلمانوں کی ناکامی نے پھر ایک مرتبہ بُت پرستوں میں شیطانی و طاغوتی جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور اس کے نتیجہ کے طور پر متعدد واقعات ظہور میں آئے۔ جن کا ذکر مختصر الفاظ میں اس مقام پر کیا جاتا ہے۔

ستارہویں مہم۔ سریۂ ابی سلمہ

مقام غید کے کوہستانی علاقہ قطن میں (جو نجد میں واقع ہے۔) طلحہ اور سلمہ عرب کے دو سردار ان کے قبائل سکونت پذیر تھے۔ ذی الحج ۳ھ کے آخر میں حضور کو یہ خبر ملی۔ کہ طلحہ اور سلمہ نے اپنے قبائل بنو اسد کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ اطلاع پاکر حضورؐ نے یکم محرم الحرام ۴ھ کو حضرت ابو سلمہ کی ماتحتی میں ڈیڑھ سو مجاہدین اسلام کو نجد کی جانب روانہ کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ غیر معروف راستہ سے سفر کرنا۔ رات کو چلنا۔ اور دن کو کسی محفوظ مقام پر ٹھہر جانا۔ اور قبائل بنو اسد پر اس طرح حملہ کرنا کہ ان کو تمہارے حملہ کی خبر نہ ہو۔

انگریز مورخوں کا بیان ہے۔ کہ مجاہدین اسلام نے کوہستانی علاقہ میں پہنچ کر اونٹوں کے گلے کو پکڑ لیا۔ جن کے ہمراہ تین ساربان بھی گرفتار کر لئے۔ قبائل بنو اسد مجاہدین اسلام کی خبر پا کر منتشر ہو گئے۔ اور مجاہدین اسلام مقابلہ کئے بغیر واپس آ گئے۔

اٹھارہویں مہم سریہ ابن انیس

محرم سنہ ۴ھ میں حضور کو یہ اطلاع ملی۔ کہ کوہستان غرنہ کے قبیلہ لحیان کا سردار سفیان بن خالد اپنے قبیلہ کو لے کر مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتا ہے حضور نے اس کی سرکوبی پر عبداللہ بن انیس کو مامور فرمایا۔ ابن انیس مجاہدین اسلام کی چھوٹی سی جمعیت لے کر گئے۔ اور موقعہ پا کر سفیان بن خالد کا کام تمام کر کے اس فتنہ کا سر کچل دیا۔

واقعہ رجیع

واقعہ رجیع کو مورخوں نے دو طرح بیان کیا ہے مشہور روایت تو یہ ہے۔ کہ کفار قریش نے مشہور قبائل عضل اور قارہ کے دو آدمیوں کو گانٹھا اور اپنا ہمنوا بنا کر حضور کی خدمت میں مدینہ بھیج کر یہ کہلوایا۔ کہ ہمارے قبیلہ کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ ان کو احکام اسلام سکھانے کے لئے ہمارے ساتھ چند مسلمانوں کو بھیج دیجئے۔

دوسری روایت یہ ہے۔ کہ سفیان بن خالد قبائل لحیان کا سردار جنگ اُحد میں کامیابی پر کفار قریش کو مبارک باد دینے مکہ میں آیا۔ اور سنا کہ سعد کی بیٹی سلافہ نے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ جو شخص عاصم بن ثابت کا سر

نے میری بیٹیوں کو جنگ میں قتل کیا ہے۔ سرکاٹ لائے گا۔ میں اس کا سو اونٹ انعام میں دوں گی۔ سلافہ نے یہ منت مانی تھی۔ کہ عاصم کا سر آجانے پر میں اس میں شراب بھر کر پیوں گی۔ سفیان اونٹوں کے لالچ میں آگیا۔ اور واپس جاکر قبیلہ عضل وقارہ کے سات آدمیوں کو گانٹھ کر مدینہ بھیجا۔ تاکہ وہ تعلیم احکام اسلام کے بہانہ سے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عاصم بن ثابت کو بھی لے آئیں۔ چنانچہ قبائل قارہ و عضل کے لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی درخواست اور خواہش پر حضورؐ نے دس آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ جن کے افسر عاصم بن ثابت تھے۔ جب یہ صحابہؓ مقام رجیع پر پہنچے۔ جو عسقان اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ تو قبائل عضل وقارہ کے لوگوں نے غداری کی۔ اور قبیلہ بنو لحیان کے لوگوں کو جن کی تعداد دو سو کے قریب تھی۔ اشارہ کر دیا۔ کہ وہ ان مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں۔ چنانچہ بنو لحیان اپنے نوجوانوں کو جن میں ایک سو تیر انداز تھے۔ لے کر آگے بڑھے۔ اور ارادہ کیا کہ مسلمانوں کو زندہ گرفتار کر کے مکہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیں۔ اور وہ بدر کے مقتولوں کا اُن سے انتقام لے کر اپنے دل کو ٹھنڈا کریں۔ عاصم بن ثابت نے بنو لحیان کے جوانوں کا ارادہ معلوم کر لیا۔ اور فوراً اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک بلند ٹیلہ جس کا نام فدفد تھا۔ چڑھ گئے

بنو لحیان کے جوان ٹیلے کے نیچے پہنچے۔ اور مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ "تم نیچے اُتر آؤ ہم تم کو امن دیتے ہیں۔" عاصم بن ثابت نے ان کے جواب میں کہا۔ "کہ ہم کافروں کی امان و پناہ میں آنا پسند نہیں کرتے۔" اس کے بعد عاصم بن ثابت نے اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ "ہمارے ساتھ فریب کیا گیا ہے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ شہادت حاصل کرنے

کے لئے تیار رہو جاؤ۔" اس کے بعد حضرت عاصمؓ نے خداوند بزرگ و برتر سے دعا کی۔ کہ "اے پروردگار! ہمارے مبتلائے مصیبت ہونے کی خبر اپنے پیغمبر برحق کو پہنچا دے۔ اور میرے جسم کی میری شہادت کے بعد حفاظت کر۔"

مختصر یہ کہ صحابہؓ بنو لحیان کے جوانوں سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ مقابلہ شروع ہو گیا۔ حضرت عاصم رضؓ اور ان کے ہمراہیوں نے بنو لحیان پر تیروں کی بارش کی۔ جب تیر ختم ہو گئے۔ تو نیزوں اور تلواروں سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ عاصم رضؓ اور ان کے سات ہمراہی شہید ہو گئے۔ اور دو مسلمان کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ خداوند تعالےٰ نے حضرت عاصم رضؓ کی دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔ جس وقت صحابہؓ بنو لحیان سے مقام رجیع پر لڑ رہے تھے۔ اسی وقت حضور کو اس بات کا علم ہو گیا، تھا۔ اور صحابہ رضؓ کو مخاطب فرما کر حضور نے فرمایا تھا۔ کہ "عاصم رضؓ مع اپنے ہمراہیوں کے منافقوں اور کافروں کے فریب میں آ گئے۔ اور اس وقت مبتلائے مصیبت ہیں۔" دوسری دعا کا یہ اثر ہوا۔ کہ شہادت کے بعد حضرت عاصم رضؓ کی نعش کو شہد کی مکھیوں نے گھیر لیا۔ اور اس طرح اس پر چھا گئیں۔ کہ کافروں کو اس کے پاس پہنچنے کی جرات و ہمت نہ ہوئی۔ اور رات کو ان کی نعش کو پانی کا سیلاب بہا لے گیا۔

جن دو مسلمانوں کو بنو لحیان نے گرفتار کیا تھا۔ اُن کے نام خبیبؓ اور زید تھے۔ کافروں نے ان دونوں کی مشکیں باندھ لیں۔ اور مکہ میں لے جا کر بیچ ڈالا۔ حضرت خبیبؓ نے چونکہ جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ اس لئے ان کو بدلہ میں قتل کرنے کے لئے حارث کے

بیٹوں نے خرید لیا۔ اور چند روز اپنے پاس رکھ کر ان کو حدودِ حرم سے باہر قتل کرنے کے لئے لے چلے۔ قتل سے پہلے انہوں نے دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت طلب کی۔ قاتلوں نے اجازت دے دی۔ انہوں نے دو رکعت نماز پڑھ کر قاتلوں سے کہا۔ "دیر تک نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن اس خیال سے نماز کو جلد ختم کر دیا۔ کہ کہیں تم کو خیال نہ ہو۔ کہ میں موت سے ڈرتا ہوں"۔ قاتلوں نے حضرت خبیبؓ کو شہید کر دیا۔ اسی روز سے یہ دستور ہو گیا۔ کہ جب کسی مسلمان کو قتل کرتے ہیں۔ تو مقتول قتل سے پہلے دو رکعت نماز ادا کر لیتا ہے۔

حضرت زیدؓ کو صفوان بن امیہ نے خرید کیا تھا جس کا باپ اُمیہ جنگ بدر میں مارا گیا۔ ان کے قتل کے وقت قریش کے سردار تماشا دیکھنے آئے جس میں ابوسفیان بھی تھا۔ قاتل نے حضرت زیدؓ کو قتل کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی۔ تو ابوسفیان نے حضرت زیدرضؓ سے کہا۔ اگر اس وقت تمہاری جگہ محمدؐ (نعوذ باللہ) ہوتے (یعنی تمہارے عوض ان کو قتل کیا جاتا) تو کیا تم اس کو اپنی خوش نصیبی نہ سمجھتے۔" حضرت زیدرضؓ نے فرمایا۔ "خدا کی قسم! میں اپنی جان کو اس کے برابر بھی نہیں سمجھتا کہ حضورؐ کے تلوؤں میں کانٹا چبھ جائے۔" آخر صفوان کے غلام اوسطاس نے حضرت زیدرضؓ کو شہید کر دیا۔

واقعہ بئرِ معونہ

ابوبراء عامر بن مالک کلابی اپنی قوم کلاب کا ایک بڑا سردار تھا۔ جو نجد کے علاقہ میں رہتا تھا جنگ اُحد میں مسلمانوں کی ناکامی کے بعد

مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے لئے قریش کی تحریک سے وہ ماہ صفر ۴ھ
میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دو گھوڑے اور دو اونٹ حضور کی خدمت
میں نذر کے طور پر پیش کئے۔ حضور نے فرمایا۔ " میں مشرک کا ہدیہ قبول
نہیں کیا کرتا۔ اگر تو مسلمان ہو جائے۔ تو میں تیرا ہدیہ قبول کر لوں گا۔" ابو براء نے
نہ تو اسلام قبول کیا۔ نہ اسلام کی مخالفت کی۔ بلکہ یہ کہا کہ مجھے اپنی قوم کی
طرف سے اندیشہ ہے۔ اگر میری قوم مسلمان ہو جائے۔ تو مجھ کو اسلام کی
قبولیت میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ آپ اسلام کے مبلغوں کو
میرے ساتھ روانہ کر دیں۔ تاکہ وہ ہمارے قبائل میں اسلام کی اشاعت
و تبلیغ کریں۔" حضور نے ابو براء کی اس درخواست کو سن کر فرمایا۔ " مجھ کو
نجد والوں سے دغا کا اندیشہ ہے۔" ابو براء نے عرض کیا۔ " میں حضورؐ کے
صحابہ رضؓ کا ضامن ہوں۔ ان کو ہر قسم کی مدد دوں گا۔ اور حفاظت کروں گا۔"
حضور نے چالیس اور بقول بعض ستر صحابہ رضؓ کو ابو براء کے ساتھ کر دیا۔ ان
اصحابہ میں زیادہ تعداد انصار کی تھی۔ وہ سب قرآن خوان اور مقدس
تھے۔ اصحاب صفہ کی بھی ایک جماعت اس میں شامل تھی۔ ان اصحاب کی
یہ حالت تھی۔ کہ دن بھر جنگلوں میں لکڑیاں چنتے۔ اور ان کو فروخت کر کے
اصحاب صفہ کو بھی کھلاتے۔ اور خود بھی اس میں کھاتے۔

صحابہ رضؓ کی یہ جماعت مدینہ سے روانہ ہو کر چوتھے دن مقام بیر معونہ
پر پہنچی۔ جو قبائل بنو عامر اور بنو سلیم درمیانی مقام اور نجد کے قریب واقع
تھا۔ یہاں سے صحابہ رضؓ کی جماعت کے سردار بن عمرو ساعدی نے حضورؐ
کا گرامی نامہ حرام بن ملحان کے ہاتھ سے وہاں کے رئیس عامر بن طفیل
کے پاس بھیجا۔

عامر بن طفیل نے حرام بن ملحان کو قتل کرا دیا۔ اور قرب و جوار کے قبائل عصیہ رعل اور ذکوان کے جوانوں کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کا حکم دے دیا چنانچہ قبائل عصیہ۔ رعل اور ذکوان کے جوانوں کا ایک بڑا لشکر جمع ہوا۔ عامر بن طفیل اس کو لے کر آگے بڑھا۔

بیر معونہ پر صحابہ رض نے حرام بن ملحان کی واپسی کا انتظار کیا۔ اور جب واپسی میں دیر ہوئی۔ تو خود روانہ ہوئے۔ راستہ میں عامر کے نوجوانوں سے ان کا مقابلہ ہوا۔ اور قبائل کے نوجوانوں نے تمام صحابہ رض کو گھیر کر شہید کر دیا صرف دو شخص زندہ بچ نکلے۔ ایک تو عمرو بن اُمیہ جن کو عامر نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا۔ کہ "میری ماں نے ایک غلام کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی میں تجھ کو آزاد کرتا ہوں" اور دوسرے کعب بن زید جو زخمی ہو کر نعشوں میں دب گئے تھے۔ اور دشمن ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ ان کو جب ہوش آیا تو وہاں سے اُٹھے۔ اور مدینہ کی طرف چل دیئے۔

عمر بن امیہ عامر بن طفیل کی قید سے آزاد ہو کر مدینہ کو واپس آ رہے تھے کہ ایک باغ میں ان کو قبیلہ بنو عامر کے دو آدمی ملے۔ عمرو بن اُمیہ نے ان کو یہ خیال کر کے مار ڈالا۔ کہ صحابہ رض کی شہادت کا کچھ تو معاوضہ لیا جائے۔ یہ دونوں آدمی حقیقت میں مسلمانوں کے حلیف تھے۔ عمر بن اُمیہ نے جب مدینہ پہنچ کر واقعہ بیان کیا۔ تو حضورؐ کو صحابہ رض کی شہادت کا سخت صدمہ ہوا۔ اور قبائل عصیہ رعل و ذکوان کی سفاکی سے متاثر ہو کر ان کے حق میں ایک مہینہ تک نماز فجر میں بد دعا کی۔ جس کا واقعہ تفصیل سے احادیث میں مذکور ہے اور جن دو آدمیوں کو عمر بن اُمیہ نے قتل کیا تھا۔ اس پر حضور نے اظہار ناراضگی کیا۔ اور دونوں کا خون بہا ان کے قبیلوں کے آدمیوں کے پاس بھیج دیئے

کا وعدہ فرمایا۔

انیسویں مہم۔ غزوہ بنو نضیر

اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ عمرو بن اُمیہ نے قبیلہ بنو عامر کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور اُن کا خون بہا دینے کا حضور نے وعدہ فرما لیا تھا۔ چونکہ معاہدہ باہمی کی رو سے خون بہا کا ایک حصہ یہود بنو نضیر پر بھی واجب ہوتا ہوتا تھا۔ اس لئے یہود بنو نضیر سے قتل کے خون بہا کا مطالبہ کرنے کیلئے ہفتہ کے دن حضورؐ ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن معاذؓ، اور سعد بن عبادہؓ وغیرہ کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ظہر کی نماز مسجد قبا میں پڑھی۔ اور پھر یہود بنو نضیر میں پہنچ کر خون بہا کے متعلق گفتگو کی۔ یہود بنو نضیر نے خون بہا کی ادائیگی کا وعدہ کر لیا۔ لیکن درپردہ یہ کارروائی کی۔ کہ ایک شخص کو بالاخانہ پر چڑھا دیا۔ اور اشارہ کیا۔ کہ وہ ایک بھاری پتھر اوپر سے حضورؐ کے اوپر گرا دے۔ تاکہ معاذ اللہ حضور کا خاتمہ ہو جائے۔ حضور کو بنو نضیر کے اس ارادہ کا علم ہو گیا۔ اور آپ وہاں سے اُٹھ کر مدینہ کو واپس تشریف لے آئے اور آپ کے ساتھ اصحابہؓ بھی چلے آئے۔

چند روز بعد یہود بنو نضیر نے حضور کو پھر طلب کیا۔ حضور نے کہلا بھیجا کہ ہم کو تم پر بھروسہ اور اطمینان نہیں رہا۔ اگر تم لوگ دوبارہ عہد نامہ کی تجدید کر لو۔ تو ہم آ سکتے ہیں۔ یہود بنو نضیر نے تجدید معاہدہ سے انکار کر دیا لیکن یہود کے دوسرے قبیلہ بنو قریظہ نے دوبارہ مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا۔ یہود بنو نضیر کے دوبارہ معاہدہ نہ کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ ان کے قبضہ میں مضبوط قلعے تھے۔ مدینہ کے منافق ان سے ملے ہوئے تھے۔ اور ان

مدد دینے پر آمادہ تھے۔

مختصر یہ کہ جب یہود بنو نضیر نے معاہدہ کی تجدید نہ کی۔ اور سرکشی پر آمادہ رہے۔ تو ربیع الاول ۴ھ میں حضور صحابہ کی ایک جماعت کو لے کر ان کی آبادیوں کی طرف بڑھے۔ اور ان کو محاصرہ میں لے لیا۔ یہود بنو نضیر دو ہفتہ تک قلعوں میں پڑے رہے۔ آخر محاصرہ سے مجبور ہو کر بنو نضیر اس بات پر آمادہ ہو گئے۔ کہ جس قدر مال و اسباب اونٹوں پر لے جا سکیں لے جائیں گے اور مدینہ کو خالی کر دیں گے۔ چنانچہ اس شرط کے مطابق یہود بنو نضیر اپنے گھر دل اور قلعوں کو خالی کر کے خیبر چلے گئے۔ اور مدینہ کو خالی کر دیا۔ یہود جو سامان چھوڑ گئے تھے۔ اس میں ہتھیاروں کی کافی تعداد تھی۔ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔

بیسویں مہم۔ غزوہ ذات الرقاع

غزوہ ذات الرقاع کے وقوع میں مورخوں کے بیان میں اختلاف ہے۔ ابن خلدون وغیرہ کی تحقیقات یہ ہے۔ کہ ۴ھ کے اندر وقوع میں آیا۔ اور بعض مورخ کہتے ہیں۔ کہ محرم ۵ھ میں ہوا۔ غالب خیال یہ ہے۔ کہ غزوہ ذات الرقاع جمادی الاول ۴ھ میں ہوا ہے۔ اس لئے ہم اس کا ذکر ۴ھ کے واقعات میں کرتے ہیں۔

جمادی الاول ۴ھ میں حضور کو یہ اطلاع ملی۔ کہ اطراف نجد میں قبیلہ غطفان کے لوگ مدینہ پر حملہ کا ارادہ کر رہے ہیں۔ ان کا گروہ ایک نخلستان میں فراہم ہو رہا ہے۔ اور بعض مورخین کا بیان یہ ہے۔ کہ حضورؐ نے غطفان کے قبائل بنو محارب اور بنو ثعلبہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کا ارادہ کیا

تھا۔ بہر نوع جو واقعہ ہوا۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضور ؐ نے حضرت عثمان رضؓ بن عفان کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ اور خود مجاہدین کی جماعت کو لے کر نجد کی جانب روانہ ہوئے۔

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اس لشکر کی تعداد صرف چار سو تھی۔ اور اس جماعت کو راستہ میں سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اور سواریاں بہت کم تھیں۔ راستہ سنگلاخ اور دشوار گذار تھا۔ اکثر لوگ پیدل تھے۔ پتھریلی زمین پر ننگے پاؤں چلنے کے سبب مسلمانوں کے پاؤں زخمی اور ناخن ٹوٹ گئے تھے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے پاؤں پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ اسی وجہ سے اس لشکر کشی کو ذات الرقاع (چیتھڑوں والی لڑائی) کہتے ہیں۔ بعض مورخین کا بیان یہ ہے۔ کہ ذات الرقاع اس لشکر کشی کا نام اس وجہ سے ہوا۔ کہ حضور جس پہاڑ پر جا کر ٹھیرے تھے۔ اس کا نام ذات الرقاع تھا۔ اور ذات الرقاع اس پہاڑ کو اس وجہ سے کہتے تھے۔ کہ اس میں مختلف رنگ کے پتھر تھے۔ جو دور سے پیوند کی مانند دکھائی دیتے تھے۔ یا یہ کہ پہاڑی میدان کے سنگریزے مختلف رنگ کے تھے۔ اور میدان کا ہر ایک ٹکڑا علیحدہ دکھائی دیتا تھا۔

مجاہدین اسلام کی یہ جماعت جب اس نخلستان کے قریب پہنچی۔ جہاں قبائل غطفان بنو محارب و بنو ثعلبہ کے جمع ہونے کی خبر تھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مخالف مسلمانوں کی آمد کی خبر پا کر فرار ہو گئے۔ چند روز حضور ؐ نے یہاں قیام فرمایا۔ اور پھر مجاہدین اسلام کو لے کر واپس تشریف لے آئے۔

ایک مورخ کا بیان ہے۔ کہ قبیلہ غطفان کے تمام لوگ نخلستان

اور آبادیوں سے بھاگ گئے تھے۔ بچوں اور عماریتوں کو چھوڑ گئے تھے۔ اب مسلمانوں کو یہ خیال ہوا۔ کہ قبائل کے لوگ غالباً کہیں چھپ گئے ہیں اور دھوکا دے کر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کے قیام میں نماز خوف پڑھی گئی۔ اور سب سے پہلے اسی غزوہ میں مسلمانوں نے نماز خوف پڑھی۔

اکیسویں مہم۔ غزوۂ بدر موعد

اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ غزوہ احد میں ابوسفیان نے چلتے وقت مسلمانوں کو مخاطب کر کے یہ کہا تھا۔ کہ اگلے سال بدر کے مقام پر پھر جنگ ہوگی۔ حضور کو ابوسفیان کی یہ بات یاد تھی۔ چنانچہ حسب وعدہ شعبان ۴ھ میں حضور مجاہدین کی جماعت کو لے کر بدر کے مقام پر تشریف لے گئے۔ ابوسفیان بھی کفار قریش کو لے کر مکہ سے باہر نکلا۔ لیکن مقام عسفان کے قریب پہنچ کر غالباً شکست کے خوف سے یہ ظاہر کیا۔ کہ چونکہ اس سال قحط و گرانی کے زمانہ میں نہ تو افراط سے پانی دستیاب ہوگا۔ اور نہ گھوڑوں وغیرہ کا چارہ۔ یہ کہہ کر ابوسفیان مکہ کو واپس چلا گیا۔ حضور بھی کئی روز کے انتظار کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ کو بدر موعد اس لئے کہتے ہیں۔ کہ ابوسفیان نے بدر پر دوبارہ جنگ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور بدر دوم اس لئے کہتے ہیں۔ کہ مقام بدر پر یہ دوسرا غزوہ تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار تھی۔

متفرق واقعات

۱۔ شعبان ۴ھ میں امام حسین رضؓ پیدا ہوئے۔

۲۔ اسی سال حضور نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح کیا۔ اور اسی سال میں حضرت زینب کا انتقال ہوا۔

۳۔ اسی سال ضرورت محسوس ہونے پر حضور نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ عبرانی زبان لکھنا پڑھنا سیکھ لیں۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ حضرت زیدؓ نے صرف پندرہ دن میں عبرانی زبان سیکھ لی۔ اور حضور کو اس سے غیر معمولی فائدہ پہنچا۔

۴۔ اسی سال ماہ شوال میں حضور نے ام المومنین حضرت سلمہ رضہ سے نکاح فرمایا۔

۵۔ بعض مورخین کا خیال ہے۔ کہ اسی سال شراب کی حرمت کا حکم بھی نازل ہوا۔

۶۔ اسی سال یہود نے حضورؐ کی خدمت میں زنا کا ایک مقدمہ پیش کیا۔ جس کا فیصلہ حضور نے توراۃ کے موافق کیا۔ اور زانی یہودی کو سنگ ساری کی سزا دی۔

۷۔ اسی سال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ ماجدہ فاطمہؓ بنت اسد نے وفات پائی۔

۸۔ اسی سال حضور کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضہ اور حضرت عثمان رضہ کے صاحبزادے عبداللہ نے وفات پائی۔ جو حضرت رقیہ رضہ کے بطن سے تھے۔

۹۔ اسی سال غزوہ ذات الرقاع سے واپسی میں حضور کے ساتھ یہ عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ کہ اسلامی لشکر ایک کانٹے دار جھاڑیوں کے جنگل میں پہنچا۔ دوپہر کا وقت ہو جانے کے سبب وہاں قیام کیا۔ جب مجاہدین

اسلام سایہ دار درختوں کے نیچے آرام کرنے لگے تو حضور بھی لشکر کے آدمیوں سے کچھ فاصلہ پر ایک کیکر کے درخت کے نیچے پہنچے۔ تلوار درخت پر لٹکا دی اور زمین پر لیٹ کر سو گئے۔ کچھ دیر بعد آنکھ کھلی۔ تو حضورؐ نے ایک کافر کو دیکھا جو برہنہ شمشیر لئے آپ کے سامنے کھڑا ہے۔ کافر نے آپ کو بیدار پا کر کہا۔ "محمد! کون ہے جو تم کو میرے ہاتھوں سے بچائے گا۔" حضورؐ نے جواب دیا۔ "خدا بچائے گا۔" حضور کے الفاظ کا کافر پر اتنا اثر ہوا کہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گئی۔ اور فوراً حضور نے تلوار کو اپنے دست مبارک میں لے کر کافر سے پوچھا۔ "اب میرے ہاتھوں سے تجھ کو کون بچائے گا۔" کافر نے کہا۔ "افسوس! کوئی نہیں۔" حضور نے یہ سن کر تلوار رکھ دی۔ شفقت اور رحمت کے اس مظاہرہ نے کافر پر اتنا اثر کیا۔ کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

۵ھ کے واقعات

اس سال مسلمانوں کو یہود اور عرب دونوں دشمنوں سے سخت مقابلے کرنے پڑے۔ اور تقریباً تمام معرکوں میں مسلمانوں نے اپنے اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی۔ چناں چہ تمام واقعات کو ہم تفصیل سے درج کرتے ہیں۔

بائیسویں مہم۔ غزوہ دومتہ الجندل

دومتہ الجندل ایک مقام کا نام ہے۔ جو حدود شام میں بحر احمر اور خلیج فارس کے درمیان واقع ہے۔ اس مقام پر ڈاکوؤں کا ایک بڑا گروہ رہتا تھا۔ اور مسافروں کو لوٹا کرتا تھا۔ حضور کو ماہ ربیع الاول ۵ھ میں اطلاع ملی۔ کہ دومتہ الجندل کے رہزنوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اس امر کا خطرہ

پیدا ہو گیا ہے۔ کہ کہیں وہ عرب اور یہود سازشیوں کی سازش سے کسی روز مدینہ پر چڑھ آئیں۔ حضورؐ نے یہ اطلاع پاکر ایک ہزار مجاہدین اسلام کو اپنے ہمراہ لیا۔ اور رہزنوں کے استیصال کے ارادہ سے دومتہ الجندل کی جانب روانہ ہوئے۔

اس غزوہ کی بابت مورخین میں اختلاف ہے۔ ابن کثیر کہتا ہے کہ حضور کو راستہ میں ایک مقام پر یہ خبر ملی۔ کہ دومتہ الجندل کے کافروں کے مویشی یہاں ہیں۔ اور یہ خبر پاکر حضور نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا۔ کہ وہ مویشیوں کو گرفتار کریں۔ چنانچہ مویشیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد حضور مدینہ کو واپس تشریف لے گئے۔ اس لئے کہ آپ کو یہ خبر مل گئی۔ کہ کافر مقام مذکور سے فرار ہو گئے ہیں۔ اور اسی بیان کی ابن خلدون نے بھی تائید و تصدیق کی ہے۔

دوسرے مورخوں کا بیان یہ ہے۔ کہ حضور مجاہدین اسلام کو لے کر دومتہ الجندل پہنچے۔ دیکھا کہ رہزان موجود نہ تھے۔ یعنی آپ کی تشریف آوری کی خبر پاکر بھاگ گئے تھے۔ حضور نے وہاں کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اور رہزنوں کے ایک آدمی کو بھی گرفتار کر لیا۔ جس کو اپنے ہمراہ مدینہ میں لے گئے۔ اور وہ وہاں مسلمان ہو گیا۔

انگریز مورخوں کا بیان ہے۔ کہ حضورؐ کی یہ مہم نہایت زبردست تھی۔ جس نے شام کو سارے ملک کو اضطراب میں ڈال دیا تھا۔ اور کافروں کے بھاگ جانے پر دوسرے لوگوں نے اسلامی قوت سے مرعوب ہو کر مسلمانوں سے عہد و پیمان کر لئے تھے۔

ایک مورخ کا بیان ہے۔ کہ حضور مدینہ پر سباع بن عرفطہ کو حاکم مقرر

فرما کر ۲۵ ربیع الاول ۵ھ کو مدینہ سے دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ اور ۲۰ ربیع الثانی ۵ھ کو واپس تشریف لے آئے تھے۔ واپسی میں عیینہ بن حصن کو حضورؐ نے مدینہ کی اراضی میں مویشی چرانے کی اجازت دے دی تھی۔ اس لئے کہ اس کے ملک میں خشک سالی کی وجہ سے گھاس پیدا نہیں ہوئی تھی ؎

تیئیسویں مہم - غزوہ مریسیع

مریسیع مدینہ سے ۹ منزل کے فاصلہ پر ایک چشمہ کا نام ہے۔ جہاں عرب کا مشہور قبیلہ خزاعہ رہتا تھا۔ اور جو قریش مکہ کا حلیف تھا۔ اسی قبیلہ کا ایک خاندان بنو مصطلق کہلاتا تھا۔ جس کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا۔ یہ غزوہ جس کا دوسرا نام غزوہ بنو مصطلق بھی ہے۔ اسی قبیلہ سے ہوا تھا۔

قریش مکہ نے بنو مصطلق کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ اور مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ان کو آمادہ کیا۔ حضور کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے تحقیق حال کے لئے ایک آدمی کو بھیجا۔ اور اس نے واپس آ کر خبر کی تصدیق کی۔ حضورؐ نے فوراً بنو مصطلق کی سرکوبی کا ارادہ کر لیا۔ اور ماہ شعبان ۵ھ کی دوسری تاریخ کو حضور مجاہدین اسلام کا لشکر لے کر بنو مصطلق کی طرف روانہ ہوئے۔ اس لشکر کشی میں منافقین کی ایک جماعت بھی شامل تھی۔ اور ان کا سردار ابن ابیّ بھی لشکر میں شریک تھا۔ لشکر اسلام جب بنو مصطلق کی آبادیوں کے قریب پہنچا۔ تو حارث بن ابی ضرار اپنی جمعیت کو لے کر بھاگ گیا۔ لیکن بنو مصطلق کے علاوہ اور جو لوگ وہاں آباد تھے۔ انھوں نے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا۔ اول فریقین میں تیروں کی جنگ ہوتی رہی۔

پھر مسلمانوں نے یکبارگی حملہ کیا۔ جس سے مخالفوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اور وہ میدان سے بھاگ نکلے۔ دس آدمی دشمنوں کے اس جنگ میں مارے گئے۔ اور چھ سو کے قریب مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ مال غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ملیں۔

اس غزوہ میں جو اگرچہ ایک معمولی غزوہ تھا۔ تین اہم واقعات وقوع میں آئے۔ جن کا ذکر اس موقع پر تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

منافقین کا ایک فتنہ

غزوہ بدر وغیرہ چونکہ مسلمانوں کو کافی مال غنیمت ملا تھا۔ اور مسلمانان مدینہ کی حالت غنیمت کے اموال سے کسی قدر بہتر ہو گئی تھی۔ اس لیے منافقوں کو غزوات میں اپنی عدم شرکت پر افسوس ہوا۔ اور مال غنیمت کے لالچ سے وہ غزوہ بنو مصطلق میں شریک ہوئے۔ لیکن اپنی فتنہ پردازیوں اور فساد انگیزیوں سے وہ اس موقعہ پر باز نہ رہے۔ ان کو فتنہ گری اور فساد انگیزی کا جو موقع ملتا تھا۔ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے۔ مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کرتے۔ مہاجرین و انصار میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے۔

ایک روز چشمۂ مریسیع سے ایک مہاجر اور ایک انصاری جن کے نام ابن خلدون نے جہجاہ بن مسعود غفاری اور سنان بن وافد جہنی بتائے ہیں۔ پانی بھر رہے تھے۔ کہ کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔ بعض مورخ کہتے ہیں۔ کہ جہجاہ حضرت عمرؓ کے خادم یا اجیر تھے۔ انہوں نے سنان کے ایک گھونسہ مارا۔ سنان نے جہجاہ کی اس زیادتی پر انصار کو

مدد کے لیئے پکارا۔ اور عرب کے قدیم طریقے پر

"یا انصار" | اے انصاریو مدد کو دوڑو۔

کا نعرہ لگایا۔ انصاری اس نعرہ کو سن کر دوڑ پڑے۔ یہ دیکھ کر جہجاہ نے بھی

"یا معشر المہاجرین" | اے مہاجرین مدد کو دوڑو۔

کا نعرہ لگایا۔ فریقین جمع ہو گئے۔ مقابلہ کے لیئے تلواریں کھینچ لیں۔ قریب تھا۔ کہ آپس میں لڑائی چھڑ جائے۔ کہ چند سنجیدہ اور عقل مند اشخاص آگے بڑھے۔ دونوں فریق کو سمجھایا۔ جس سے بیچ بچاؤ ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی منافق نے یہ حالت دیکھی۔ تو فساد کو بڑھانے اور انصار کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لیئے انصار سے کہا۔ "یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ اگر تم مہاجرین کی دستگیری نہ کرتے۔ اور ان کو اتنا سر نہ چڑھاتے۔ تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ تم مہاجرین کی دستگیری ترک کر دو۔ ان سے کسی قسم کی ہمدردی نہ کرو۔ وہ مجبور ہو کر اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔" عبداللہ بن ابی نے جس وقت ان الفاظ سے انصار کو بھڑکایا۔ اس وقت حضرت زید بن ارقم وہاں موجود تھے۔ انہوں نے واپس جا کر تمام واقعہ حضورؐ سے بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے جو وہاں موجود تھے۔ واقعہ سن کر حضور سے عرض کیا۔ "حضورؐ! کسی کو حکم دیجئے۔ کہ وہ اس منافق کا سر کاٹ لائے۔" حضور نے فرمایا۔ "کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو۔ کہ لوگ یہ کہیں محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کروا دیا کرتے ہیں۔" عبداللہ بن ابی پکا منافق اور منافقوں کا سردار تھا۔ لیکن ان کے بیٹے عبداللہ انتہا درجے کے مخلص مسلمان تھے۔ ان کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ اور یہ بات مشہور ہوئی۔ کہ حضور ان کے باپ سے سخت

ناراض ہیں۔ اور ان کو قتل کرادینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! مجھ کو حکم دیجئے کہ اپنے باپ کا سر میں کاٹ لاؤں۔" حضور نے فرمایا۔ "میں اس کو قتل نہ کراؤں گا۔ بلکہ اس پر مہربانی کروں گا۔" چنانچہ عبد اللہ بن ابی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اور جب وہ کچھ عرصہ بعد مر گیا۔ تو حضور نے وعدہ کے موافق اس کے کفن کے لئے اپنا پیراہن مبارک عنایت فرمایا۔ اور حضور نے خود ہی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

اُمّ المومنین جویریہؓ کا واقعہ

غزوہ بنو مصطلق میں دشمنوں کے سر گروہ گرفتار ہوئے۔ اُن میں بنو مصطلق خاندان کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہؓ بھی تھیں گرفتار شدہ غلاموں اور لونڈیوں کو مجاہدین اسلام پر تقسیم کیا گیا۔ تو جویریہؓ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ ثابت بن قیس کے یا حضورؐ کے قبضہ میں جویریہؓ کیوں کر آئیں۔ اور حضرت جویریہؓ سے حضورؐ کا نکاح کیوں کر ہوا۔ اس واقعہ میں مورخین اور اصحاح احادیث کی روایات میں اختلاف ہے۔ اس موقع پر ہم صرف دو روایات درج کرتے ہیں۔ جو زیادہ مستند ہیں۔

۱۔ حافظ ابن حجر اور ابن سعد کی روایات یہ ہے۔ کہ حضرت جویریہؓ کے گرفتار ہو جانے پر ان کا باپ حارث بن ابی ضرار حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "میں عرب کا ایک سردار ہوں۔ میری بیٹی کو لونڈی نہ بنائیے۔ کہ یہ

بات میری شان کے خلاف ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اس
کو آزاد کر دیں"۔ حضور نے فرمایا۔ "میرے خیال میں بہتر یہ
ہے۔ کہ اس معاملہ کو جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ یعنی
اگر وہ ہم لوگوں میں رہنا پسند کرے۔ تو تم اس کو یہاں چھوڑ
دو۔ اور اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے۔ تو اس کو آزاد
کرا کے لے جاؤ۔" حارث حضور کا یہ فیصلہ سن کر جویریہؓ
کے پاس گیا۔ اور حضور کے فیصلہ سے ان کو آگاہ کیا۔
حضرت جویریہؓ نے فرمایا۔ "کہ میں حضورؐ کی خدمت میں
رہنا پسند کرتی ہوں"۔ چناں چہ اس کے بعد حضرت
جویریہؓ سے حضورؐ نے نکاح کر لیا۔ حافظ ابن حجر کا بیان
تو یہ ہے۔ کہ حضرت جویریہؓ کا زرِ فدیہ حضور نے ادا فرمایا۔
اور ابن سعد کہتے ہیں۔ خود حضرت جویریہؓ کے باپ
حارث نے زرِ فدیہ ادا کیا۔

۲۔ ابن ہشام اور ابو داؤد میں ابن اسحاق سے مروی ہے۔
کہ حضرت جویریہؓ نے اپنے مالک ثابت بن قیس سے
خود یہ کہا تھا۔ کہ "زرِ فدیہ لے کر مجھ کو آزاد کر دو۔" اور
ثابت بن قیس اس پر تیار ہو گئے تھے۔ لیکن چونکہ حضرت
جویریہؓ کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے
چندہ کی یہ رقم فراہم کرنے کی کوشش کی۔ اور اسی
سلسلہ میں حضور کی خدمت میں بھی حاضر ہوئیں۔
حضورؐ نے ان کی درخواست سن کر فرمایا۔ "اگر میں تم کو

بہترین سلوک کی ایک تدبیر بتاؤں۔ تو کیا تم اس کو پسند کرو گی۔ حضرت جویریہؓ نے عرض کیا۔ "وہ تدبیر کیا ہے" حضور نے فرمایا۔ "تمہارا زرفدیہ میں اپنے پاس سے ادا کر دوں تم مجھ سے نکاح کر لو" حضرت جویریہؓ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور حضور نے زرفدیہ ادا کر کے حضرت جویریہؓ سے نکاح کر لیا۔

مجاہدین اسلام کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی سے حضور نے نکاح کر لیا ہے۔ تو جو لونڈی اور غلام قبیلہ مذکور کے ان کے حصہ میں آئے تھے۔ انہوں نے اُن سب کو آزاد کر دیا۔ اور کہا کہ "جس قبیلہ کی لڑکی سے حضورؐ نے شادی کر لی ہے۔ اس کے افراد کو غلام بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔

واقعۂ افک

اس غزوہ کا سب سے اہم واقعہ حضرت عائشہؓ صدیقہ پر تہمت کا واقعہ ہے۔ جس میں منافقین اور جماعت منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کا بڑا ہاتھ تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور حضورؐ کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ حضور کا قاعدہ تھا۔ کہ جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے۔ تو بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے۔ جس کا نام نکل آتا۔ اس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔ اس غزوہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ آپ کے ہمراہ تھیں۔ اور آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی۔

واقعہ یہ ہوا۔ کہ غزوہ بنو مصطلق سے واپسی میں حضور نے ایک مقام پر حسب دستور رات کو قیام فرمایا۔ صبح کو حسب معمول حضرت عائشہ بہت سویرے اٹھیں۔ اور قضائے حاجت کے لئے لشکر گاہ سے کچھ فاصلہ پر تشریف لے گئیں۔ جب فارغ ہو کر واپس آئیں۔ تو اتفاق سے ان کا ہاتھ سینے پر جا پڑا۔ اور ان کو یہ معلوم ہوا۔ کہ جو ہار وہ پہنے ہوئے تھیں۔ وہ غائب ہے۔ یہ ہار یمنی منکوں کا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ اس کو اپنی بہن حضرت اسماء رضؓ سے مانگ کر لائی تھیں۔ ہار کو غائب پاکر حضرت عائشہ رضؓ اس کی تلاش میں واپس لوٹیں۔ اور جہاں قضائے حاجت کی تھی۔ وہاں تک تشریف لے گئیں۔ اور دیر تک ہار کو تلاش کرتی رہیں۔ ہار تو مل گیا۔ لیکن واپس ہو کر لشکر گاہ میں پہنچیں۔ تو دیکھا۔ کہ لشکر کوچ کر گیا ہے۔ اور میدان بالکل خالی ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ کا ایک مخصوص محمل تھا۔ اور جب لشکر کے کوچ کا وقت آتا تھا۔ تو حضرت عائشہ رضؓ اس میں جا بیٹھتی تھیں۔ اور لوگ اس کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا کرتے تھے۔ اس روز بھی خادموں نے محمل کو اٹھا کر اونٹ پر کس دیا کرتے تھے۔ اس روز بھی خادموں نے محمل کو اٹھا کر اونٹ پر کس دیا۔ اور چونکہ حضرت عائشہ رضؓ دبلی پتلی اور بہت ہلکی تھیں۔ اس لئے لوگوں کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ محمل میں حضرت عائشہ رضؓ موجود ہیں یا نہیں۔ مختصر یہ کہ خادموں نے محمل کو اونٹ پر باندھ دیا۔ اور اونٹ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضؓ تنہا رہ گئیں۔

ہار کو لے کر حضرت عائشہ رضؓ جب لشکر گاہ میں پہنچیں۔ تو لشکر کو غائب پاکر بہت پریشان ہوئیں۔ یہ خیال کر کے کہ جب لشکر اگلے پڑاؤ پر اترے گا

حضورؐ مجھ کو غائب پائیں گے۔ تو فوراً میری تلاش میں آدمیوں کو بھیجیں گے۔ اسی جگہ ٹھہر گئیں۔ جسم سے چادر لپیٹ کر لیٹ گئیں۔ صبح کا وقت تھا۔ لیٹے لیٹے نیند آگئی اور آپ سو گئیں۔

لشکر اسلام میں ایک شخص صفوان بن معطل تھے۔ جن کو نیند زیادہ آتی تھی۔ صبح کے وقت وہ دیر تک سوتے رہتے تھے۔ اور اکثر لشکر کے عقب میں رہا کرتے تھے۔ حضور نے ان کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ لشکر کی گری پڑی چیز کو اپنے ساتھ لیتے آیا کریں۔

لشکر کے کوچ کر جانے کے تھوڑی دیر بعد حسب معمول صفوان بن معطل آئے۔ اور لشکر گاہ میں حضرت عائشہ رضؓ کو منہ لپیٹے پڑے دیکھ کر سمجھا۔ کہ یہ کسی شخص کی گٹھڑی رہ گئی ہے۔ وہ فوراً اپنے اونٹ سے اترے جب قریب پہنچ کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ حضرت عائشہ رضؓ ہیں، پردہ کا حکم نازل ہونے سے پہلے چونکہ صفوان نے حضرت عائشہ رضؓ کو دیکھا تھا۔ اس لئے قریب پہنچ کر انہوں نے پہچان لیا۔ اور نیند سے بیدار کرنے کیلئے بلند آواز سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت عائشہ رضؓ یہ آواز سن کر بیدار ہو گئیں۔ اور جسم سے اچھی طرح چادر لپیٹ کر بیٹھ گئیں۔ صفوان نے اونٹ کی مہار پکڑ لی۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کو لشکر اسلام میں پہنچا دیا۔

واقعہ صرف اتنا ہی تھا۔ لیکن منافقین اور ان کے سردار عبداللہ بن ابی نے فتنہ پھیلانے اور حرم نبوی کو بدنام کرنے کے لئے طرح طرح کے شگوفے چھوڑنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضؓ پر ناشائستہ حرکت کی تہمت لگا دی۔

راستہ بھر اس کا چرچا رہا۔ اور منافقین برابر اپنی ناشائستہ حرکتوں میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ مدینہ میں پہنچ کر انہوں نے شہر کے تمام مقامات میں اس کو مشہور کر دیا۔

حضورؐ راستہ میں بالکل خاموش رہے۔ مدینہ میں پہنچ کر آپ نے صحابہ رضؓ کو مشورہ کے لئے جمع کیا۔ حضرت اسامہ رضؓ بن زید رضؓ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! منافقوں نے جو تہمت لگائی ہے۔ بالکل جھوٹی ہے۔ آپ حضرت عائشہ رضؓ سے ہرگز جدائی کا ارادہ نہ فرمایئے۔ حضرت علی رضؓ نے اوّل تو یہ کہا۔ کہ "اگر حضور کا ارادہ ہو تو عائشہ رضؓ کو علیحدہ کر دیجئے۔ اور کسی دوسری عورت سے شادی کر لیجئے" لیکن جب حضرت علی رضؓ نے یہ محسوس کیا۔ کہ حضورؐ نے اس مشورہ کو پسند نہیں فرمایا۔ تو عرض کیا۔ "شک و شبہ کو دل میں جگہ نہ دیجئے۔ اور ناحق رنج و غم نہ اٹھایئے۔" صحابہ رضؓ کی ایک جماعت نے بالاتفاق یہ کہا۔

سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ خدا پاک ہے۔ یہ بہت بڑی اور جھوٹی تہمت ہے۔ صحابہ رضؓ نے پوری کوشش کی تھی۔ کہ حضورؐ کے دل سے اس خیال کو دفع کر دیا جائے۔ لیکن حضور کو اطمینان نہ ہوا۔ اور آپ نے حضرت عائشہ رضؓ کی لونڈی بریرہ کو دریافت حال کے لئے تخلیہ میں طلب فرمایا۔ اور خدا کی قسم دے کر حضرت عائشہ رضؓ کے چال چلن کی بابت پوچھا۔ بریرہ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! عائشہ رضؓ ایک بھولی بھالی لڑکی ہیں۔ ناتجربہ کار ہیں۔ اور بچپن کے سبب مزاج میں بے پرواہی ہے۔ اس قدر بے پرواہی کہ آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں۔ اور پھر خبر نہیں لیتیں پڑ کر سو جاتی ہیں۔ یا خمیرہ گوندھ کر بے پرواہی سے چھوڑ دیتی ہیں۔ اور بکری آکر کھا جاتی ہے۔ ان کمزوریوں کے سوا

خدا کی قسم اُن میں کوئی عیب نہیں۔"

حضرت بریرہ کے بیان سے بھی حضورؐ کا اطمینان نہیں ہوا۔ بلکہ اس امر کے فیصلہ کو آپ نے وحیٔ الٰہی پر موقوف کر دیا۔ اس عرصہ میں حضرت عائشہ رضؓ سے حضورؐ نے بہت کم گفتگو کی اور بہت کم اُن کے پاس گئے۔

سارے مدینہ میں تہمت کا چرچا ہو رہا تھا۔ لیکن حضرت عائشہ رضؓ کو اس کی خبر نہ تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ غزوہ سے واپس ہو کر وہ بیمار ہو گئیں تھیں۔ خود حضرت عائشہ رضؓ کا بیان یہ ہے۔ کہ میری علالت کے ایام میں حضورؐ تشریف لاتے۔ معمولی طور پر میری حالت پوچھتے۔ اور واپس چلے جاتے۔ مجھ کو اس اضطراب میں مبتلا کر جاتے۔ کہ حضور کی اب وہ محبّت و شفقت میرے حال پر کیوں نہیں جو پہلے تھی۔

حضرت عائشہ رضؓ پر تہمت لگانے والوں میں عبداللہ بن ابی کے علاوہ دو مرد اور ایک عورت بھی تھی۔ مردوں میں مشہور شاعر حسّان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ تھے۔ اور عورت حمنہ بنت جحش تھی۔

حضرت عائشہ رضؓ کا بیان ہے۔ کہ جب بیماری سے مجھ کو کچھ افاقہ ہوا۔ تو ایک روز رات کو میں اور مسطح کی ماں دونوں قضاء حاجت کے لئے باہر نکلیں۔ مسطح کی ماں حضرت عائشہ کی سہیلی تھیں۔ اور اس زمانہ میں گھر کے اندر پاخانے بنانے کا رواج عرب میں نہ تھا۔ اور عورتیں عموماً رات کو جنگل جایا کرتی تھیں۔ اور دن کو باہر نہ نکلتی تھیں۔ واپسی میں مسطح کی ماں کا پاؤں اپنی چادر میں اُلجھا۔ اور وہ گر پڑیں۔ گرتے ہوئے بے اختیار ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

"مسطح ہلاک ہو۔" حضرت عائشہ رض نے فرمایا۔ "مسطح کی ماں تم مسطح کو بددعا نہ دو۔ وہ بدر کی جنگ میں شریک رہا ہے۔" مسطح کی ماں نے کہا۔ "تم کو خبر بھی ہے۔ وہ تمہاری نسبت کیا کہتا ہے۔" حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں۔ اس کے بعد مسطح کی ماں نے تہمت کا واقعہ مجھ کو سنایا۔ جس کو سن کر میرے ہوش اڑ گئے۔ اور میرے گھر پہنچتے پہنچتے مجھ کو تیز بخار ہو گیا۔ حضور مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ تو میں نے آپ سے ماں باپ کے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی اور میں ماں باپ کے گھر چلی گئی۔

حضرت عائشہ رض نے اپنے والد حضرت ابوبکر رض کے گھر میں پہنچ کر چادر منہ سے لپیٹی۔ اور ایک جگہ پڑ رہیں۔ ان کو نہ کسی سے ملنا جلنا اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور نہ کسی سے بات کرنا۔ وہ رو رہی تھیں۔ اور ایک لمحہ کو اُن کا آنسو نہ تھمتا تھا۔ ماں باپ بہتیرا سمجھاتے۔ لیکن ان کو قرار حاصل نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح ایک دن اور دو راتیں گذر گئیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت حضور تشریف لائے۔ اور حضرت عائشہ رض کو روتے پا کر افسوس کا اظہار کیا۔ اور پھر فرمایا۔ "عائشہ رض! اگر تم بے قصور ہو۔ تو خدا تمہاری پاک دامنی کو ظاہر کر دے گا۔ اور اگر واقعی تم سے قصور ہوا ہے۔ تو تم خدا سے اپنے گناہ کی معافی چاہو۔ وہ غفور الرحیم ہے۔ تمہاری توبہ کو قبول فرمالے گا۔" حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ حضور کے الفاظ سن کر میں نے اپنے والد کی طرف دیکھا۔ کہ میرے بے گناہ ہونے پر وہ حضور کو اطمینان دلائیں۔ لیکن میرے والد نے حضور کے سامنے کچھ کہنے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے ماں کی طرف دیکھا۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ آخر میں نے خود جواب میں کہا۔ "یارسول اللہ! میں نو عمر لڑکی ہوں۔ مجھے زیادہ

قرآن بھی یاد نہیں ہے۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ جو کچھ آپ حضرات نے میرے متعلق سنا ہے۔ اس پر آپ کو یقین ہو گیا ہے۔ یعنی مجھ پر جو تہمت لگائی گئی ہے۔ وہ آپ کے دلوں میں جگہ حاصل کر چکی ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں یہ کہوں۔ کہ پاک دامن اور بے قصور ہوں۔ تو آپ کو ہرگز یقین نہ آئے گا! اگر میں اس قصور کا اعتراف کر لوں جس سے حقیقت میں میرا دامن پاک ہے تب بھی آپ کو یقین نہ آئے گا۔ اس لئے میں یوسف کے باپ کی طرح بجز اس کے اور کیا کہوں کہ

"فصبرٌ جمیلٌ وَاللّٰہ مستعان علی ما تصفون ط	صبر ہی بہتر ہے۔ اور تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ کی مدد چاہیئے۔

حضرت عائشہ رض کا بیان ہے۔ کہ جس وقت میں یہ الفاظ ادا کر رہی تھی۔ تو غیظ و غضب سے میری یہ حالت تھی۔ کہ میرا سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور جب میں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا مذکورہ بالا قول بیان کیا۔ تو مجھ کو حضرت یعقوب کا نام یاد نہیں آیا۔ اور مجھ کو یوسف کے باپ کا جملہ کہنا پڑا۔

حضرت عائشہ رض کی تقریر سن کر سب پر سکون و سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر گذری تھی۔ کہ حضور پر وحی اترنے کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور آپ چادر اوڑھ کر لیٹ رہے جب وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ تو حضور اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور پیشانی پر سے پسینہ پونچھتے ہوئے فرمایا:-

"البشریٰ یا عائشۃ فقد انزل اللّٰہ براءتک ط	عائشہ تم کو بشارت ہو تمہاری برأت خدا کی طرف سے آگئی"۔

اس موقع پر سورۂ نور کی وہ اٹھارہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں حضرت عائشہ رضؓ کی برات اور پاکدامنی کا ذکر ہے۔ اور تہمت لگانے والوں کو سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے۔

اس کے بعد حضور نے ممبر پر تشریف فرما کر سورۂ نور کی آیات کو تلاوت فرمایا۔ اور تہمت لگانے والوں کو طلب فرما کر ان کو تہمت کی سزا دلوائی۔ یعنی مسطح بن اثاثہ حسان بن ثابت اور حمنہ بنت جحش کو اسّی اسّی کوڑے لگوائے۔ عبداللہ بن ابی چونکہ بھاگ گیا تھا۔ اس لئے وہ سزا سے محفوظ رہا۔

چوبیسویں مہم۔ غزوہ خندق

اس غزوہ کو غزوہ خندق اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس میں مسلمانوں نے شہر مدینہ کے گرد اپنی حفاظت کے لئے پانچ ہاتھ گہری خندق کھود لی تھی۔ اور اس کو غزوہ احزاب اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس جنگ میں عرب کے تمام قبائل اور یہود کی تمام جماعتوں نے شرکت کی تھی۔ اور دشمنانِ اسلام متحدہ قوت سے اسلام کو معاذ اللہ فنا کرنے آئے تھے۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضورؐ نے بنو نضیر کو خیبر کی طرف جلا وطن کر دیا تھا۔ بنو نضیر نے خیبر میں قیام پذیر ہو کر مسلمانوں سے انتقام لینے کی تدبیریں شروع کیں۔ ادھر مسلمان مشرکوں سے چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں مشغول تھے۔ اور ادھر یہود سارے عرب میں مسلمانوں کے خلاف اشتعال پیدا کر رہے تھے۔

یہود بنو نضیر کے سردار سلام ابن ابی الحقیق، کنانہ بن ربیع اور حیؓ

بن اخطب نوجوانوں کی ایک جماعت کو لے کر خیبر سے قبائل عرب کو بھڑکانے کے لئے نکلے۔ اور سب سے پہلے مکہ میں پہنچے۔ قریش مکہ کے سردار ابوسفیان سے مل کر کہا کہ "اگر تم ہمارا ساتھ دو۔ تو اب کی مرتبہ ہم اسلام کا خاتمہ کر دیں۔" یہ بات چونکہ قریش کی آرزوں کو پورا کرنے والی تھی۔ اس لئے قریش نے اس کو منظور کر لیا۔ اور لشکر کی فراہمی کا انتظام کیا جانے لگا

یہود سردار مکہ سے روانہ ہو کر قبیلہ غطفان کی آبادیوں میں پہنچے۔ ان کو بھی جنگ پر آمادہ کر لیا۔ مختصر یہ کہ اسی طرح یہودی سرداروں نے عرب کے تمام قبائل کو اپنا مددگار بنا لیا۔ اور مسلمانوں کے خلاف چوبیس ہزار سے زیادہ عرب و یہود ابوسفیان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

یہود کی اس کارروائی اور عرب قبائل کے اجتماع کی خبر حضور کو پہنچی۔ تو آپ نے صحابہ رض کو مشورہ کے لئے طلب فرمایا۔ حضرت سلمان رض فارسی چونکہ ایرانی تھے۔ اور ایران میں خندق کھود کر لڑنے کا طریقہ جاری تھا۔ اس لئے انہوں نے حضور ص سے عرض کی۔ "میری رائے یہ ہے۔ کہ شہر کے گرد خندق کھود لی جائے۔ تاکہ دشمن آسانی سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ اور پھر شہر کی کسی محفوظ مقام پر جمع ہو کر دشمنوں سے جنگ کی جائے۔" حضور ؐ اور صحابہ رض نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور فوراً خندق کھودنے کا سامان فراہم کیا گیا۔

مدینہ کی آبادی کی صورت یہ تھی۔ کہ اس کے تین جانب مکانات اور نخلستان تھے۔ اور ایک جانب یعنی شامی رخ کھلا ہوا میدان تھا۔ یہ

مکانات اور نخلستان چونکہ بجائے خود شہر پناہ تھے۔ اس لئے ان اطراف میں خندق کھودنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ اور شامی سرخ کے میدان کے سامنے خندق کھودنے کی رائے مستحکم ہو گئی۔

۸۔ ذیقعد ۵ھ کو حضورؐ تین ہزار صحابہ رضؓ کے ساتھ خندق کھودنے کے کام میں مصروف ہوئے۔ اول خندق کا نشان لگایا گیا۔ اور پھر دس دس آدمیوں کو دس دس گز زمین خندق کھودنے کے لئے دی گئی چنانچہ تین ہزار صحابہ رضؓ نے جن میں حضورؐ بھی بہ نفس نفیس شریک تھے۔ بیس دن میں ۵ گز گہری خندق کھود کر تیار کر لی۔

یہ زمانہ مسلمانوں کے لئے سخت ابتلا کا زمانہ تھا خشک سالی کے دن تھے سخت سردی کا موسم تھا۔ اور سارا عرب معاذ اللہ ان کو نیست و نابود کرنے کے لئے اُمنڈ آیا تھا۔ بھوکے پیاسے مسلمان دن بھر خندق کھودتے، کمزور شانوں پر مٹی کے ٹوکرے بھر بھر کر لے جاتے۔ اور رات کو بھوکے پیاسے پڑے رہتے۔ حضورؐ بھی صحابہؓ کے ساتھ خندق کھودنے اور مٹی ڈھونے میں شریک تھے۔ مہاجرین و انصار کی ہمتوں کو بڑھانے کے لئے یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

اللّٰھم ان العیش عیش الآخرۃ	اے اللہ! عیش تو آخرت ہی کی ہے۔
فاغفر الانصار والمھاجر	تو مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

جب یہ شعر حضورؐ خوش آوازی کے ساتھ پڑھتے۔ تو مہاجرین و انصار میں جوش پیدا ہو جاتا۔ اور وہ جوش محبت میں ہم آواز ہو کر یہ کہتے۔

نحن الذین بایعوا محمدًا	ہم وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے محمدؐ کے ہاتھ پر اسلام
علی الاسلام ما بقینا ابدًا	اور جہاد کی بیعت کی ہے۔ اور اس پر قائم رہیں گے۔

احادیث میں آیا ہے۔ کہ خندق کھودنے اور مٹی اٹھاتے وقت حضورؐ یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

واللہ لولا اللہ ما اھتدینا	خدا کی قسم! اگر خدا کی اعانت شامل حال نہ ہوتی۔ تو ہم ہدایت
ولا تصدقنا ولا صلینا،	نہ پاتے، نہ ہم زکوٰۃ، صدقہ و خیرات دیتے اور نہ نماز پڑھتے
فانزلن سکینۃ علینا،	اے اللہ! دشمن سے مقابلہ کیوقت ہم پر سکینت نازل فرما،
وثبت الاقدام ان لاقینا	ہمارے قدموں کو ثابت رکھ۔ دشمنان اسلام نے
ان الاولی قد بغوا علینا	ہمارے خلاف لشکر کشی کی ہے۔ یہ لوگ جب ہم کو
اذا رادو فتنۃ ابینا	فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی براء ابن عازبؓ کا بیان ہے۔ کہ حضورؐ کا شکم مبارک مٹی سے آلودہ تھا۔ آپ بلند آواز سے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ اور آخری مصرعہ کے لفظ ابینا کو زیادہ بلند آواز سے ادا فرماتے تھے۔ (مسلم)

جابرؓ مشہور راوی حدیث کا بیان ہے۔ کہ ہم خندق کھود رہے تھے۔ کہ ایک مقام پر سخت زمین یا پتھر نکل آیا۔ جو کدال اور پھاوڑے سے نہ نکل سکا۔ کافی کوشش اور سخت جدوجہد کے بعد بھی جب پتھر نے جنبش نہ کی۔ تو ہم لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "اچھا ہم کھودیں گے"۔ یہ کہہ کر حضور اس مقام پر پہنچے۔ خندق میں اُترے۔ اور کدال ہاتھ میں لے کر پتھر پر ماری۔ اور پتھر کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت حضورؐ کے شکم مبارک پر (بھوک کے سبب) پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور ہم لوگوں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں کھایا پیا تھا۔ (بخاری)

جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ خندق کے پتھر کو ریزہ ریزہ کر دینے کے واقعہ

کے بعد میں اپنے گھر گیا۔ اور اپنی بیوی سے کہا۔ "تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ میں نے حضور کو بہت بھوکا پایا ہے"۔ یہ سن کر میری بیوی نے ایک تھیلا نکالا۔ جس میں ساڑھے تین سیر کے قریب جَو تھے۔ ان کو پیس لیا۔ پھر بھیڑ کے ایک بچّہ کو ذبح کر کے اس کا گوشت ہانڈی میں چڑھا دیا۔ میں یہ تیاری دیکھ کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آہستہ سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ہم نے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور ساڑھے تین سیر جَو پیسے ہیں۔ آپ چند اصحاب رضؓ کے ہمراہ تشریف لے چلیں"۔ حضور نے یہ سن کر بلند آواز سے صحابہ رضؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "خندق والو! جابرؓ نے کھانا تیار کیا ہے۔ جلدی چلو"۔ چنانچہ حضور رحؐ صحابہ رضؓ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے۔ میں نے گندھا ہوا آٹا حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اپنا آبِ دہن آٹے میں ڈالا۔ اور برکت کی دعا کی۔ پھر فرمایا۔ روٹی پکاؤ۔ پھر ہانڈی کی طرف بڑھے۔ اور اس میں بھی لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا کی۔ اور کہا۔ ہانڈی چولہے پر رہنے دو۔ اور سالن نکالتے رہو"۔ جابرؓ کا بیان ہے۔ کہ ایک ہزار آدمیوں نے یہ کھانا سیر ہو کر کھا لیا۔

یہود بنو نضیر نے تمام عرب قبائل اور یہود کو اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ صرف یہود بنو قریظہ رہ گئے تھے جو مسلمانوں سے عہد مودّت ہو جانے کے باعث ان سے علیحدہ تھے۔ یہود بنو نظیر کے سردار حیی بن اخطب نے ان کے سردار کعب بن اسد کو بھی اپنا ہمنوا کر لیا۔ اور وہ عہد مودت توڑ کر دشمنوں میں شامل ہو گیا۔ حضورؐ کو اس کی خبر ملی۔ تو آپ فکر میں مبتلا ہو گئے۔ اس لئے کہ یہود بنو قریظہ ہمسایہ تھے۔ اور دوسرے دشمنوں کی مخالفت سے ان کی بدعہدی

وخیانت مسلمانوں کو زیادہ نقصان پہنچا سکتی تھی۔ حضور نے یہ اطلاع پا کر فوراً حضرت سعدؓ بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ کو جو ایام جاہلیت میں بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ تحقیق حال کے لئے ان کے پاس بھیجا۔ اور انہوں نے واپس آکر واقعہ کی تصدیق کی۔

مختصر یہ کہ خندق تیار ہو جانے کے بعد مشرکین عرب اور یہود کی تقریباً چوبیس ہزار فوج صرف تین ہزار مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آگئی۔ اور مدینہ کے باہر اُحد کی جانب لشکر زن ہوئی۔ مدینہ کے منافقوں نے دشمنانِ اسلام کے ٹڈی دل لشکر کو دیکھا۔ تو وہ گھبرا گئے۔ اور اپنے گھروں کی حفاظت کے بہانے لشکرِ اسلام سے علیحدہ ہو کر چلے گئے۔

حضور نے مدینہ کی تمام عورتوں کو اُن قلعوں میں جو بنو قریظہ کی آبادی کے قریب تھے۔ بھیج دیا۔ اور اس کے بعد مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں تین سو مجاہدین اسلام کو دو حصوں میں تقسیم کر کے مدینہ کی ان سمتوں پر حفاظت کیلئے مقرر فرما دیا۔ جدھر سے دشمنوں کے گھس آنے کا اندیشہ تھا۔ اور پھر خندق کے مختلف حصوں پر فوج کو تقسیم کر کے حکم دیا۔ کہ خود حملہ آور نہ ہوں دشمنوں کے حملوں کی مدافعت کریں۔ فوج کا ایک دستہ حضورؐ نے اپنے ماتحت بھی رکھا۔

دشمنانِ اسلام نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا قبیلہ غطفان کے لوگ عیینہ بن حصن فزاری کے ماتحت تھے۔ جو عرب کا ایک مشہور فوجی افسر تھا۔ بنو اسد کے لوگ طلحہ کی نگرانی میں تھے۔ اور سارے لشکر کی نگرانی ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی۔

عرب و یہود کا ٹڈی دل لشکر مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آگے

بڑھا۔ دیکھا تو خندق ان کے اور مسلمانوں کے درمیان تھی۔ دشمنانِ اسلام اس نئے طریقہ جنگ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور خندق کو عبور کرنے سے مجبور ہو کر اسلامی لشکر کو محاصرہ میں لے لیا۔ تقریباً ایک مہینہ تک یہ محاصرہ قائم رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ایک طرف تو لشکر کفار میں کافی سامان نہ ہونے کے سبب بد دلی پھیلنے لگی۔ اور بے کار پڑے پڑے لوگ اکتا گئے۔ اب دوسری جانب سخت سردی۔ متواتر فاقوں اور ہر دقت کے خطرات نے مسلمانوں کی حالت کو زار و زبوں کر دیا۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے۔ کہ ایام محاصرہ میں تین دن کے فاقوں کے بعد جب صحابہ رضنے بھوک سے بیتاب ہو کر اپنے پیٹوں کو کھول کر پتھر بندھے ہوئے حضور کو دکھلائے۔ تو حضور نے بھی اپنا پیٹ صحابہ رض کو کھول کر دکھایا۔ جس پر ایک پتھر کی بجائے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔ عرب کی عادت تھی کہ سخت بھوک کے وقت پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے تاکہ فاقہ سے کمر جھکنے نہ پائے +

محاصرہ کی سختیوں کو دیکھ کر ایک روز حضورؐ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ کہیں انصار ہمت نہ ہار جائیں۔ اور اس خیال سے آپ نے یہ ارادہ کر لیا۔ کہ قبیلہ غطفان سے مدینہ کی پیداوار کی تہائی پر صلح کر لی جائے۔ چنانچہ انصار کے سرداروں سعدؓ بن عبادہ اور سعد بن معاذ بلا کر اس امر میں مشورہ کیا۔ دونوں نے عرض کیا۔ کہ اگر آپ خدا کے حکم سے ایسا کر رہے ہیں۔ تو بہتر۔ ورنہ ہم کسی حالت میں بھی اس اخراج کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اسلام سے پہلے بھی کسی کو ہم سے اخراج لینے کی جرات نہیں ہوئی۔ اور اب اسلام کے بعد تو کوئی جرات کر ہی نہیں سکتا۔ حضورؐ اس جواب سے بے حد مسرور ہوئے۔ اور جو خلعش قلب مبارک میں پیدا ہوئی تھی۔ رفع ہو گئی ؛

مشرکین عرب اور یہود نے ادھر تو خندق کی جانب سے مسلمانوں کو محاصرہ میں لے رکھا تھا۔ دوسری جانب وہ اس فکر میں تھے۔ کہ ان قلعوں کی جانب سے مدینہ پر حملہ کریں۔ جن میں مدینہ کے اہل و عیال پناہ گزین تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک یہودی مدینہ پر حملہ آوری کے لئے ان قلعوں کے قریب راستہ تلاش کر رہا تھا۔ کہ حضورؐ کی پھوپھی حضرت صفیہ رضؓ نے اس کو دیکھ لیا۔ اور حسّان بن ثابت شاعر کو جو عورتوں کی نگرانی پر مامور تھے۔ حکم دیا۔ کہ قلعہ سے باہر نکل کر اس یہودی کو مار ڈالو۔ حسان بن ثابت نے اپنے آپ کو اتنا جری نہ پایا۔ اور باہر نکلنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت صفیہ رضؓ خود خیمہ کی چوب لے کر قلعہ سے باہر نکلیں۔ اور یہودی کے سر پر اس زور سے ماری۔ کہ اس کا سر پھٹ گیا اور مر گیا۔ پھر اس کی نعش کو اس جانب پھینک دیا۔ جدھر یہودی تھے۔ یہود نے نعش کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی۔ کہ مسلمانوں کی محافظ جماعت اِدھر بھی متعین ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی ادھر متوجہ نہ ہوا۔

مشرکین عرب اور یہود چونکہ خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اِس لئے خندق کے ادھر سے عموماً مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسایا کرتے تھے۔ جن کا جواب وہ مسلمان جماعتیں دیتی رہتی تھیں۔ جو مختلف مقامات پر متعین تھیں۔ جب دشمنانِ اسلام نے دیکھا۔ کہ یہ تدبیر اور طریقہ جنگ بے سود ہے۔ محاصرہ طوالت اختیار کرتا جاتا ہے۔ تو انہوں نے عام حملہ کا ارادہ کیا۔ اور خندق کے اس حصّہ کو حملہ کیلئے انتخاب کیا۔ جہاں خندق کی چوڑائی کم تھی۔ چنانچہ ایک روز ضرار بن خطاب (حضرت عمر رضؓ کے بھائی) جبیرہ۔ نوفل اور عمر بن عبدود عرب کے مشہور بہادروں نے جن میں سے عمر بن عبدود عرب کے ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ گھوڑوں پر سوار ہو کر ایڑ لگائی۔ اور خندق کے پار ہو گئے عمر بن عبدِ ود جنگ

بدر میں زخمی ہوا تھا۔ اور یہ قسم کھائی تھی۔ کہ جب تک اپنے زخم کا بدلہ نہ لے لوں گا۔ سر میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اس وقت اس کی عمر اگرچہ نوّے سال کی تھی۔ لیکن جوانوں کی سی ہمّت رکھتا تھا۔ خندق کے پار ہو کر اس نے مقابل کو طلب کیا۔ حضرت علی رضہ حضورؐ کی اجازت سے اس کے مقابلہ پر گئے۔ عمر بن عبدود نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟" حضرت علی رضہ نے نام بتایا۔ عمر بن عبدود نے کہا۔ "میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔" حضرت علی رضہ نے فرمایا۔ "لیکن میں تم سے لڑنا چاہتا ہوں۔" عمر بن عبدود یہ سن کر غضب ناک ہو گیا۔ اور تلوار سے حضرت علی رضہ پر حملہ کیا۔ حضرت علی رضہ نے تلوار کو سپر پر روکا۔ لیکن حملہ اس قدر سخت تھا۔ کہ تلوار سپر کو کاٹ کر پیشانی پر لگی۔ حضرت علی رضہ زخمی ہو گئے۔ لیکن زخم کی پروا نہ کی۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر عمر بن عبدود پر تلوار کا وار کیا۔ آپ کی تلوار نے دشمن کے شانہ کو اڑا دیا۔ پھر اس کو مار ڈالا۔ عمر بن عبدِ ود کے بعد ضرار اور جبیرہ وغیرہ بڑھے۔ لیکن حضرت علی رضہ کے تیور دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے بھاگتے ہوئے نوفل خندق میں گر پڑا۔ حضرت علی رضہ نے خندق میں اتر کر تلوار سے اس کا خاتمہ کر دیا۔

یوں تو پتھر اور تیر برسانے کی جنگ اکثر ہوتی رہتی تھی۔ لیکن آج کی لڑائی بڑی زبردست تھی۔ عرب اور یہود صبح سے شام تک برابر پوری قوت سے پتھر اور تیر برساتے رہے۔ بارش ہو رہی تھی۔ پانی تھمنے کا نام نہ لیتا تھا۔ کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔ مسلمان مدافعت کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ اس مدافعت سے حضور اور بعض صحابہ رضہ کی چار نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔

مختصر یہ کہ محاصرہ کی طوالت سے یہود و کفار کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ موسم کی سختی اور سامان رسد کی فراہمی نے ان کو اور بھی پریشان کر دیا۔ یہاں تک کہ

ایک روز ایک بلائے آسمانی اُن پر نازل ہوئی جس نے ان کو بالکل حواس باختہ کر دیا یعنی سخت آندھی نے کفار و یہود کو آگھیرا۔ ان کے خیمے اکھڑ گئے۔ اور چولہوں پر جو ہانڈیاں چڑھی ہوئی تھیں۔ وہ الٹ گئیں۔

ادھر تو کفار کی یہ حالت تھی۔ اور ادھر حضور اور مجاہدین اسلام بھی محاصرہ کی طوالت سے پریشان تھے۔ انہیں ایام میں قبیلہ غطفان کا ایک سردار نعیم بن مسعود ثقفی حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "میں اسلام قبول کر چکا ہوں۔ میری قوم میں سے کسی کو میرے اسلام کی خبر نہیں ہے۔ جو خدمت مجھ سے حضور لینا چاہیں۔ میں حاضر ہوں۔" حضور نے فرمایا "تم تجربہ کار اور عقل مند آدمی ہو۔ دشمنان اسلام کے دفعیہ کی کوئی تدبیر کرو۔ نعیم بن مسعودؓ حضور کا ارشاد سن کر یہود بنو قریظہ کے گروہ میں پہنچے۔ اور ان سے کہا۔ "تم کو قریش نے بے وقوف بنا رکھا ہے۔ قریش اور غطفان دُور کے رہنے والے ہیں۔ فتح حاصل ہوئی تو مال غنیمت لے کر چلے جائیں گے۔ اور ادھر آدھے ملک پر قبضہ کر لیں گے۔ تم کو چھوڑ جائیں گے۔ مسلمان اور تم دو ہمسایہ قومیں ہو۔ شکست کے بعد تم کو ہر وقت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر مسلمانوں سے لڑنا اور قریش کا ساتھ دینا تمہارے خیال میں ضروری ہو۔ تو پھر اطمینان کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ تم قریش کے نوجوانوں کو ضمانت کے طور پر لے لو۔ تاکہ وہ تم کو چھوڑ کر بھاگ نہ سکیں۔" نعیم بن مسعود چونکہ یہود میں بہت کافی عزت رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو ان کی ضمانت کے طور پر طلب کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر نعیم بن مسعود قریش اور قبائل غطفان کے لشکر میں پہنچے۔ ان سے کہا۔ کہ یہود بنو قریظہ حقیقت میں مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے۔ محض تم کو دکھانے کیلئے تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں۔ صرف یہی

نہیں. بلکہ جنگ میں شرکت سے بنو قریظہ کا مقصد یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے نوجوانوں کو اپنے قبضہ میں لا کر مسلمانوں کے سپرد کریں۔ اور ہمسائیگی کے حق کو ادا کریں"۔

قریش میں چونکہ نعیم بن مسعود کو معتبر آدمی خیال کیا جاتا تھا۔ اس لئے ان کی بات قریش کے دل میں اتر گئی۔ فوراً ہی انہوں نے یہود بنو قریظہ کے پاس یہ خبر بھیجی۔ کہ کل مسلمانوں پر تم حملہ کرنا۔ یہود بنو قریظہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ کل سنیچر (ہفتہ) کا مبارک دن ہے۔ اس روز ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ کل ہماری طرف سے حملہ نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی یہود بنو قریظہ نے یہ اطلاع دی۔ کہ اپنی فوج کے نوجوانوں کو ضمانت و اعانت کے طور پر ہمارے پاس بھیج دو۔

یہود بنو قریظہ کے اس مطالبہ نے قریش کو یقین دلا دیا۔ کہ نعیم بن مسعود کی بات درست ہے۔ اور اب بہتر یہی ہے۔ کہ یہاں سے کوچ کر دیا جائے چنانچہ ابوسفیان نے فوج کو مخاطب کر کے کہا۔ "رسد ختم ہو چکی ہے۔ موسم ناموافق ہے۔ اور یہود کنارہ کش ہوتے جاتے ہیں۔ اس لئے محاصرہ اٹھالو۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

ابوسفیان کا حکم سنتے ہی قریش اور غطفان نے کوچ کا نقارہ بجایا۔ اور اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد ہی یہود بنو قریظہ نے بھی محاصرہ اٹھالیا۔ اور اپنے قلعوں میں چلے گئے۔

جنگ خندق یا احزاب کا محاصرہ ۲۰ - ۲۲ دن تک جاری رہا۔ چونکہ فریقین کو باقاعدہ جنگ کا موقعہ نہیں ملا اس لئے کسی فریق کو نقصان اٹھانا نہیں پڑا۔ مسلمانوں میں سے صرف چھ آدمی شہید ہوئے۔ جن میں انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ بھی تھے۔ ان کی رگ اکحل پر ایک تیر آ کر لگا تھا۔ اس

سے خون جاری رہتا تھا۔ بنو قریظہ کے قتل کے بعد اسی زخم سے آپ نے وفات پائی۔ اور مشرکین میں سے صرف تین آدمی مارے گئے۔

جنگ احزاب کا پورا واقعہ قرآن مجید کی سورہ احزاب میں مذکور ہے۔ اگرچہ یہ کوئی بڑی جنگ نہ تھی لیکن نتیجہ کے اعتبار سے خاص اہمیت رکھتی ہے یعنی اس جنگ کے بعد عربوں کو پھر کبھی مسلمانوں کے خلاف اتنے بڑے اجتماع کی ضرورت نہ ہوئی۔ اور نہ وہ فخر و غرور کا اظہار کرتے ہوئے کبھی مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے کی پھر قریش مکہ کے واپس چلے جانے کے کچھ دنوں بعد ہی قریش کے دو بڑے سردار یعنی عمر بن العاص رضؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ مکہ سے مدینہ حاضر ہوئے۔ اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کے بہترین مخلص خدمت گذار بنے۔

پچیسویں مہم۔ غزوہ بنو قریظہ

اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضورؐ ہجرت فرما کر جب مدینہ میں تشریف لائے تھے۔ تو آپ نے اس علاقہ کے طاقت ور عنصر یہود سے معاہدہ مودت کر لیا تھا۔ جس میں یہود کو جانی، مالی اور دینی آزادی عطا کر دی گئی تھی۔ کچھ دنوں بعد یہود کو مکہ کے کفار نے بھڑکایا۔ وہ عہد مودت توڑ کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ حضورؐ نے یہود کو بغاوت سے روکا۔ اور معاہدہ کی تجدید کی خواہش کی۔ لیکن یہود کے ایک بڑے عنصر بنو قینقاع نے حضورؐ کی اس درخواست کو قبول نہیں کیا۔ اور جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ مجبور ہو کر حضورؐ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اور اطاعت پر مجبور کر دیا۔ پھر ان کے ایک بڑے گروہ کو شام کے علاقے اذرعات کی جانب جلا وطن کر دیا۔ پھر کچھ دنوں

بعد یہود کے قبیلہ بنو نظیر نے مخالفت کا اظہار کیا حضورؐ نے ان کو بھی مجبور کر کے خیبر کی جانب جلاوطن کر دیا حضور کا ارادہ تھا۔ کہ تمام یہود کو اب کی مرتبہ مدینہ اور اطراف مدینہ سے نکال دیا جائے۔ لیکن یہود بنو قریظہ نے آئندہ احتیاط کی زندگی لبسر کرنے کا وعدہ کر کے مسلمانوں سے دوبارہ معاہدہ کر لیا۔ اور مدینہ کے اطراف میں بدستور اپنی آبادیوں میں سکونت پذیر رہے۔

غزوہ خندق میں یہود بنو نضیر اور قریش مکہ کے بھڑکانے سے یہود بنو قریظہ نے پھر عہد مودت کو توڑ دیا۔ اپنی پوری قوت سے مخالف عرب اور یہود کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضور کے لئے ان کی شرکت نہ صرف موجب ملال بلکہ موجب خطرہ ثابت ہوئی۔ اور حضور نے آدمی بھیج کر ان کو شرکت سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن یہ باز نہ آئے۔ آخر وقت تک عرب قبائل اور یہود بنو نضیر کے شامل حال رہے۔

غزوہ خندق سے فارغ ہو کر حضورؐ واپس تشریف لائے۔ اور رفع تکان وغیرہ کی غرض سے غسل فرما رہے تھے۔ کہ خداوند تعالٰی کا یہ حکم صادر ہوا۔ کہ بنو قریظہ کا خاتمہ کر دو۔ آئندہ کے لیے دشمنان اسلام کو اتنا کمزور و لپست ہمت بنا دو۔ کہ ان میں حملہ آوری یا لشکر کشی کی جرات باقی نہ رہے۔ چنانچہ فوراً حضور نے لشکر اسلام کے نام یہ حکم جاری کیا۔ کہ ابھی کوئی شخص اسلحہ جنگ کو جسم سے نہ اتارے۔ اور یہود بنو قریظہ کی آبادی سے ادھر عصر کی نماز کوئی شخص نہ پڑھے۔ یہ حکم جاری فرما کر حضور روانگی پر تیار ہو گئے۔ اور اسی روز لشکر اسلام کو ساتھ لے کر بنو قریظہ کی آبادیوں میں پہنچے۔ اور ان کو محاصرہ میں لے لیا۔

یہود بنو قریظہ کو چاہیئے تھا۔ کہ صلح و آشتی سے معاملہ کو طے کر لیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور حضورؐ کی شان میں ناقابل برداشت گستاخیاں کی

کیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تقریباً ایک مہینہ یہود بنو قریظہ کو مسلمانوں نے چاروں طرف سے حصار میں لئے رکھا۔ اور ان کی عافیت ان پر تنگ کر دی۔

محاصرہ سے تنگ آ کر ایک روز یہود بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کو جمع کیا۔ اور کہا۔ "اس مصیبت سے نجات پانے کی صرف تین صورتیں ہیں۔ ان میں سے جو صورت تم کو پسند ہو اختیار کر لو۔

۱۔ اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچا لو۔

۲۔ سنیچر کی رات کو مسلمانوں پر شب خون مار کر ان کو فنا کر دو۔ اس لئے کہ مسلمان اس امر سے واقف ہیں۔ کہ یہود سنیچر کے دن کوئی کام نہیں کرتے۔ وہ سنیچر کے دن غافل ہوں گے۔ اور شب خون کامیاب رہے گا۔

۳۔ اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔ مال و اسباب کو جلا ڈالو۔ شمشیر بکف ہو کر اطمینان کے ساتھ مسلمانوں سے لڑو۔ اگر اس صورت میں کامیابی نے ہمارا ساتھ دیا۔ تو بہت سی بیویاں مل جائیں گی۔ اور اگر ناکام رہے۔ تو عورتوں بچوں کی گرفتاری کا صدمہ ہم کو برداشت نہ کرنا پڑے گا۔

کعب بن اسد کی مذکورہ بالا تجاویز میں سے کسی ایک کو بھی یہود بنو قریظہ نے پسند نہ کیا۔ اور مصالحت کی تحریک شروع کر دی چنانچہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں یہ کہلا کر بھیجا۔ کہ آپ ہمارے سابق حلیف ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دو۔ ہم معاملہ طے کرنے کی بابت مشورہ کریں گے۔ حضورؐ نے ان کی اس درخواست کو قبول کر لیا۔ اور ابولبابہ کو بنو قریظہ کے پاس بھیج دیا۔

ابولبابہ بنو قریظہ میں پہنچے۔ تو بیوی والدان کی عورتوں بچوں نے ان کو گھیر لیا۔ اور رو رو کر پوچھنا شروع کیا کہ "ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ محاصرہ سے ہم تنگ آگئے ہیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو محمد کے حوالہ کردیں۔ تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔؟ ابولبابہ کو عورتوں اور بچوں کے رونے چلانے پر ترس آگیا۔ انہوں نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیر کر بتایا۔ کہ تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا جائے گا یعنی تم کو قتل کیا جائے گا۔ ابولبابہ کہنے کو تو یہ بات کہہ گئے۔ لیکن بعد میں ان کو محسوس ہوا۔ کہ انہوں نے ایک جنگی تدبیر یا راز کا اظہار کر کے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور یہ ایک ناقابلِ عفو جرم ہے۔ وہ وہاں سے اُٹھے چلا دسے باہر آئے۔ اور ندامت کے سبب حضور کی خدمت میں حاضر نہ ہوئے بلکہ مدینہ جا کر اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ۔ اور عہد کیا۔ کہ جب تک خداوند تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے گا۔ یا حضور اپنے دستِ مبارک سے نہ کھولیں گے۔ میں اسی طرح بندھا رہوں گا۔ چنانچہ چھ روز اور بقول بعض دس روز تک ابولبابہ ستون سے بندھے رہے نماز کے وقت اپنے آپ کو ستون سے علیحدہ کر لیتے۔ اور نماز پڑھ کر پھر باندھ لیتے آخر خداوند تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور حضور نے اپنے ہاتھوں سے ان کو ستون سے کھول کر علیحدہ کر دیا۔

مختصر یہ کہ ۲۰ یا ۲۵ روز تک محاصرہ جاری رہا۔ آخر مجبور ہو کر بنو قریظہ نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ اور یہ کہا۔ کہ ہمارے معاملہ میں حضرت سعدؓ بن معاذ جو فیصلہ کردیں۔ وہ ہم کو منظور ہے۔ یہ سن کر حضور نے سعد بن معاذ کو طلب فرمایا۔ وہ اس وقت زخمی ہونے کے سبب مسجد نبوی کے اندر یا قریب اس خیمہ میں مقیم تھے۔ جو زخمیوں کے علاج کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ کو گدھے پر سوار کر کے لایا گیا۔ حضور نے ان کو آتے دیکھ کر

حاضرین سے فرمایا۔ تمہارا آقا آ رہا ہے۔ کھڑے ہو کر اس کی تعظیم ہو۔" چنانچہ قبیلہ اوس کے لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کی تعظیم کی۔ اور حضورؐ کی خدمت میں ان کو لے کر آئے۔ حضورؐ نے واقعہ سے ان کو آگاہ کیا۔ اور یہود بنو قریظہ کے معاملہ کو اُن کے ہاتھ میں دے دیا۔

سعد بن معاذؓ چونکہ بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ اس لئے ان کو یقین تھا کہ وہ فیصلہ ہماری رعایت میں کریں گے۔ اور خطرات سے ہم کو بچالیں گے لیکن حضرت سعد بن معاذ نے حق کی حمایت کی۔ اور انصاف سے کام لیا۔ یعنی یہ فیصلہ کیا۔ کہ بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا جائے۔ عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا جائے۔ اور ان کے مال و اسباب کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ حضورؐ نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا۔ "سعدؓ تم نے بنو قریظہ کے معاملہ میں خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔" اس کے بعد یہود بنو قریظہ کے چار سو اور بقول بعض سات سو آدمیوں کو قتل کر دیا گیا۔ اور ان کے مال و اسباب اور بیوی بچوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور یہ فیصلہ واقعہ یہ ہے۔ کہ قانون جنگ کے مطابق تھا حضورؐ نے ان کی طرف مودت کا ہاتھ بڑھا دیا تھا۔ ان کو ہر قسم کی آزادی دے رکھی تھی۔ لیکن مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے اور معاذ اللہ اسلام کو فنا کرنے کی تدابیر سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے تھے۔ کئی مرتبہ انہوں نے معاہدہ کی بھی خلاف ورزی کی تھی۔ ایسے لوگوں کا علاج جنگی قانون میں صرف یہی تھا۔ کہ ایک خدا پرست قوم کو ان کے خطرات اور سازشوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کا بالکل خاتمہ کر دیا جائے۔ اور دنیا کو ان کے فتنہ و فساد اور گمراہیوں سے بچا لیا جائے۔

متفرق واقعات

۱۔ زمانۂ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں متبنّٰے (منہ بولے بیٹے کی) بیوی سے نکاح ناجائز تھا۔ ۵ھ میں خداوند تعالیٰ نے متبنّٰے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھنا باطل قرار دیا۔ اور اس کی منکوحہ سے طلاق کے بعد نکاح جائز قرار دیا۔ حضور نے اس اسم باطل کو باطل کرنے کے لئے اپنے متبنّٰے زید بن حارث کی مطلقہ حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا۔ حضرت زینب رضؓ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ حضورؐ نے ان کا نکاح اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ بن حارث سے کر دیا تھا۔ لیکن ان دونوں میں ہمیشہ شکر رنجی رہی۔ اور آخر حضرت زید رضؓ نے ان کو طلاق دے دی۔ اور حضورؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔

۲۔ اس سال عورتوں کے متعلق بہت سے ضروری احکام نازل ہوئے مثلاً عورتوں کی عصمت کی حفاظت کے لئے ان کا مختاط پردے میں باہر نکلنا۔ زیور وغیرہ کی آواز راستہ میں بلند نہ کرنا۔ ازواج مطہرات کے لئے گھر سے باہر نکلنے کی قطعی ممانعت۔

۳۔ پانی دستیاب نہ ہونے کی صورت میں تیمم کا جائز و مشروع ہونا۔

۴۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ نماز خوف کا حکم بھی اسی سال کو ہی نازل ہوا۔

۵۔ اسی سال چاند اور سورج گرہن کی نماز (صلواۃ خسوف وغیرہ) بھی مشروع ہوئی۔

۶۔ اسی سال حضور ایک موقع پر گھوڑے سے گرے۔ اور ران میں چوٹ

آئی جسکی وجہ سے پانچ روز تک حضورؐ گھر سے باہر نہ نکل سکے۔ اور بیٹھ کر نماز ادا کرتے رہے۔

۷۔ بعض آئمہ کا بیان ہے۔ کہ حج کی فرضیت بھی اسی سال ہوئی۔ اور بعض کا بیان ہے۔ کہ حج اس سال کے بعد فرض ہوا۔

۶ھ کے واقعات

اس سال کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ غزوہ احزاب میں عرب دیہود کی متحدہ لشکر کشی میں ناکامی نے ان کی ہمت کو توڑ دیا تھا۔ اور اب وہ مسلمانوں کی طرف خود متوجہ ہونے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔ البتہ چھوٹی چھوٹی متعدد لڑائیاں عرب کے ڈاکوؤں سے ہوئیں۔ جو مسلمانوں کو پریشان کرتے رہتے تھے۔

چھبیسویں مہم۔ غزوہ بنو لحیان

۴ھ میں قبیلہ عضل و قارہ کے لوگوں کی درخواست پر حضورؐ نے چھ صحابہ رضؓ کو اسلام کی تعلیم دینے کے لئے روانہ کر دیا۔ عضل و قارہ کے ان لوگوں نے مقام رجیع پر پہنچ کر ان اصحابہ رضؓ کے ساتھ غداری کی۔ اور ان کو قتل کرا دیا۔ جمادی الاوّل ۶ھ میں حضور ان مظلوم شہداء کا انتقام لینے کیلئے دو سو سواروں کو لے کر قبیلہ بنو لحیان کی طرف روانہ ہوئے۔ بنو لحیان کے لٹیروں کو جب حضورؐ کی آمد کی خبر ملی۔ تو وہ اپنے مویشی لے کر پہاڑوں میں جا گھسے۔ حضورؐ نے ان کو بہت تلاش کرایا۔ لیکن ان کا پتہ نہ چلا۔ آخر مدینہ کو واپس تشریف لے آئے۔

ستائیسویں مہم۔ غزوۂ غابہ

غزوۂ بنو لحیان سے واپسی کے چند روز بعد قبیلہ غطفان کا سردار عیینہ بن حصن اپنے قبیلہ کے چند سواروں کے ساتھ آیا۔ اور مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا۔ اور حضورؐ کے اونٹوں کو جو وہاں چر رہے تھے۔ ہانک کرلے گیا۔ اور ایک غفاری شخص کو جو اونٹوں کی حفاظت پر مامور تھا۔ قتل کر دیا۔ اور اس کی بیوی کو اپنے ہمراہ لے گیا۔

سلمہ بن رکوع ایک صحابی جو تیر اندازی میں ماہر تھے۔ اور غارت گری کو دیکھ رہے تھے۔ فوراً انہوں نے مدد کے لئے لوگوں کو پکارا۔ اور پھر عیینہ اور اس کے ہمراہی سواروں پر تیر برساتے ہوئے ان کو تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ان کا تنہا مقابلہ پر جانا محض اس غرض سے تھا۔ کہ غارت گر کہیں چھپ نہ جائیں اور مدینہ سے مدد آجائے۔

سلمہ بن رکوع تیر انداز بھی تھے۔ اور بھاگنے کے بھی مشاق تھے۔ انہوں نے غارت گروں کو اپنی تدبیر سے الجھائے رکھا۔ کبھی ان پر تیر برساتے اور جب وہ ان پر حملہ کرتے۔ اور ان کو گرفتار کرنے کے لئے بڑھتے۔ تو کسی طرف بھاگ جاتے۔

حضرت سلمہؓ کی پکار کو حضورؐ نے سنا۔ فوراً چند سواروں کو سعد بن زید کی ماتحتی میں مدد کے لئے روانہ کر دیا۔ پھر خود بھی صحابہؓ کو لے کر روانہ ہوئے۔ بنو غطفان مسلمانوں کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ اونٹوں اور تیس چادروں کو چھوڑ گئے۔ ان کا ایک آدمی بھی مارا گیا۔ حضورؐ نے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔ اور مقام ذی قرد میں رات بسر کی۔ پھر مدینہ کو واپس تشریف لے آئے۔

چونکہ اس غزوہ میں حضور نے مقام ذی قرد میں رات کو قیام فرمایا۔ اس لئے اس غزوہ کو غزوہ ذی قرد بھی کہتے ہیں۔

واقعۂ حدیبیہ

مہاجرین کو اپنا وطن مالوف مکہ چھوڑے ہوئے چھ سال گذر چکے تھے۔ ان میں سے بہت سے مہاجرین کے اہل وعیال مدینہ میں آ گئے ہیں لیکن بعض کے بیوی بچے اب بھی مکہ ہی میں تھے۔ وطن کی محبت بیوی بچوں کا خیال اور پھر سب سے زیادہ بیت اللہ کے طواف اور زیارت کا شوق مہاجرین کو بے چین کئے ہوئے تھا۔ حضور کے دل میں بھی بار بار زیارت کعبہ کی خواہش پیدا ہوتی تھی۔ لیکن آپ وقت کے منتظر تھے۔ انہیں ایام میں ایک شب کو حضور نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ صحابہ رضہ کے ہمراہ مکہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور عمرہ ادا کر کے سر کے بال منڈوائے ہیں۔ اس خواب نے حضور اور صحابہ رضہ کے شوق کو اور بھی بڑھا دیا۔ اور زیارت بیت اللہ شریف کے جذبے نے بھی دل میں آگ لگا دی۔

مختصر یہ کہ حضور نے حج اور عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ تیرہ چودہ سو اصحابہ رضہ کی جماعت کو لے کر مدینہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مدینہ سے چھ میل بڑھ کر مقام ذوالحلیفہ پر حضور نے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور جو اونٹ قربانی کے لئے لائے تھے۔ ان کی گردنوں میں قربانی کی علامت کے طور پر لوہے اور چمڑے کے ٹکڑوں کے ہار بنا کر ڈال دیئے گئے۔

حضور نے اس خیال سے کہ کہیں مشرکین مکہ بدگمان نہ کریں۔ کہ مسلمان جنگ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ صحابہ کو یہ حکم دیا۔ کہ عمرہ کا احرام باندھ لو اور

قربانی کے جانور ساتھ لے لو۔ نیام میں پڑی ہوئی تلوار کے سوا اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لو۔ چنانچہ تمام مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ اور صرف وہی شان اختیار کی جو ایک زائر حرم کی ہوتی ہے۔ لیکن مشرکین مکہ کو اس پر بھی اطمینان نہ ہوا۔ اور انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر پاکر فوراً مدافعت کی تیاریاں شروع کر دیں۔

عرب میں ان ایام میں جدال و قتال حرام سمجھا جاتا تھا لیکن مشرکین مکہ نے ان ایام کی حرمت کا خیال نہیں کیا۔ اور لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضورؐ اطمینان سے راستہ طے کر رہے تھے۔ اور قریش کی تیاریوں کی آپ کو کوئی اطلاع نہ تھی۔ جب آپ مقام عسفان میں پہنچے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ قریش جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور خالد بن ولید کو ایک دستہ فوج کا افسر بنا کر انہوں نے مقام کراع الضمیم کی جانب بھیج دیا ہے۔ اور اعلانیہ یہ کہتے ہیں کہ ہم محمدؐ اور ان کے ہمراہیوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

حضورؐ نے قریش کی تیاریوں کی خبر پا کر صحابہؓ سے فرمایا۔ "قریش نے مدافعت کے لئے حلیف قبائل کو جمع کر لیا ہے۔ اور خالد بن ولید کو کراع الضمیم کی جانب ایک دستہ فوج کے ساتھ بھیج دیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے۔ کہ اس راستہ کو چھوڑ کر داہنی جانب سے غیر معروف و دشوار گذار راستہ پر چلو۔ اور مکہ کے نشیبی علاقہ کی طرف بڑھو۔" چنانچہ زائرین بیت اللہ کا یہ قافلہ مقام ثنیۃ المرار کی جانب بڑھا۔ جب یہ قافلہ غمیم کے قریب پہنچا۔ اور خالد کو زائرین حرم کے گھوڑوں کی گرد کو اڑتے دیکھا۔ تو وہ فوراً مکہ کی جانب دوڑ گئے۔ اور قریش کو اطلاع دی۔ کہ مسلمان مقام غمیم تک پہنچ گئے ہیں۔ حضورؐ غمیم سے آگے بڑھے۔ اور مکہ سے ایک منزل ادھر مقام حدیبیہ پر پہنچے۔ آگے بڑھنا چاہا۔ کہ آپ کی اونٹنی قصویٰ ٹھہر گئی۔ اور آگے بڑھنے کی بجائے

زمین پر بیٹھ گئی۔ حضور کے اس کو اٹھا کر آگے بڑھانا چاہا۔ لیکن قصویٰ نے مکہ کا رخ نہیں گیا۔ اور حدیبیہ سے آگے قدم نہ بڑھایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! قصویٰ تھک گئی ہے۔" حضورؐ نے فرمایا۔ "تھکی نہیں ہے۔ بلکہ اس کو خدا نے آگے بڑھنے سے روک دیا ہے جس نے اصحاب الفیل کے ہاتھیوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔

مختصر یہ کہ قصویٰ کے آگے نہ بڑھنے پر حضورؐ اونٹنی سے اتر پڑے۔ اور حدیبیہ میں ٹھہرنے کا اعلان کر دیا۔ حدیبیہ اصل میں ایک کنوئیں کا نام تھا۔ یہاں کی آبادی بھی اس کے نام سے موسوم ہو گئی تھی۔ چوں کہ یہاں صرف کنواں تھا۔ اور زائرین حرم کی تعداد چودہ سو تھی۔ اس لئے قیام کرنے کے بعد جب لوگوں نے کنوئیں میں سے پانی بھرا۔ تو وہ خالی ہو گیا۔ صحابہؓ نے پانی کی قلت کی شکایت پیش کی۔ حضورؐ نے دعا کی۔ اور آپ کی دعا سے کنوئیں میں اس قدر پانی آگیا۔ کہ پھر پانی کی کمی شکایت پیدا نہیں ہوئی۔

حدیبیہ میں سب سے پہلے حضورؐ کی خدمت میں قبیلہ خزاعہ کا سردار بدیل بن ورقہ حاضر ہوا۔ قبیلہ خزاعہ نے اگرچہ اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ مسلمانوں کا حلیف اور رازدار تھا۔ بدیل بن ورقاء نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "قریش نے اعلان کیا ہے۔ کہ وہ مسلمانوں کو ہرگز ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کو روکنے کے لئے ان کی فوج کا سیلاب آ رہا ہے۔" حضورؐ نے بدیل سے فرمایا۔ "تم قریش کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ ہم (یعنی مسلمان) صرف عمرہ ادا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ ہمارا ارادہ ٹھہرنے کا نہیں ہے۔ قریش کی حالت جنگ نے زار و زبون کر دی ہے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ وہ مجھ سے صلح کر لیں۔ اگر وہ اس پر آمادہ نہ ہوں تو پھر میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب

تک میری گردن میرے شانوں پر ہے۔

بدیل بن ورقا حضور کا پیغام لے کر قریش میں پہنچے اور کہا "میں محمد کا پیغام لایا ہوں۔ اجازت ہو تو کہوں۔" بعض شریر لوگوں نے جواب میں کہا۔ "ہم کو محمد کا پیغام سننے کی ضرورت نہیں ہے۔" لیکن سنجیدہ مزاج لوگوں نے بدیل سے حضور کا پیغام اور شرائط صلح سنیں۔ اور جواب میں کہا کہ یہ درست ہے کہ محمد اور ان کے ساتھی لڑنے نہیں آئے عمرہ کرنے آئے ہیں۔ لیکن ہم ان کو کسی حیثیت سے بھی مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ ہم کسی طرح بھی اس ننگ و عار کو گوارا نہیں کر سکتے۔ کہ عرب میں یہ چرچا ہو کہ ہمارے دشمن زبردستی مکہ میں داخل ہوئے۔ اور عمرہ کر کے واپس چلے گئے۔

بدیل قریش کا جواب سن کر چلے آئے۔ اس کے بعد اہل مکہ نے حلیس بن علقمہ کو مسلمانوں کی حالت دریافت کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حلیس نے حدیبیہ کے قریب پہنچ کر قربانی کے اونٹوں کو چرتے دیکھا۔ تو اس کو یقین ہو گیا۔ کہ واقعی مسلمان عمرہ کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔ جدال و قتال کا ارادہ نہیں ہے۔ اس نے واپس جا کر قریش کو اطمینان دلایا۔ کہ واقعی مسلمان لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ قریش نے اِن کی رائے کو سن کر کہا۔ "حلیس تم بدوی (جنگلی) ہو۔ ان باتوں کو کیا جانو؟" قریش کا یہ جواب سن کر حلیس کو غصہ آگیا اس نے کہا۔ "قریش! تم نے ہم سے جو معاہدہ کیا ہے۔ تم اس کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ زائرین بیت اللہ کو معاہدہ کے خلاف زیارت سے روک رہے ہو۔ بہتر یہ ہے کہ تم مسلمانوں کو عمرہ کر لینے دو۔ اور زیارت بیت اللہ سے نہ روکو ورنہ میں اپنے قبیلہ کو لے کر تم سے لڑوں گا۔" قریش نے حلیس کو غضبناک پا کر نرم و شیریں باتوں سے اس کے غصہ کو ٹھنڈا کیا۔ اور ظاہر کیا کہ معاملہ اس سے زیادہ

سخت اور اہم ہے۔ جتنا کہ تم سمجھتے ہو۔

اس کے بعد عروہ بن مسعود قبیلہ بنو ثقیف کے سردار نے قریش سے کہا۔ "مجھ کو اجازت دو۔ میں محمد کے پاس جاؤں۔ اور ان سے گفتگو کر کے معاملہ کو طے کروں۔ بظاہر انہوں نے جو شرائط پیش کی ہیں"۔ قریش نے اجازت دے دی۔ عروہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تشریف آوری کی غرض پوچھی۔ حضور نے جواب میں وہی الفاظ فرمائے تھے۔ جو بدیل بن ورقا سے فرمائے تھے۔ عروہ نے آپ کے آخری الفاظ سے متاثر ہو کر عرض کیا۔ محمد! اگر اس بات کو مان لیا جائے۔ کہ تم نے قریش کا استیصال کر دیا۔ تو اس کے معنے یہ ہوں گے۔ کہ تم نے اپنی قوم کو خود اپنے ہاتھوں سے برباد کیا۔ اور اس کی مثال دنیا میں پیش نہیں کی جا سکتی۔ اگر جنگ کا رخ بدلا۔ تو یقیناً یہ بھیڑ جس کو تم اپنے ساتھ لائے ہو۔ تم کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائے گی"۔

اس گفتگو کے وقت حضرت ابوبکر رضہ صدیق قریب ہی کھڑے تھے عروہ کے آخری الفاظ سن کر ان کو غصہ آگیا۔ اور عروہ کو گالی دے کر سخت لہجہ میں کہا۔ "کیا ہم حضور کو تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ پھر عروہ نے ابوبکر رضہ کے الفاظ کو سن کر کہا۔ "ابوبکر رضہ! میری گردن پر تمہارے ایک احسان کا بار ہے۔ جس کو میں اس وقت تک نہیں اتار سکا ہوں۔ اس لئے مجبور ہوں ورنہ میں سخت کلامی کا جواب دے سکتا تھا"۔ عروہ حضور کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ عرب کے دستور کے مطابق باتیں کرتے ہوئے حضور کی ریش مبارک پر ہاتھ رکھ دیتا تھا مغیرہ بن شعبہ کو جو ہتھیار لگائے حضور کی پشت پر کھڑے تھے۔ عروہ کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ اور جب پھر اس نے حضور کی داڑھی پر ہاتھ رکھنا چاہا۔ تو مغیرہ نے کہا۔

مسعود! اب کی مرتبہ اپنا ہاتھ اٹھا لے ورنہ واپس نہ جا سکے گا۔" عروہ نے نظر اٹھا کر مغیرہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ "مغیرہ! تو بھی عجیب آدمی ہے۔ کیا میں یہ کام تیرے ہی لئے نہیں کر رہا ہوں؟"

عروہ نے اس مجلس میں عقیدہ و جان نثاری کے اس منظر کو دیکھا۔ جو حضور کے ساتھ اصحابہؓ کو تھی۔ ہاں عقیدہ و شگفتگی کے اس منظر کو جو اس نے آج تک بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس نے دیکھا کہ جب حضور کوئی بات کہتے ہیں۔ تو تمام صحابہ پر خاموشی چھا جاتی ہے۔ اور ان کے کان ہمہ تن حضورؐ کے ارشادات سننے کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ نظریں زمین کی طرف ہوتی ہیں۔ کسی کو اتنی جرات نہیں کہ حضورؐ کی طرف اونچی نظروں سے دیکھے۔ وضو فرماتے ہیں۔ تو وضو کے گرتے ہوئے پانی کو صحابہؓ اس عقیدہ سے اپنے ہاتھوں اور چلوؤں میں لے لیتے ہیں۔ کہ اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ اور اپنے چہروں ہاتھوں اور جسم پر مل لیتے ہیں۔

عروہ نے واپس جا کر قریش سے کہا۔ "میں نے قیصر و کسریٰ کے درباروں کو دیکھا لیکن عقیدہ و شگفتگی کا جو منظر اور محبت و گرویدگی کا جو عالم میں نے محمدؐ کی مجلس میں پایا۔ وہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔

اس کے بعد عروہ نے تمام واقعات کو سنایا۔ اور اس کے بعد کہا "محمد کے ہمراہی محمد کے سچے جان نثار ہیں۔ وہ کبھی کسی حال میں اُن کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ اب جو تمہارے دل میں آئے وہ کرو۔"

عروہ کی تمام گفتگو قریش نے حیرت اور توجہ کے ساتھ سنی۔ لیکن وہ کوئی مناسب فیصلہ نہ کر سکے۔ اور مصالحت کی تحریک آگے نہ بڑھی۔ حضورؐ نے جب قریش کو خاموش پایا۔ تو تحریک مصالحت کو آگے بڑھانے کیلئے خراش بن امیہ خزاعی کو اپنے

اونٹ پر سوار کر کے قریش کے پاس بھیجا۔ اس سفارت سے مقصود یہ بھی تھا۔ کہ قریش پر حجت اتمام کر دیں۔ اس کے بعد جو کچھ کرنا ہے کریں۔ لیکن قریش کی بات سننے سے پہلے ہی ان کی سواری کے اونٹ کو مار ڈالا۔ اور ان کو بھی پکڑ کر قتل کر دینا چاہا۔ لیکن حلیس کے قبیلہ نے ان کو بچا لیا۔ اور وہ واپس چلے آئے۔ اس واقعہ کے بعد ہی قریش کے خود سر نوجوانوں کی ایک جماعت جدال وقتال کے جوش میں مکّہ سے باہر نکلی۔ اور مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن مسلمانوں کے محافظ دستہ نے اس کو دیکھ لیا۔ اور ساری جماعت کو گرفتار کر لیا۔ نوجوانان قریش کی یہ حرکت اگرچہ انتہا درجہ کی اشتعال انگیز تھی۔ لیکن مسلمانوں نے صبر وسکون سے کام لیا۔ اور حضور نے انتقام کا جوش پیدا نہ ہونے دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ نے ان شریر نوجوانوں کی شرارت کو بھی معاف فرما دیا۔ اور سب کو چھوڑ دیا۔

بیعتِ رضوان کا واقعہ

مصالحت کی تحریک کو بار آور کرنا اور اتمام حجت چونکہ ضروری چیز تھی۔ اس لئے حضور نے اس خدمت کو انجام دینے کے لئے حضرت عمر رضؓ کو منتخب فرمایا۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! قریش کو مجھ سے انتہا درجہ کی عداوت ہے۔ اس لئے کہ میں نے ہمیشہ ان کے ساتھ عداوت کا اظہار کیا ہے۔ وہ یقیناً میری جان کے درپے ہوں گے۔ اور اس کے ساتھ یہ امر واقعہ بھی ہے۔ کہ مکّہ میں اس وقت میری قوم کا کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھ کو اپنی پناہ میں لے سکے۔ یا قریش کے ہاتھ سے مجھ کو بچا سکے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ حضرت عثمان رضؓ کو سفیر بنا کر روانہ کریں۔ وہ بنو اُمیہ کے ایک بڑے آدمی

ہیں، بنو اُمیہ میں اب بھی ان کی بڑی عزت ہے۔" اس رائے کو حضورؐ نے پسند فرما کر ان کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔ حضرت عثمانؓ مکہ میں داخل ہو کر اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کے ہاں ٹھہرے۔ اور حضورؐ کا پیغام قریش کو پہنچایا۔ قریش نے کہا۔ "ہم محمدؐ اور ان کے ہمراہیوں کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ ہاں اگر تم تنہا عمرہ و طواف کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔" حضرت عثمانؓ نے کہا۔ "میں عمرہ و طواف کروں گا۔ تو حضورؐ کے ساتھ ہی کروں گا۔ تنہا نہیں کر سکتا۔"

گفتگو یہیں ختم ہو گئی۔ اور حضرت عثمان رضؓ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ لیکن قریش نے ان کو روک لیا۔ ادھر جب عثمان رضؓ کی واپسی میں دیر ہوئی۔ تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ حضرت عثمان رضؓ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ نے اس خبر کو سن کر فرمایا۔ عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا ضروری ہے۔ اس لئے جب تک ہم خون عثمانؓ کا انتقام نہ لے لیں گے۔ یہاں سے واپس نہ جائیں گے۔" یہ کہہ کر حضورؐ ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور تمام صحابہؓ سے جان نثاری کی بیعت لی۔ اسی بیعت کا نام بیعت رضوان ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ فتح میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے۔

لقد رضی اللہ من المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا۔

اے محمدؐ! اللہ راضی ہوا مؤمنین سے جب کہ وہ ایک درخت کے نیچے تیرے ہاتھ پر لڑنے مرنے کی بیعت کر رہے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ اور اسی نے انہیں تسکین دی۔ اور اس کے بدلہ میں سر دست خیبر کی فتح دی۔

لیکن بعد میں معلوم ہوا۔ کہ حضرت عثمان رضؓ کے قتل کی خبر غلط تھی۔

صلح

قریش کو جب بیعت رضوان کی خبر پہنچی تو ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمان لڑنے مرنے کو تیار ہیں۔ ان کے غرور کا نشہ ہرن ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کا رعب ان پر چھا گیا۔ فوراً انھوں نے قریش کے سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور معاملہ فہم شخص سہیل بن عمرو کو اپنا سفیر بنا کر حضور کی خدمت میں بھیجا۔ اور یہ کہہ دیا۔ کہ صرف اس شرط پر صلح ہو سکتی ہے۔ کہ اس سال محمد اور ان کے ہمراہی واپس چلے جائیں۔ اور آئندہ سال آ کر عمرہ کر لیں۔

سہیل بن عمر کو آتے دیکھ کر حضور نے فرمایا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ قریش اب صلح پر آمادہ ہیں۔ کہ انھوں نے سہیل کو گفتگو کے لیے بھیجا ہے۔" مختصر یہ کہ سہیل کے حاضر خدمت ہو جانے پر مصالحت کی گفتگو شروع ہوئی۔ اور دیر تک گفتگو رہنے کے بعد ان شرائط پر اتفاق ہوا۔

۱۔ اس سال مسلمان واپس چلے جائیں۔ آئندہ سال آئیں سوائے نیام میں پڑی ہوئی تلوار کے کوئی ہتھیار لے کر مکہ میں داخل نہ ہوں تین دن حرم میں ٹھہریں۔ طواف اور زیارت سے فراغت کر لیں۔ ان ایام میں قریش مکہ سے باہر چلے جائیں گے۔

۲۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے رہتے ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ تمہاری جماعت میں جو مسلمان مکہ میں رہ جانا چاہے اس کو روک لیں۔

۳۔ مسلمانوں اور کافروں میں سے جو شخص بھی مکہ سے مدینہ جائے اس کو واپس بھیج دیا جائے۔ لیکن مدینہ کا جو مسلمان مکہ میں آ جائے گا۔ اس کو واپس نہیں

نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ قبائل عرب میں سے مسلمان جس قبیلہ سے چاہیں معاہدہ کر لیں اور قریش جس کو چاہیں۔ اپنا حلیف بنا لیں۔ دونوں فریق اس معاملہ میں آزاد ہیں

۵۔ فریقین دس سال تک نہ لڑیں گے۔ اور اس مدت میں امن و امان کے ساتھ رہیں گے۔

ان شرائط میں تیسری شرط مسلمانوں کے لئے بظاہر نہایت سخت تھی مسلمانوں کو اس کا سخت ملال تھا۔ اسی اثنار میں جب کہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ سہیل کے بیٹے ابو جندل مکہ سے بھاگ کر مسلمانوں میں پہنچ گئے۔ ابو جندل مسلمان ہو چکے تھے۔ کافروں نے ان کو زنجیروں میں باندھ رکھا تھا اور سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ ابو جندل نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جسم کے زخموں کو دکھایا اور فریاد کی۔ حضور نے سہیل سے فرمایا۔ "بہتر ہے کہ آپ ابو جندل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیں۔" سہیل نے کہا۔ "شرائط پر عمل کرنے کا یہ پہلا موقع ہے۔ آپ ابو جندل کو ہمارے حوالہ کر دیں۔" حضور نے فرمایا۔ "ابھی صلح نامہ لکھا نہیں گیا ہے۔" سہیل نے کہا۔ "اگر آپ کو یہ منظور نہیں ہے۔ تو پھر ہم کو بھی صلح منظور نہیں ہے۔" "آخر شرائط صلح کے مطابق حضور نے ابو جندل کو واپس کر دیا۔ مسلمانوں کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔ اور حضرت عمرؓ کو تو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ ضبط و صبر باقی نہ رہا۔ فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! کیا آپ خدا کے نبی نہیں ہیں۔" حضور نے فرمایا۔ "بیشک میں خدا کا سچا نبی ہوں۔" حضرت عمرؓ نے کہا۔ "کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔" حضور نے فرمایا۔ "ہاں! ہم حق پر ہیں۔" عمرؓ نے عرض کیا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ہم مشرکوں سے اپنے سچے دین میں یہ ذلت

گوارا کریں"۔ حضور نے فرمایا۔ "میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ خدا کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتا۔ خدا میری مدد کرے گا۔ اور مجھ کو ہرگز ذلیل و خوار نہ فرمائے گا"۔ حضورؐ کے جواب کو سن کر حضرت عمرؓ کا غصہ فرو ہو گیا۔ اپنی جرات اور گستاخانہ معروضات پر زندگی بھر ان کو افسوس رہا۔ اور اس کے کفارہ کے لئے انہوں نے نمازیں پڑھیں۔ خیرات کی اور بہت سے غلام آزاد کئے۔

اس کے بعد حضورؐ نے معاہدہ کی کتابت کے لئے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا۔ حضرت علیؓ نے اسلامی قاعدے کے مطابق سرنامہ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی۔ سہیل نے کہا یہ نہ لکھو۔ وہی الفاظ لکھو۔ جو قدیم سے عرب میں لکھے جاتے ہیں یعنی باسمک اللّٰھم۔ حضور نے حضرت علیؓ کو حکم دیا۔ اسی طرح لکھو۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے لکھا۔ ھذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ و سھیل بن عمرو۔ سہیل نے اس پر بھی اعتراض کیا۔ اور کہا۔ اگر ہم آپ کو خدا کا پیغمبر مان جاتے۔ تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ اپنا اور اپنے والد کا نام لکھوایئے۔ حضور نے فرمایا۔ تم مانو یا نہ مانو۔ میں یقیناً خدا کا رسول ہوں۔ یہ کہہ کر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا۔ کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دیں"۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ "یہ کام مجھ سے نہ ہوگا"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مجھ کو بتاؤ۔ تم نے رسول اللہ کا لفظ کہاں لکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ کے لفظ پر انگلی رکھ دی۔ اور حضورؐ نے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا۔

عہد نامہ کی کتابت ہو جانے پر فریقین کے لوگوں نے اس پر دستخط کئے۔ اور صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ یہ صلح نامہ حقیقت میں مسلمانوں کا ایک سخت امتحان تھا۔ ایک طرف خدا اور رسول خدا کی اطاعت کا جذبہ تھا۔ تو دوسری جانب وہ شرائط صلح جن سے اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہوتی تھی۔ پھر سب سے زیادہ

اشتعال انگیز منظر یہ تھا۔ کہ ابوجندل بیڑیاں پہنے ہوئے زخموں سے چور سامنے کھڑے ہیں۔ چودہ سو مسلمانوں سے فریاد کر رہے ہیں۔ لیکن اپنی زبان سے اُف نہیں کر سکتا۔ حضور نے اس منظر کو دیکھا۔ ابوجندل کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "ابوجندل! صبر اور ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے لئے اور تمہارے کمزور و مظلوم ساتھیوں کے لئے کوئی راہ نکالے گا۔ اب صلح ہو چکی ہے۔ اور ہم ان لوگوں (یعنی مشرکین مکّہ) سے بدعہدی نہیں کر سکتے"۔ ابوجندل حضور کا یہ ارشاد سن کر واپس چلے گئے۔ اس کے بعد مغموم صحابہ کی طرف توجہ فرمائی۔ اور قربانی کا حکم دیا۔ لیکن صحابہ رضؓ اس معاہدہ سے اس قدر متاثر تھے۔ کہ ان میں سے ایک شخص بھی تعمیل حکم کے لئے نہ اٹھا۔ حضورؐ نے تین مرتبہ قربانی کا حکم فرمایا۔ جب کسی نے اس جانب توجہ نہ کی۔ تو آپ اپنی بیوی حضرت ام سلمہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام سلمہ رضؓ نے کہا۔ "حضورؐ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ باہر نکل کر خود قربانی کریں۔ اور سر کے بال منڈا کر احرام کھول دیں"۔ یہ سن کر حضور باہر تشریف لائے۔ قربانی کی۔ سر کے بال منڈائے اور احرام کھول ڈالا۔ صحابہؓ نے یہ دیکھ کر یقین کر لیا۔ کہ عہدنامہ میں اب کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد سب نے قربانیاں کر ڈالیں۔ اور سر منڈا کر احرام کھول ڈالا۔

معاہدہ کے فوائد

عہدنامہ کی تکمیل کے بعد تین روز تک حضورؐ حدیبیہ میں رہے۔ اور پھر مدینہ کو واپس ہوئے۔ راستہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی:

انا فتحنا لك فتحا مبينا	اے محمد! یہ حدیبیہ کی صلح گویا ہم نے تجھے کھلی
ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك	ہوئی فتح عطا کی ہے۔ تاکہ تو اور زیادہ کوشش

وما تأخّر و يتم نعمته عليك و يهديك صراطاً مستقيماً و ينصرك الله نصراً عزيزاً۔ الخ

کرے۔ اور اس کوشش کے صلہ میں اللہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ بخشش دے۔ اپنی نعمت تجھ پر تمام کرے۔ اور راہ راست پر تجھ لو لے چلے۔ اور تیری زبردست مدد کرے۔

خداوند تعالیٰ نے سورۂ فتح کی مذکورہ بالا آیت میں حدیبیہ کی صلح کو جس کو مسلمان عام طور پر شکست کرتے تھے۔ فتح نمایاں کے الفاظ سے تعبیر کی ہے واقعہ یہی ہے۔ کہ یہ صلح حقیقت میں مسلمانوں کی کھلی ہوئی فتح تھی۔ اور مسلمانوں کو اس سے بڑے بڑے فائدے حاصل ہوئے تھے۔ مثلاً

۱۔ مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان اس وقت تک کھلی ہوئی عداوت تھی۔ اور قریش مکہ ہر وقت مسلمانوں کے استیصال کے فکر میں لگے رہتے تھے۔ اس صلح سے عرب میں امن وسکون پیدا ہو گیا۔ اور عداوت کے جذبات اگرچہ ختم نہیں ہوئے تو کم ضرور ہو گئے۔

۲۔ اس وقت مکہ اور مدینہ کے درمیان لوگوں کے آنے جانے کا راستہ غیر محفوظ تھا۔ نہ مکہ کا آدمی مدینہ جا سکتا تھا۔ اور نہ مدینہ کے لوگ مکہ جا سکتے تھے۔ اس صلح نے اس رکاوٹ کو دور کر دیا۔ اور مکہ و مدینہ کے لوگ ان شہروں میں آنے جانے لگے اور کاروبار کرنے لگے۔

۳۔ اس وقت تک مسلمان قبائل عرب سے بالکل بے گانہ تھے۔ اور آپس میں بہت کم میل جول تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کے خیالات اور اسلام کی تعلیم سے قبائل آشنا نہ ہوتے تھے۔ اس معاہدہ نے آپس کے تعلقات کو شگفتہ کر دیا قبائل عرب و مسلمان ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ اور غیر مسلموں کو مسلمانوں کی معاشرت اور اسلام کی تعلیم پر غور کرنے اور اس سے فائدہ

اٹھانے کا موقع ملا۔ اور تبلیغ اسلام کے راستے کھل گئے۔

۴۔ اس وقت تک حضور کو عرب کے دور دراز علاقوں اور غیر ممالک میں تبلیغ اسلام کا موقع نہ ملا تھا۔ اس لئے کہ قریش کی عداوت اور لٹیرے قبائل اکثر حضور کو اپنی طرف متوجہ رکھتے تھے۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد حضورؐ اور مسلمانوں کو اطمینان میسر ہوا۔ اور حضور نے سلاطین عصر و روساءِ اقوام کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ اور باقاعدہ اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔

۵۔ صلح حدیبیہ کے بعد لوگوں کو اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کی پاکیزہ عادات و خصائل پر غور کرنے کا موقعہ ملا۔ وہ آہستہ آہستہ اسلام کے قریب آنے لگے۔ یہاں تک کہ صلح حدیبیہ کے بعد بہت سے لوگوں نے کسی تحریک کے بغیر خود اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ اسی زمانہ میں حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عمرؓ بن العاص جیسی محترم ہستیوں نے اسلام قبول کر لیا۔

مختصر یہ کہ سورۂ فتح کے نازل ہونے پر حضورؐ کا چہرہ مسرّت سے دمک اٹھا آپ نے حضرت عمرؓ کو طلب فرما کر کہا "یہ آیت نازل ہوئی ہے" حضرت عمرؓ نے سورۂ فتح کی ابتدائی آیت سن کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! کیا حدیبیہ کی صلح فتح ہے" حضور نے فرمایا۔ "ہاں فتح اور کھلی ہوئی فتح ہے۔" حضور کا یہ ارشاد سن کر حضرت عمرؓ اور مسلمانوں کو اطمینان ہو گیا۔ نتائج مابعد نے بظاہر دب کر صلح کرنے کے فوائد کو ظاہر کر دیا۔

صلح نامہ کی ایک شرط کی تشریح

معاہدہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ جو شخص مسلمان ہو کر مکہ سے

چلا جائے گا۔ مسلمان اس کو مدینہ میں نہ رکھیں گے۔ بلکہ اس کو مکہ واپس بھیج دیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے اس شرط کو صرف مردوں کے لئے مخصوص کر دیا۔ اور عورتوں کے متعلق سورہ ممتحنہ میں یہ خاص حکم نازل فرمایا۔

یا ایھا الذین امنوا اذا جاءکم المومنت مھاجرات فامتحنوھن اللہ اعلم بایمانھن فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن واتوھم ما انفقوا ولا جناح علیکم ان تنکحوھن اذا اتیتموھن اجورھن ولا تمسکوا بعضکم الکوافر الخ

مؤمنو! تمہارے پاس مومن عورتیں جب ہجرت کر کے آئیں۔ تو تم ان کو جانچو۔ گو اللہ ہی ان کے ایمانوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر اگر تم ان کو مومنہ جانو۔ تو انہیں کفار کے حوالہ نہ کرو۔ نہ وہ عورتیں کافروں کو حلال ہیں۔ ان کافروں کو اتنا دے دو۔ جتنا انہوں نے ان عورتوں پر خرچ کیا اور تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ ان کا حق مہر دے کر تم ان سے نکاح کر لو۔ اور کافر عورتوں کو تم اپنے نکاح میں نہ رکھو۔

خداوند تعالیٰ نے اپنے اس حکم میں اس کی مصلحت بھی بیان کر دی ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جو عورتیں مسلمان ہو کر آئیں۔ اور ایمان کے امتحان میں وہ پوری اتریں۔ چونکہ وہ کافروں کے لئے حلال نہیں رہتیں۔ اس لئے ان کو واپس نہیں دینا چاہیئے۔ بلکہ کافروں نے ان کی ذات پر جو کچھ خرچ کیا ہے۔ صرف اتنا زر نقد ان کو دے دینا چاہیئے۔ پھر آخر میں یہ حکم دیا ہے۔ کہ اے مسلمانو! تم کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ یعنی اس وقت تک تمہاری جو بیویاں کفر پر قائم ہوں۔ ان کو علیحٰدہ کر دو۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت عمرؓ نے اپنی دو بیویوں کو جو کافر تھیں۔ طلاق دے دی۔

صلح نامہ کی ایک اور شرط کا خاتمہ

مکہ میں مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت تھی۔ جس نے کسی مجبوری سے اب تک ہجرت نہ کی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد کفار نے ان پر غیر معمولی سختیاں شروع کر دیں۔ طرح طرح کی تکلیفیں دے کر ان کو اسلام سے پھیرنا چاہا۔ لیکن وہ ثابت قدم رہے۔ اور اسلام کو ترک نہ کیا۔ جب کفار کی سختیاں حد سے بڑھ گئیں۔ تو وہ لوگ بھاگ بھاگ کر مدینہ میں آنے لگے۔ اور معاہدہ کی شرط کی بنا پر حضور کو انہیں واپس کرنا پڑا۔ اسی سلسلہ میں ایک یہ واقعہ بھی پیش آیا۔ کہ ابوبصیر نامی ایک مسلمان مکہ سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ حضور سے پناہ طلب کی۔ حضورؐ نے معاہدہ شرط کے مطابق ابوبصیر کو قریش کے حوالہ کر دیا۔ وہ ان کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچ کر ان میں سے ایک کو ابوبصیر نے مار ڈالا۔ اور دوسرا خوف زدہ ہو کر مدینہ کو بھاگا۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ اتنے میں ابوبصیر بھی پہنچ گئے۔ حضور سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ، معاہدہ کی شرط کے مطابق آپ مجھ کو کافروں کے حوالہ کر چکے۔ آپ پر اب کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ یہ کہہ کر ابوبصیر چل دیئے۔ اور مقام عیص میں جو سمندر کے کنارے تھا۔ اقامت اختیار کی۔ مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ ابوبصیر نے پناہ کی ایک جگہ بنا لی ہے۔ تو وہ بھاگ بھاگ کر آنے لگے۔ چند روز میں ایک اچھی خاصی جمعیت ابوبصیر کے پاس ہو گئی۔ ان لوگوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کو لوٹنا شروع کیا۔ یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔ اور یہی دلپسند شغل۔ جب قریش نے اپنی شامی تجارت میں ان غارت گروں کو مزاحم پایا۔ تو انہوں نے حضور کو یہ اطلاع دی۔ کہ معاہدہ حدیبیہ کی تیسری شرط کو ہم واپس لیتے ہیں۔ اب جو

مسلمان مکّہ سے مدینہ چلا جائے۔ ہم اس کو واپس طلب نہ کریں گے۔ اس اطلاع کے بعد حضور ابو بصیر کے گروہ کو اپنے پاس مدینہ میں بلا لیا۔ اور اس تدبیر سے قریش مکّہ کا تجارتی راستہ کھل گیا۔

سلاطین عصر اور روسائے عرب کو اسلام کے دعوتی خطوط

صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور کو کسی قدر اطمینان و سکون میسّر ہوا۔ تو آپ نے سلاطین عصر اور روسائے عرب کو اسلام کے دعوتی خطوط لکھوا کر بھجوائے۔ اور جو انگوٹھی خطوط پر مہر لگانے کے لئے حضورؐ نے بنوائی تھی۔ اس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ خطوط پر اس سے مہر لگائی۔

حضورؐ نے نو خط لکھوائے:-

۱ - اوّل روم کے بادشاہ قیصر کے نام جس کو حضرت دحیہ کلبی لے کر گئے تھے۔

۲ - دوسرا حاکم یمامہ کے نام جس کو سلیط بن عمرو بن عبد شمس لے کر گئے تھے۔

۳ - تیسرا بحرین کے والی منذر بن ساوی کے نام جس کو علاء بن حضرمیؓ لے کر گئے تھے۔

۴ - چوتھا عمان کے حاکم کے نام جس کو حضرت عمروؓ ابن العاص لے کر گئے تھے۔

۵ - پانچواں شاہ مصر کے نام جس کو حاطب بن ابی بلتعہ لے کر گئے تھے۔

۶ - چھٹا حاکم دمشق حارث غسانی کے نام جس کو شجاع بن مرہب،

اسدی لے کر گئے تھے۔

۷۔ ساتواں شاہ حبش کے نام۔ عمرو بن امیہ ضمیری لے کر گئے تھے۔

۸۔ آٹھواں خسرو پرویز شاہ ایران کے نام جس کو عبداللہ بن حذافہ سہمی لے کر گئے تھے۔

۹۔ نانواں والئے بصرہ کے نام۔

وحیہ کلبی قیصر روم کے نام کا خط لے کر حارث غسانی کے پاس بصرٰ میں پہنچے۔ حارث نے ان کو ہرقل شاہ روم کے پاس بھجوا دیا۔ جو ان ایام میں بیت المقدس میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہرقل نے حضورؐ کے خط کو پڑھوایا۔ جس میں لکھا ہوا تھا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے۔ یہ خط روم کے رئیس اعظم ہرقل کے نام ہے۔ اس شخص پر سلامتی ہو۔ جو ہدایت وحق کا پیرو ہے۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام قبول کرلے۔ سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوگنا اجر دے گا۔ اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو اہل ملک کا گناہ تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! اس بات کو قبول کرنے کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اگر تم اس بات کو نہیں مانتے۔ تو اس بات کے گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔

ہرقل نے خط کو سن کر حکم دیا۔ کہ عرب کا کوئی ایسا شخص تلاش کر کے لاؤ جو نبی عرب کا ہم قدم ہو۔ چنانچہ لوگ ڈھونڈ کر ابوسفیان کو لائے۔ جو ان

ایام میں تجارتی غرض سے شام میں آئے ہوئے تھے۔ اور مقام غزہ میں مقیم تھے۔

ہرقل نے شان و شوکت سے دربار منعقد کیا۔ تمام مذہبی پیشوا اور روسا دربار میں بلائے گئے۔ ابوسفیان اور ان کے ساتھی جو سب کے سب کافر تھے۔ جب دربار میں پہنچے۔ تو ہرقل نے ان سے پوچھا۔ تم میں اس مدعیٔ نبوت کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟" ابوسفیان نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں ہوں"۔ ہرقل نے کہا۔ "مدعی نبوت خاندان کے اعتبار سے کیسا ہے؟" ابوسفیان نے کہا۔ نسب کے اعتبار سے بہت اچھا اور شریف ہے۔" ہرقل نے پوچھا "کیا اس کے خاندان میں سے کسی اور نے بھی اس سے پہلے نبوت کا دعویٰ کیا تھا؟" ابوسفیان نے کہا۔ "نہیں"۔ ہرقل نے پوچھا۔ "اس شخص کے پیرو کمزور و غریب لوگ ہیں۔ یا مالدار و صاحب اقتدار"۔ ابوسفیان نے کہا۔ "کمزور ضعیف لوگ"۔ ہرقل نے کہا۔ "اس کے بڑھتے ہیں۔ یا گھٹتے جاتے ہیں۔" ابوسفیان نے کہا۔ "برابر ان کی تعداد بڑھ رہی ہے"۔ ہرقل نے پوچھا۔ "کبھی کسی معاملہ میں اس نے تمہارے سامنے جھوٹ بھی بولا ہے"۔ ابوسفیان نے کہا۔ "نہیں"۔ ہرقل نے پوچھا۔ "کیا اس نے عہد و قرار کے بعد کبھی خلاف ورزی عہد بھی کی ہے؟" ابو سفیان نے کہا۔ "اس وقت تک تو اس نے کسی عہد یا قول اقرار کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ لیکن حال میں اس سے ہمارا ایک نیا عہد نامہ ہوا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس معاہدہ پر قائم رہے گا یا نہیں"۔ ہرقل نے پوچھا۔ "وہ کس بات کی تعلیم دیتا ہے؟" ابوسفیان نے کہا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک قرار نہ دو۔ نماز پڑھو۔

سچ بولو۔ رشتہ داروں اور عزیزوں سے سلوک کرو۔ اور پاک دامن رہو۔
ہرقل نے پوچھا۔ "اس کے پیرو لوگوں میں سے کسی نے اس کو چھوڑ بھی دیا ہے؟" ابوسفیان نے کہا "نہیں۔"

اس کے بعد ہرقل نے ابوسفیان سے کہا۔ "تم نے بتایا ہے کہ مدعیٔ نبوت نسب کے اعتبار سے شریف ہے۔ میں تم کو بتا دینا چاہتا کہ پیغمبر شریف خاندان میں ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پھر تم نے بتایا۔ کہ اس خاندان میں آج تک کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو میں یہ خیال قائم کرتا کہ اس شخص کا دعوئے نبوت خاندانی اثر ہے۔ پھر تم نے بتایا۔ کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ نبی کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اور جو شخص آدمیوں پر جھوٹ بات نہیں کہتا۔ وہ خدا پر جھوٹ کیوں کر باندھ سکتا ہے۔ پھر تم نے بتایا کہ اس کے پیرو غریب ہیں۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ ابتداء میں پیغمبر کے پیرو غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔ پھر تم نے بتایا۔ کہ اس نے عہد و اقرار کی خلاف ورزی نہیں کی۔ پیغمبر واقعی دغا فریب نہیں کرتا۔ پھر تم نے بتایا۔ کہ اس کے پیرو بڑھ رہے ہیں۔ سچا مذہب ہمیشہ ترقی ہی کرتا ہے۔ پھر تم نے بتایا کہ وہ نماز و تقویٰ کی ہدایت کرتا ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے۔ تو یقیناً وہ میری قدم گاہ تک پہنچ جائے گا۔ مجھ کو یہ تو معلوم تھا۔ کہ پیغمبر آنے والا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ تھا۔ کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ اگر میں اس کے پاس پہنچ سکتا۔ تو ضرور اس کے قدم دھو کر پیتا۔

ہرقل کے بیان کو سن کر مذہبی پیشوا۔ رؤسائے قوم اور فوجی افسر برہم ہو گئے۔ اور ہرقل نے ان کے مخالف ہو جانے کا اندیشہ محسوس کیا۔

اس نے اپنے جذبات کو دبایا۔ اور جو نور اسلام اس کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ وہ ارکانِ دولت کی عداوت و دشمنی کے خوف سے بجھ گیا۔

شاہ مصر مقوقش کے نام جو خط لکھا گیا تھا۔ اس کے جواب میں اس نے حضور کو لکھا۔ "محمد بن عبداللہ کے نام مقوقش رئیس قبط کی طرف سے سلام علیک کے بعد واضح ہو وے کہ میں نے آپ کا خط پڑھا۔ حال معلوم ہوا۔ مجھے یہ تو معلوم تھا۔ کہ ابھی ایک نبی اور باقی ہے۔ جس کا ظہور ہونے والا ہے۔ لیکن میرا یہ خیال تھا۔ کہ وہ نبی شام میں پیدا ہو گا۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی۔ میں آپ کے پاس ایسی دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جن کی مصری قوم میں بڑی عزت ہے۔ اور آپ کے لئے کپڑا اور سرداری کے لئے ایک خچر بھی ہدیتہ روانہ کرتا ہوں"

شاہ مصر نے حضور کے قاصد کی بڑی عزت کی۔ لیکن اسلام قبول نہ کیا۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ اس نے جو لڑکیاں حضور کی خدمت میں بھیجی تھیں۔ ان میں ایک ماریہ قبطیہ تھیں۔ اور دوسری سیرین۔ یہ دونوں بہنیں تھیں۔ ماریہ اور سیرین دونوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ماریہ سے حضور اکرم نے نکاح کر لیا۔ اور سیرین کو حسان بن ثابت کے نکاح میں دے دیا گیا۔

دمشق کے والی حارث غسانی کے نام جو خط بھیجا گیا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ "اس شخص پر خدا کی رحمت ہو۔ جو ہدایت کا پیرو ہوا۔ اور اس پر ایمان لایا۔ میں تجھ کو یہ دعوت دیتا ہوں۔ کہ ایک خدا پر ایمان لے آ۔ جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر تو ایمان لے آئے گا۔ تو تیرے ملک کو باقی رکھا جائے گا۔

حارث اس خط کو دیکھ کر بہت برہم ہوا۔ اور کہا۔ "کون ہے۔ جو میرا ملک

مجھ سے چھینے گا۔ میں خود اس کی طرف جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے فوج کی تیاری کا حکم دیا۔ مدتوں تک مدینہ اور اطراف مدینہ میں اس کے حملہ آور ہونے کا خطرہ رہا۔ آخر موتہ اور تبوک کی لڑائیاں اسی سلسلہ میں پیش آئیں۔

شاہ حبشہ نجاشی کے نام حضور نے جو خط بھیجا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے رسول محمد کی جانب سے نجاشی اصحم شاہ حبشہ کے نام

تجھ پر سلامتی ہو۔ میں تیرے سامنے اس اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ جو ظاہر و باطن کا بادشاہ ہے۔ عیبوں سے پاک ہے۔ امن دینے والا اور نگہبان ہے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ خدا کی روح اور خدا کا کلمہ ہیں۔ جس کو خدا نے پاک مریم میں ڈالا۔ اور وہ حاملہ ہوئیں۔ چنانچہ خدا نے عیسیٰ کو اسی طرح اپنی روح اور اپنی نفخ سے پیدا کیا۔ جس طرح آدم کو ہاتھ سے اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ میں تجھ کو اس خدا کی پرستش کی دعوت دیتا ہوں۔ جو اکیلا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں ہے اس کی اطاعت اور محبت کی دعوت دیتا ہوں۔ تو میرا اتباع کر اور میرے پاس جو چیز خدا کی طرف سے آئی ہے۔ اس پر ایمان لا۔ (قرآن مجید) میں بلاشبہ خدا کا رسول ہوں۔ میں نے تیرے پاس اپنے چچازاد بھائی جعفر کو بھیجا ہے۔ اس کے ساتھ چند مسلمان اور ہیں۔ وہ جب تیرے پاس پہنچیں۔ تو ان کے سامنے اسلام و ایمان کا اعتراف کر۔ اور سرکشی کو ترک کر دے۔ میں تجھ کو اور تیرے لشکر کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اپنی رسالت کی تبلیغ کے فرض کو ادا کر دیا۔ اور تجھ کو سمجھا دیا۔ تو میری نصیحتوں کو قبول کر اور سلامتی ہو۔ اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو کار ہے۔

نجاشی نے اس کے جواب میں حضور کو یہ عریضہ لکھا۔

"خدا کے رسول محمد کے نام۔ نجاشی اصحم بن حرشاہ حبشہ کی طرف سے۔ اے خدا کے رسول۔ آپ پر خدا کی طرف سے سلامتی اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی خدا ہے جس نے ہم کو اسلام کی ہدایت مرحمت فرمائی ہے۔ اس کے بعد واضح ہو کہ آپ کا گرامی نامہ مجھ کو ملا۔ خدا کے رسول آپ نے عیسیٰ کی بابت جو کچھ لکھا ہے۔ زمین و آسمان کے مالک خدا کی قسم! میں اپنی رائے سے اس میں کچھ بھی زیادہ نہ کروں گا۔ عیسیٰ بلا شبہ ایسے ہی ہیں۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ ہم نے اس چیز کو پہچان لیا۔ جس کو آپ لے کر آئے ہیں۔ اور ہم نے آپ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کے روبرو اس کا اعتراف کیا۔ میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔ میں نے آپ کی بیعت کر لی۔ اور آپ کے چچازاد بھائی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ میں اللہ رب العالمین پر ایمان لے آیا۔ میں آپ کے پاس اپنے بیٹے کو بھیجتا ہوں۔ صرف اپنی ذات پر اختیار رکھتا ہوں۔ اگر آپ مجھ کو طلب فرمائیں گے۔ تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ جو کہتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ اے خدا کے رسول آپ پر سلامتی ہو۔"

مورخین کا بیان ہے۔ کہ جس وقت حضور کا گرامی نامہ نجاشی کے پاس پہنچا۔ اس وقت وہاں حضورؐ کے بھائی جعفر طیارؓ موجود تھے۔ جو مکہؔ سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ اس وقت تک وہیں مقیم تھے۔ نجاشی نے ان کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی۔ اور اس کے بعد اپنے بیٹے کو ساٹھ مصاحبوں کے ہمراہ حضورؐ کی خدمت میں روانہ کیا۔ لیکن وہ کشتی جس پر یہ جماعت آرہی

تھی۔ ڈوب گئی۔

مورخین لکھتے ہیں۔ کہ مکہ سے جو لوگ ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ ان میں امیر معاویہؓ کی حقیقی بہن ام حبیبہؓ بھی تھیں۔ ان کے شوہر کا حبشہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ تو حضور نے نجاشی شاہ حبشہ کو لکھا۔ کہ" ام حبیبہؓ کو میری طرف سے نکاح کا پیام دو۔ اور میرے پاس بھیج دو"۔ نجاشی نے اس خدمت پر خالد بن سعید ابن العاص کو مامور کیا۔ اور خالدؓ حضورؐ کی طرف سے ایجاب و قبول ادا کیا۔ نجاشی نے حضور کی طرف سے چار سو اشرفیاں مہر کی ادا کیں۔ اس کے بعد ام حبیبہؓ کو کشتی میں بٹھا کر مدینہ کو بھیج دیا۔ ام حبیبہؓ اس وقت مدینہ میں پہنچیں جس وقت حضور خیبر کی جنگ پر تشریف لے گئے تھے۔ اور وہیں اقامت پذیر تھے۔

خسرو پرویز شاہ ایران کے نام حضورؐ نے جو خط روانہ کیا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خدا کے رسول محمدؐ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کے نام

سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہوا۔ خدا اور خدا کے رسول پر ایمان لائے۔ اور اس بات کی گواہی دے کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اس کے بعد واضح ہو۔ کہ بلاشبہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اور خدا نے مجھ کو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ میں ہر زندہ شخص کو خدا سے ڈراؤں۔ تو اسلام قبول کر لے۔ سلامت رہے گا۔ اور اگر تو اسلام قبول کرنے سے انکار کرے گا۔ تو تمام مجوسیوں کی گمراہی کا وبال بھی تیری گردن پر ہی ہو گا۔

حضورؐ کے گرامی نامہ میں چونکہ حضور کا نام پہلے تھا۔ اور شاہ ایران کا بعد میں اس لئے شاہ ایران کے اس کو اپنی توہین و تحقیر پر محمول کیا۔ اور کہا کہ میرا غلام ہو کر مجھ کو اس طرح لکھتا ہے۔" اس کے بعد حضور کے گرامی نامہ کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ پھر یمن کے حاکم باذان کو یہ حکم بھیجا۔ کہ کسی شخص کو حجاز بھیجو کہ وہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے دربار میں لے آئے۔" باذان نے حکم کے مطابق دو شخصوں کو مدینہ بھیجا۔ انہوں نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ شہنشاہ دو عالم کسریٰ نے تم کو بلایا ہے۔ اگر تم انکار کرو گے تو تم کو اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کر دے گا۔" حضور نے ان سے فرمایا۔ "تم واپس جاؤ اور کسریٰ سے کہہ دو۔ کہ اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایۂ تخت تک پہنچ گئی"۔ یہ دونوں شخص واپس چلے آئے۔ اور کسریٰ کو حضورؐ کا پیغام پہنچا دیا۔ یہ لوگ حضور کا پیغام پہنچا کر یمن میں پہنچے ہی تھے۔ کہ ایران سے یہ اطلاع آئی۔ کہ خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے خسرو پرویز کو مار ڈالا ہے۔

روسائے عرب یعنی حاکم یمامہ والئے بحرین، اور عمان کے رئیس کے نام جو خطوط حضور نے بھجوائے تھے۔ ان کے جوابات بھی مختلف قسم کے آئے۔ رئیس یمامہ نے لکھا تھا۔ کہ تمہاری باتیں ضرور اچھی ہیں لیکن حکومت میں میرا حصہ ضرور مقرر کیا جائے۔ تو اتباع کے لئے تیار ہوں۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا۔ "میرے پاس زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں اس کو نہ دوں گا۔

متفرق واقعات

۱۔ اس سال ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ کہ مقام یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کا

ایک سردار ثمامہ ابن اثال گرفتار ہو کر مدینہ میں آیا۔ حضور کے حکم کے مطابق اس کو مجرم کی حیثیت سے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ جو کئی روز تک بندھا رہا۔ حضور جب مسجد نبوی میں تشریف لاتے۔ اور اس ستون کے قریب سے گزرتے۔ تو ثمامہ سے دریافت کرتے "کہو کیا حال ہے؟" اس کے بعد اس کو مسلمان ہو جانے کی ترغیب دیتے۔ ثمامہ حضور کے اشاروں کا سختی سے جواب دیتا۔ لیکن حضور اس سے ذرا بھی متاثر نہ ہوتے۔ آخر ایک روز جبکہ حضور نے باطنی نور سے دیکھ لیا۔ تو اس کو ستون سے کھول دینے کا حکم دیا۔ ثمامہ نے جو اپنی قوم کا بہادر تھا۔ مسجد سے باہر جا کر ایک درخت کے پیچھے غسل کیا۔ اور واپس آکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس قدر بلند آواز سے کلمۂ توحید پڑھا۔ کہ مسجد گونج اٹھی۔ ثمامہ بن اثال مخلص مسلمان ثابت ہوا۔ اس نے اپنے ملک میں پہنچ کر اپنی اسلامی محبت اور قومی عصبیت کا عجیب و غریب مظاہرہ کیا یعنی اس کے ملک سے مکّہ کو جو غلہ جایا کرتا تھا۔ روک دیا۔ لوگوں سے کہہ دیا۔ کہ جو خدا اور خدا کے رسول کے دشمن ہیں۔ ان کو اپنے ملک کا ایک دانہ بھی نہ دو۔ چنانچہ غلہ روک دیا گیا۔ مکہ کے لوگوں کو اس سے سخت تکلیف پہنچی۔ اہل مکہ نے قبیلہ بنو حنیفہ کو راضی کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن ثمامہ نے کسی کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخر کار حضورؐ کی سفارش سے اہل مکّہ غلہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

۲۔ قبیلہ عکل اور عرینہ کے چند لوگ مدینہ میں آئے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ چند روز بعد انہوں نے عرض کیا۔ کہ مدینہ کی آب و ہوا ہم کو راس نہیں آئی۔ اور ہم بیمار ہو گئے ہیں۔ حضور نے حالت دریافت کی۔ تو انہوں نے کہا۔

"ہم اپنے وطن میں اونٹ اور بکریوں کا دودھ پیتے تھے۔ اور یہی ہماری غذا تھی۔ مدینہ میں ہم کو دودھ کی بجائے غلہ کھانے کو ملا۔ اس لئے ہم بیمار ہو گئے"
حضور نے ان کو حکم دیا۔ کہ "تم مدینہ سے باہر چراگاہ میں چلے جاؤ۔ صدقات کے اونٹوں اور بکریوں کا دودھ پیا کرو۔" چنانچہ یہ لوگ چراگاہ میں چلے گئے۔ چند روز میں توانا اور تندرست ہو گئے۔ ایک دن ان کی نیت میں فتور پیدا ہوا۔ انھوں نے اونٹوں اور بکریوں کے محافظ یسارؓ کو باندھ کر اول ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے۔ اور پھر زبان اور آنکھیں چھائیں۔ اس کے بعد ناک اور کان کاٹ کر ان کو تپتی زمین پر دھوپ میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ ان کی روح قالب عنصری سے پرواز کر گئی۔ اس کے بعد یہ لوگ اونٹوں کو لے کر بھاگ گئے۔ حضور کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کے تعاقب میں آدمی دوڑائے وہ ان کو پکڑ کر لے آئے۔ حضورؐ نے غریب چرواہے حضرت یسارؓ کے قصاص میں ان لوگوں کو اسی طرح سخت سزائیں دیں جس طرح انھوں نے حضرت یسارؓ کو دیں۔ یہاں تک کہ وہ مر گئے۔ اس کے بعد حضورؐ نے اس طریقہ کی سزا کو منع فرما دیا۔ اور ناک کان کاٹنے یا جسم کے اعضاء بگاڑنے کو قطعی حرام کر دیا۔

۷ھ کے واقعات

صلح حدیبیہ کے بعد جب حضور قریش مکہ کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ تو حضور نے یہود کی شرارتوں، بدعہدیوں اور مسلسل غداریوں کا خاتمہ کر دینا چاہا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ قریش کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود تھے حضور نے مدینہ میں آنے کے بعد ان کے ساتھ غیر معمولی رعایات

کی تھیں۔ ان کو ہر قسم کی آزادی دے دی تھی۔ اور وہ اطمینان سے اپنا کاروبار کر رہے تھے۔ لیکن ان کی فطری شرارت اور غداری کیوں کر ختم ہو سکتی تھی۔ ان کو جب موقع ملا۔ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی تجویزوں۔ تدبیروں یہاں تک کہ لڑائیوں میں بھی انہوں نے شرکت کی۔ حضور نے اگرچہ ان کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ان کو مدینہ اور اطراف مدینہ سے نکال دیا تھا۔ ان کی تعداد خیبر میں چلی گئی تھی۔ لیکن خیبر میں بھی وہ اپنی غداریوں سے باز نہ آئی۔ جنگ احزاب انہیں کی شرارتوں کا نتیجہ تھی۔ اور غزوہ بنو قریظہ بھی انہیں کی غداریوں سے وقوع میں آیا تھا۔

اٹھائیسویں مہم۔ غزوہ خیبر

جنگ احزاب میں ناکامی اور پھر بنو قریظہ کے خاتمہ کے بعد خیبر کے یہود مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے تھے۔ اور اس فکر میں لگے رہتے تھے۔ کہ جس طرح ممکن ہو۔ معاذ اللہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے خیبر کے قلعوں کو جن کی تعداد چھ یا سات تھی۔ خوب آراستہ کیا۔ اور ناقابل تسخیر بنا دیا۔ اور اس کے بعد تقریباً بیس یا پچیس ہزار فوج یہود اور بعض قبائل عرب میں سے جمع کی۔ اس زمانہ میں خیبر کا رئیس اسیر بن زرام تھا۔ جس نے لوگوں کو جمع کر کے بتایا تھا۔ کہ "میں محمد سے اس طریقے پر جنگ نہ کروں گا۔ جس طریقہ پر یہود کے پہلے سرداروں نے کی تھی۔ بلکہ میں خود فوج کثیر لے کر جاؤں گا۔ اور مدینہ پر حملہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے کافی فوج فراہم کر لی۔

حضور کو یہود کی تیاریوں کی خبر ملی۔ تو آپ نے تحقیق حال کے لئے عبداللہ بن رواحہؓ کو خیبر بھیجا۔ عبداللہ بن رواحہ نے خیبر پہنچ کر خود اسیر بن زرام کی زبانی

چھپ کر ان کی تیاریوں کا حال سن لیا۔ واپس آکر حضور سے بیان کر دیا۔ حضورؐ نے معاملہ کو آشتی و صلح سے طے کرنے کے لئے پھر عبداللہؓ بن رواحہ کو چند آدمیوں کے ہمراہ بھیجا۔ اور حکم دیا۔ کہ اسیر بن زرام سے جاکر یہ کہو کہ حضور نے یہ پیغام دیا ہے کہ اگر تم حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ تو خیبر کی حکومت تمہارے حوالہ کر دی جائے گی۔ اسیر ابن زرام یہ پیغام پاکر ۳۰ آدمیوں کے ہمراہ خیبر سے نکلا۔ اور عبداللہؓ کی جماعت کے ساتھ ہولیا۔ اور احتیاط کی بنا پر مسلمانوں اور یہود کا یہ مخلوط قافلہ اس طرح روانہ ہوا کہ ان میں ایک یہودی اور دوسرا مسلمان تھا۔ مقام قرقرہ کے قریب پہنچ کر اسیر ابن زرام کے دل میں بدگمانی پیدا ہوئی تو عبداللہؓ نے فوراً اس کی ہمراہی سے علیحدہ ہو کر سامنے آئے۔ اور یہ کہہ کر کہ "او خدا کے دشمن غداری کرنا چاہتا ہے" اس پر تلوار ماری جس سے اس کی ران کٹ گئی۔ اس نے گھوڑے سے گرتے ہوئے عبداللہؓ بن رواحہ کو بھی زخمی کر دیا۔ یہود اور مسلمانوں میں جنگ چھڑ گئی۔ اور مسلمانوں نے یکبارگی یہود پر حملہ کر کے تقریباً تمام یہود کو مار ڈالا۔

ممکن تھا۔ کہ حضور کی کوشش مصالحت کامیاب ہو جاتی۔ لیکن مدینہ کے منافقوں نے معاہدہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے دی۔ اور ان کی پوری جماعت یہود کو بھڑکاتی رہی۔ یہاں تک کہ حضور کی تیاریوں کو دیکھ کر عبداللہ بن اُبّی نے یہ کہلا بھیجا۔ کہ محمدؐ اگرچہ خیبر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن تم بے خوف رہو مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت جس کے پاس کافی ہتھیار بھی نہیں ہے تمہارا کیا بگاڑ سکتی ہے۔ انہی ایام میں قبیلہ غطفان کی ایک جماعت ڈاکوؤں کی طرح مدینہ میں آئی۔ اور مسلمانوں کے اونٹوں کو پکڑ کر لے گئی۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا۔ اور تمام اونٹوں کو چھین لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قبائل

غطفان بھی جو یہود خیبر کے ہمسائے تھے۔ یہود کی فوج میں شامل ہو گئے۔

حضور جنگ احد میں اور اس کے بعد اور جنگوں کے معرکے دیکھ چکے تھے۔ کہ منافقین کا گروہ اور بعض کمزور مسلمان بھی جنگوں میں صرف مالِ غنیمت کے لالچ سے شریک ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کا منشا دینِ الٰہی کی خدمت نہیں ہوتا۔ اس لئے خیبر کی جنگ کے لئے فوجوں کی تیاری کے وقت حضور نے یہ اعلان کر دیا۔ کہ "ہمارے ساتھ صرف وہی لوگ چلیں۔ جو جہاد کی سچی خواہش دل میں رکھتے ہوں"۔ یعنی جن کا مقصد شرکتِ جنگ سے خدا کی راہ میں جہاد کرنا نہ ہو۔ وہ ہمارے ساتھ نہ چلیں ٭

مختصر یہ کہ حضور ۲ محرم ۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں اور بقول بعض ۲۰ یا ۲۱ محرم ۷ھ کو اور بقول بعض جمادی الاول ۷ھ کو چودہ یا سولہ سو مجاہدین اسلام کو لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ اور خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔ مذکورہ بالا تعداد میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے۔

راستہ میں مجاہدین اسلام کا دل بڑھانے اور آرام سے سفر کو طے کرنے کے لئے یہ رجز پڑھنا شروع کیا۔ جس کے بعض اشعار یہ تھے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا	اے اللہ اگر تو ہدایت نہ دیتا۔ تو ہم ہدایت نہ پاتے۔
ولا تصدقنا ولا صلینا	نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے
فاغفر فداءً لك ما اقتفینا	ہم تجھ پر قربان۔ جو احکام ہم نہیں بجا لائے تو معاف کر دے
والیقین مسکینہ علینا	اور ہم پر سکینت (تسلی) نازل فرما۔
انا اذا اصبح بنا اتینا	جب ہم کو پکارا جاتا ہے۔ تو پہنچ جاتے ہیں۔
وثبت الاقدام ان لاقینا	پس ہم دشمن سے لڑیں۔ تو تو ثابت قدم رکھ۔

خیبر کے معنی قلعہ کے ہیں۔ چوں کہ یہاں یہود کے مضبوط اور متعدد قلعے تھے۔ اس لئے اس کا نام خیبر رکھ دیا گیا۔ خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر ہے۔ انگریز مورخوں نے یہ فاصلہ دو سو میل بتایا ہے۔ عرب مورخوں نے ایک سو میل ممکن ہے۔ اتنا فرق میل کی مسافت کے فرق کے سبب ہو یہاں چھ یا سات قلعے تھے۔ جن کے نام مورخوں نے سالم، نطارہ، قتمارہ، شق۔ مربط، قموص، اور ناعم بتائے ہیں۔ ان میں قموص سب سے بڑا اور مضبوط و محفوظ قلعہ تھا۔ جس پر عرب کا مشہور پہلوان مرحب قابض تھا۔ جس کو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

مجاہدین اسلام کا لشکر جس میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ اور صحابیہؓ کی چند خواتین بھی شامل تھیں۔ مدینہ سے روانہ ہو کر خیبر کے قریب مقام رجیع میں پہنچا۔ اور پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ مقام قبائل غطفان کی آبادیوں اور خیبر کے درمیان واقع تھا۔ اس جگہ پڑاؤ ڈالنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ یہود خیبر کی امداد کے لئے جو فوجیں قبائل عرب خصوصاً غطفان سے آنے والی تھیں۔ ان کا راستہ روک دیا جائے۔ چنانچہ یہ تدبیر کامیاب رہی۔ غطفان کے چار ہزار لوگ اہل خیبر کی مدد کے لئے آئے۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ راستہ میں مسلمان پڑے ہیں۔ اور خود ان کی آبادیاں خطرہ میں ہیں۔ واپس چلے گئے۔ حضور نے اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے لشکرِ اسلام کا سامان، باربرداری اور عورتوں کو اسی مقام پر چھوڑ دیا۔ اور راستہ کی حفاظت کے لئے چند جانبازان اسلام کو یہاں مقرر کر دیا۔ اس کے بعد خیبر کی طرف بڑھے۔ مقام صہباء میں پہنچ کر حضورؐ نے صحابہؓ کے ساتھ عصر کی نماز ادا کی۔ پھر کھانا کھایا۔ اور آگے بڑھے۔ رات ہوتے ہوئے خیبر پہنچ گئے۔ چونکہ حضورؐ رات کو کسی مقام پر حملہ نہیں کیا کرتے تھے۔ اس لئے جب خیبر کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔ تو

حضور نے اسلامی لشکر کو حکم دیا۔ کہ رات کو یہیں قیام کیا جائے۔ صبح کو حملہ کیا جائے چنانچہ لشکر اسلام یہیں ٹھہر گیا۔ اور حضورؐ نے صحابہؓ کے ساتھ یہ دعا مانگی۔

اللھم انا اسئلک خیر ھذا القریۃ وخیر اھلھا وخیر مافیھا و نعوذ بک من شرھا و شر اھلھا و شر مافیھاط	اے اللہ ہم تجھ سے اس گاؤں اور گاؤں والوں کی اور گاؤں والوں کی چیزوں بھلائی طلب کرتے ہیں۔ اور ان سب کی برائیوں سے تیری پناہ چاہتے ہیں۔"

یہود خیبر کو اسلام کی آمد کی خبر ملی۔ تو انہوں نے فوراً جنگ کی تیاریاں بھی شروع کر دیں۔ لشکر اسلام نے اس تیزی سے یہ راستہ طے کیا تھا۔ کہ یہود خیبر کو یکایک لشکر اسلام کے پہنچ جانے سے حیرت ہو گئی۔ انہوں نے کھلے میدانوں میں مقابلہ کرنے کی بجائے باہمی مشورہ سے قلعہ میں بند ہو جانا بہتر سمجھا۔ چنانچہ انہوں نے اول سامان رسد کو ایک قلعہ میں فراہم کیا۔ پھر بچوں اور عورتوں کو ایک قلعہ میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد اپنی کثیر التعداد فوج لے کر بقیہ قلعوں میں داخل ہو کر پھاٹک بند کر لئے۔

صبح سویرے اٹھ کر حضور نے نماز ادا کی۔ پھر لشکر اسلام کی ترتیب میں مصروف ہوئے۔ اول مقدمۃ الجیش کو ترتیب دیا۔ پھر میمنہ اور میسرہ کو ترتیب کیا۔ اس کے بعد قلب میں نبرد آزما صحابہؓ کو رکھا۔ پھر ساقہ یعنی پچھلا رسالہ ترتیب دیا۔ عربی زبان میں اس ترتیب کو خمیس کہتے ہیں۔ اور خمیس لشکر ایک مکمل لشکر کو کہا جاتا ہے۔ اب کی مرتبہ حضور نے لشکر اسلام میں جدت یہ بھی کی تھی۔ کہ چھوٹی چھوٹی جھنڈیوں کی بجائے جو لشکر اسلام کے افسروں کے ہاتھ میں رہا کرتی تھیں۔ بڑے علم تیار کرائے یہ تین علم تھے۔ ایک حباب بن منذر کو عطا کیا گیا تھا۔ دوسرا عبادہ بن صامت کو اور تیسرا علم جس کو علم نبوی کا لقب دیا گیا تھا حضرت عائشہؓ کی چادر سے تیار ہوا

تھا حضرت علیؓ کے سپرد کر دیا گیا تھا۔

لشکر اسلام حضور کی ماتحتی میں مرتب ہو کر خیبر کے قلعوں کی طرف بڑھا سب سے پہلے حضور کے حکم کے مطابق محمود بن مسلمہؓ نے قلعہ ناعم پر حملہ کیا بخت گرمی کا وقت تھا۔ لشکر اسلام قلعہ کے نیچے دھوپ کی تپش میں کھڑا مقابلہ کر رہا تھا۔ کہ محمود بن مسلمہؓ تھک کر قلعہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ یہود سردار کنانہ بن ربیع نے جو قلعہ کے اندر تھا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اور قلعہ کی فصیل سے چکی کا پاٹ ان کے اوپر گرا دیا۔ جس سے ان کا سر کچل گیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے افسر کی موت سے متاثر ہو کر اس جوش سے قلعہ پر حملہ کیا۔ کہ یہود ان کے حملوں کی مدافعت نہ کر سکے۔ اور قلعہ کو مسلمانوں کے حوالہ کر دیا تھا۔

"قلعہ ناعم کے بعد مختلف اوقات میں حضور اور مجاہدین اسلام نے بقیہ قلعوں پر حملہ کیا۔ بتدریج بہت تھوڑے دنوں میں قلعہ قموص کے سوا باقی تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ ان قلعوں میں سے بعض کو مسلمانوں نے لڑ کر فتح کیا تھا۔ اور بعض کو مصالحت کے ذریعہ سے:

آخری قلعہ قموص تھا۔ جس کو فتح کرنے میں مسلمانوں کا کافی وقت صرف ہوا۔ مورخین اور محدثین کا بیان ہے۔ کہ جب قلعہ قموص کے محاصرہ کو کافی دیر ہو گئی۔ تو اس پر قبضہ کر لینے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو حضور نے ایک روز لشکر اسلام کی قیادت حضرت ابوبکرؓ کے حوالہ کی۔ صبح سویرے ہی ان کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے حملہ کیا۔ اور صبح سے شام تک قلعہ کو قبضہ میں لانے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن ناکام رہے۔ دوسرے دن حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو اس خدمت پر مامور فرمایا۔ دن بھر لڑنے کے بعد وہ بھی ناکام رہے۔ آخر ایک روز شام کے وقت صحابہؓ کو

مخاطب کر کے فرمایا۔ "کل صبح کو میں اسلامی علم اس شخص کے حوالہ کروں گا جس کے ہاتھ پر خداوند تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ جو خدا اور خدا کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ خدا اور خدا کا رسول بھی اس سے محبت رکھتے ہیں۔" حضور کے اس ارشاد نے رات بھر صحابہ کرام کو بے چین رکھا۔ یہ خیال کرتے رہے۔ کہ خدا جانے یہ فخر و سعادت کس کے نصیب میں ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضؓ جیسے قناعت پسند شخص کے دل میں بھی یہ آرزو پیدا ہوئی۔ کہ کاش صبح کو یہ عزت مجھ کو نصیب ہو۔ صبح ہوئی۔ حضورؐ نے حضرت علی رضؓ کو طلب فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ وہ تو آشوب چشم ہیں۔" حضور نے فرمایا "ان کو بلاؤ!" چنانچہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا۔ اور دعا فرمائی۔ تو معاً آنکھوں کی شکایت رفع ہوگئی۔ پھر حضورؐ نے ان کو علم نبوی مرحمت فرمایا۔ اور حکم دیا "اول یہود پر اسلام کو پیش کرو۔ اگر ان میں سے ایک بھی مسلمان ہوگیا۔ تو وہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔"

حضرت علی رضؓ علم نبوی لے کر گئے۔ لشکر اسلام کو ترتیب دیا۔ اور پھر قلعہ قموص کے لوگوں پر اسلام کو پیش کیا۔ اسلام قبول کرنا تو کجا۔ اس کے جواب میں قلعہ کا مالک مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کے لئے قلعہ سے باہر نکل آیا۔

قد علمت خیبر انی مرحب	خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں۔
شاکی السلاح بطل مجرب	جو مسلح۔ تجربہ کار اور بہادر ہے۔

حضرت علی رضؓ نے مرحب کے رجز کے جواب میں یہ رجز پڑھا:-

انا الذی سمتنی امی حیدرہ	میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا تھا۔
کلیث غابات کریہ المنظرہ	جو جنگل کے شیروں کی طرح مہیب خوفناک ہے۔

اکلیھم بالسیف کیل السندرۃ میں ان کو (یعنی دشمنان اسلام کو) تلواروں پر اسندرۃ کی طرح تولوں گا۔

مرحب نے رجز پڑھ کر حضرت علی رضؓ پر پوری قوت سے حملہ کیا۔ لیکن حضرت علی رضؓ ان کے وار کو خالی دے کر خود اس زور سے اس کے سر پر تلوار ماری۔ کہ سر کاٹتی ہوئی اس کے دانتوں تک اُتر گئی۔ مرحب جو بڑی شان سے میدان میں آیا تھا۔ تیز و تند ہوا کے اکھڑے ہوئے درخت کی مانند زمین پر گر پڑا۔

مختصر یہ کہ خیبر کی جنگ میں یہود کے تمام بڑے بڑے سردار یعنی مرحب اسیر بن زرام۔ یاسر۔ عامر اور حارث سب کے سب مارے گئے۔ ان کے ساتھ تقریباً سو یہودی بھی قتل ہوئے۔ مسلمانوں کا بہت معمولی نقصان ہوا۔ یعنی صرف پندرہ صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا۔

فتح خیبر کے بعد یہود کی طرف سے حضور کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی گئی۔ کہ خیبر کی زمین کو ہمارے قبضہ میں رہنے دیا جائے۔ پیداوار کا نصف حصہ ہم دے دیا کریں گے۔ حضور نے اس درخواست کو قبول فرمالیا۔ اور ہر فصل کی پیداوار کا نصف حصہ یہود سے وصول کیا جانے لگا۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ خیبر سے جو مال غنیمت ملا تھا۔ حضور نے اس کو تمام مجاہدین پر تقسیم کر دیا تھا۔ اور خمس کے علاوہ ایک حصہ اپنا بھی اس مال میں سے لے لیا۔ یعنی حضورؐ نے حضرت صفیہؓ دختر حی ابن اخطب کو اس حصہ کے طور پر لے لیا تھا۔ اور آزاد کر کے ان سے نکاح کر دیا۔

کنانہ بن ربیع نے چونکہ محمود بن مسلمہ رضؓ کو چکی کا پاٹ گرا کر شہید کیا تھا۔ اس لئے اس کی گرفتاری کے بعد حضور نے اس کو محمودؓ کے بھائی محمد بن مسلمہؓ کے حوالہ کر دیا۔ اور انہوں نے اپنے بھائی کے قصاص میں کنانہ کو قتل کر ڈالا۔

خیبر کی زمین کو اگرچہ حضور نے کاشت کے لئے یہود کے حوالہ کر دیا تھا لیکن اس کو اس طرح تقسیم کر دیا گیا تھا۔ کہ ساری زمین کے دو حصے کئے گئے تھے ایک حصہ مصارف سفارت و مہمان نوازی وغیرہ کے لئے بیت المال کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ دوسرے نصف حصہ کو مجاہدین پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کے دو حصے۔ اس طرح خیبر کی زمین کے ۱۸ حصے گئے گئے چار سو حصے دو سو سواروں کو دئے گئے۔ بقیہ چودہ سو پیدل سپاہیوں کو ان حصوں میں سے ایک حصہ حضور کو بھی ملا تھا۔

فتح وادی القریٰ

وادی القریٰ ان آبادیوں کا نام ہے۔ جو مقام تیماء اور خیبر کے درمیان واقع ہیں۔ قدیم زمانہ میں عاد و ثمود رہتے تھے۔ پھر ظہور اسلام سے پہلے یہود یہاں آ کر آباد ہوئے۔ اور زراعت کے کام میں غیر معمولی ترقی کی۔

حضور خیبر سے واپس ہو کر وادی القریٰ کی طرف بڑھے۔ مقصود یہود سے جنگ کرنا نہیں تھا۔ لیکن یہود نے جو پہلے سے تیار تھے۔ مسلمانوں پر تیر اندازی کر کے جنگ شروع کر دی مسلمانوں نے بھی ان کی تیر اندازی کا جواب دیا۔ اور پھر مقابلہ شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک یہود لڑے۔ اور اس کے بعد ہتھیار ڈال کر مصالحت کی تحریک کی۔ حضور نے ان کی خواہش کو قبول کر لیا۔ اور خیبر کی شرائط پر اُن سے صلح کر لی۔ اس جنگ میں یہود کی تیر اندازی سے حضور کے غلام مدعم شہید ہوئے۔ وہ حضور کا محمل اونٹ سے اتار رہے تھے۔ کہ ایک تیر آ کر لگا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔

فتح فدک

وادی القرای کی آبادی میں فدک بھی ایک آبادی ہے۔ عام مورخین نے فدک کو بھی وادی القرای کی فتح میں شامل کیا ہے۔ لیکن خلدوں وغیرہ نے فدک کو وادی القری کی دوسری بستیوں کی فتح سے علیحدہ رکھا ہے۔ یہ بیان کیا ہے۔ کہ فدک کے یہود نے خیبر کی شکست کی خبر سن کر حضور کی خدمت میں (غالباً اس وقت جب کہ حضورؐ خیبر سے واپس ہو کر وادی القرای کی جانب آ رہے تھے) یہ پیغام بھیجا کہ "ہم صرف جان کی امان چاہتے ہیں۔ مال و اسباب سے ہم کو سروکار نہیں حضور نے ان کی اس درخواست کو قبول فرما لیا۔ اور فدک کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ یہ مال چونکہ مال فئے تھا یعنی نہ تو اس پر حملہ کیا گیا۔ اور نہ جنگ ہوئی اس لئے خداوند تعالیٰ نے اس کو حضور کا ذاتی مال قرار دیا۔ اور فرمایا۔ کہ فئے کا مال اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔ لہذا فدک حضور کے قبضہ میں رہا۔

عمرۃ القضاء

صلح حدیبیہ میں قرار پایا تھا۔ کہ مسلمان اگلے سال آ کر عمرہ کریں۔ اس شرط کے موافق فتح خیبر کے بعد ماہ ذیقعدہ ۷ھ میں حضور نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ جو لوگ حدیبیہ کے واقعہ میں شریک تھے۔ وہ سب عمرہ ادا کرنے چلیں۔ کوئی نہ رہ جائے۔ حضور نے اس سب کو لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانگی کا قصد کیا۔ اسلحہ جنگ جو ہمراہ لے گئے تھے۔ مکہ سے آٹھ میل ادھر مقام بطن یاجج میں چھوڑ دیا گیا۔ اور صرف نیام میں پڑی ہوئی تلوار ساتھ رکھی گئی۔

حضور کا قافلہ شاداں و فرحاں تھا۔ دیرینہ آرزوں کے پوری ہونے کی خوشی میں جوش پیدا ہو گیا تھا۔ عبداللہ بن رواحہ جو حضور کے اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ خوشی اور جوش سے رجز پڑھتے جاتے تھے۔ جن کا مطلب یہ ہے۔

"کافرو! راستہ سے ہٹ جاؤ۔ اگر آج تم نے (ہم کو) اترنے سے روکا (یعنی مکہ میں داخل ہونے سے منع کیا) تو ہم تلوار کا وار کر دیں گے۔ ایسا وار جو خوابگاہ سے سر کو جدا کر دے گا۔ اور دوست کی یاد سے دوست کو بھلا دے گا۔

مختصر یہ کہ مسلمانوں کا یہ قافلہ مکہ پہنچا۔ مشرکین قریش نے مکہ کو خالی کر دیا۔ اور پہاڑوں پر چلے گئے۔ مسلمانوں نے ذوق و شوق کے ساتھ عمرہ کیا۔ اور طواف و زیارت کعبہ سے بے حد مسرور ہوئے۔ قریش نے مسلمانوں کو دیکھ کر آپس میں کہا مدینہ کی آب و ہوا نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے۔ حضور نے یہ الفاظ سنے تو حکم دیا کہ طواف کے تین پھیروں میں مسلمان اکڑتے ہوئے چلیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ عرب میں اس طریقہ پر طواف کرنے کو رمل کہتے ہیں۔ اور آج تک اس طریقہ پر عمل کیا جاتا ہے۔

تین دن گذر چکے تو قریش نے حضرت علیؓ سے کہا کہ "محمد سے کہہ دو کہ شرط پوری ہو چکی۔ اب مکہ سے چلے جائیں۔" حضور نے یہ پیغام پا کر فوراً قافلے کو روانگی کا حکم دیا۔ اور مکہ سے باہر نکل آئے۔ حضرت حمزہؓ کی بچی امامہ جو صغیر سن تھی۔ روانگی کے وقت چچا چچا کہتی حضورؐ کے پیچھے دوڑی۔ حضرت علیؓ نے ان کو گود میں اٹھا لیا۔ حضرت جعفرؓ نے حضور سے عرض کیا۔ "امامہ میرے چچا کی لڑکی ہے مجھ کو ملنی چاہئے۔" حضرت زید بن حارثہ نے عرض کیا۔ "حمزہؓ میرے دینی بھائی تھے امامہ میری بھتیجی ہے۔ میں زیادہ حقدار ہوں۔" حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ "امامہ میری

بہن ہے۔ اور میری گود میں آئی ہے۔ اس لئے میں زیادہ مستحق ہوں۔" حضور نے سب کے دعووں کو تسلیم کیا۔ لیکن ان میں سے کسی کو امامہ کی سرپرستی کی خدمت سپرد نہیں کی۔ بلکہ حضرت اسماء کی گود میں دے دیا۔ اور فرمایا۔ اسماء امامہ کی خالہ ہیں۔ اور خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے ؀

متفرق واقعات

۱۔ فتح خیبر کے بعد حضور نے ضروری انتظامات کے لئے چند روز خیبر میں قیام فرمایا۔ انہیں ایام میں سلام بن مشکم یہودی رئیس کی بیوی زینب نے چند صحابہؓ کے ہمراہ حضورؐ کی دعوت کی۔ دعوت کو قبول کر لیا گیا۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ زینب نے حضور کی خدمت میں بھنی ہوئی بکری ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ حضور نے اس بکری میں سے یا دعوت کے کھانے میں سے جس میں زہر ملایا گیا تھا۔ ایک لقمہ کھا کر ہاتھ کھینچ لیا۔ لیکن بشیر بن براء نے اچھی طرح کھا لیا۔ اور اس کے اثر سے ہلاک ہو گئے۔ حضور نے زینب کو بلا کر حقیقت پوچھی۔ اس نے جرم کا اقرار کر لیا۔ یہودی کی اس جماعت نے جو اس جرم میں شریک تھی۔ بطور معذرت یہ کہا۔ کہ ہم نے اس لئے زہر ملایا تھا۔ کہ اگر آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ تو زہر آپ پر اثر نہ کرے گا۔ اگر پیغمبر نہیں ہیں۔ تو پھر ہم کو آپ کے ہاتھوں سے نجات مل جائے گی۔ حضور نے بشیر بن براء کی موت کے قصاص میں زینب کو قتل کرا دیا ؀

۲۔ فتح خیبر کے بعد اسلام کے متبعین کے لئے چند احکام نازل ہوئے۔ یعنی مسلمانوں پر گدھے اور خچر کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا۔ درندہ جانور اور وہ پرندے جو پنجہ سے شکار کرتے ہیں حرام کئے گئے۔ لونڈیوں سے ان کی

گرفتاری کے بعد مجامعت جائز تھی۔ فتح خیبر کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ اگر لونڈی حاملہ ہو۔ تو وضع حمل تک اور حاملہ نہ ہو۔ تو تین مہینہ تک مجامعت ناجائز ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ متعہ بھی اس غزوہ میں حرام ہوا۔ اور چاندی سونے کی خریداری میں جب کہ تبادلہ بالمثل ہو۔ زیادتی حرام کی گئی۔

۳۔ حضرت صفیہؓ کا ولیمہ حضور نے خیبر سے واپسی میں مقام صہباء پر کیا۔ یہ ولیمہ نہایت سادہ تھا۔ یعنی دسترخوان پر پنیر۔ کھجوریں اور گھی کا مالیدہ تھا۔

۴۔ جنگ خیبر میں دو صحابی حقیقی بھائی شریک تھے۔ ایک کا نام عامر بن اکوع تھا۔ اور دوسرے کا سلمہ بن اکوع۔ عامر بن اکوع ایک رات کو مذکورہ بالا رجز پڑھتے جا رہے تھے۔ اونٹوں میں اس رجز سے اتنا جوش پیدا ہو گیا تھا کہ وہ تیزی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر حضور نے پوچھا۔ اونٹوں کو تیز چلانے والا کون ہے۔" صحابہؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! عامر بن اکوع ہیں۔" حضور نے فرمایا۔ "خدا اس پر رحم فرمائے۔" حضور جس شخص کی نسبت یہ الفاظ فرمایا کرتے تھے۔ یہ سمجھ لیا جاتا تھا۔ کہ اس کی موت قریب ہے۔ چنانچہ جنگ خیبر میں ایک یہودی سے عامر بن اکوع کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ عامر کی تلوار الٹ کر فوراً ان کے جسم میں پیوست ہو گئی۔ اسی زخم سے وہ شہید ہو گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک یہودی نے ان کو شہید کیا۔ پھر ان کے بھائی سلمہ بن اکوع بھی اسی جنگ میں زخمی ہوئے۔ ان کی ران میں اتنا گہرا زخم آیا۔ کہ وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ زخم سے خون ابل رہا تھا کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے زخم پر لعاب دہن لگا دیا۔ اور تین مرتبہ کچھ پڑھ کر دم کیا۔

جس سے خون رک گیا۔ اور چند روز میں زخم بالکل بھر گیا۔

۵۔ فتح خیبر کے بعد مہاجرین حبشہ کی وہ جماعت جو اس وقت تک حبشہ ہی میں مقیم تھی۔ حبشہ سے واپس ہو کر خیبر میں پہنچی۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ان میں حضور کے چچا زاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی جعفر بھی تھے۔ حضور نے ان کو گلے سے لگا لیا۔ اور فرط مسرت میں بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے:۔

"ما ادری بایھما انا اسر بفتح خیبر ام بقدوم جعفر"	میں نہیں جانتا کہ میں کس بات سے خوش ہوا ہوں فتح خیبر سے یا جعفر کی آمد سے۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ حضور نے ان مہاجرین حبشہ کو مخاطب کر کے یہ فرمایا۔ کہ "تمام لوگوں کی ایک ہجرت ہے۔ اور تمہاری دو ہجرتیں" اس کے بعد خیبر کے مال غنیمت میں سے ان لوگوں کو بھی حصہ دیا۔

۶۔ مکہ معظمہ میں حضور اکرم نے عمرہ کے احرام کی حالت میں ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا۔ مکہ سے واپسی میں مقام سرف پر عروسی کی۔ حضور کی بیویوں میں حضرت میمونہؓ نے سب سے آخر میں انتقال فرمایا۔ یعنی ۶۲ھ میں اور جس مقام پر آپ کی عروسی ہوئی۔ وہیں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار مبارک مقام سرف میں موجود ہے۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ حضور کی بیویوں میں سب سے آخر میں حضرت صفیہؓ نے وفات پائی ہے۔

حضرت میمونہؓ مشہور اسلامی سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں:۔

۸ھ کے واقعات

اس سال نہایت اہم واقعات وقوع میں آئے۔ یہ پہلا سال ہے۔ جس میں مسلمانوں نے غیر مذاہب کے فرمانرواں سے تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جنگ چھیڑی۔ اس وقت مسلمانوں کو اپنی ہی قوم یعنی عرب و حجاز وغیرہ سے لڑنا پڑا تھا جب ان کا زور کم ہوگیا۔ تو انہوں نے مسیحت کی گمراہ بھیڑوں کو بھی اسلام کے سایہ میں پناہ دینی چاہی۔ اور حضورؐ نے عملی طور اس خدمت کو شروع کیا جس پر آپ مامور ہو کر آئے تھے۔ یعنی اسلام کو دنیا کی ساری قوموں کے سامنے پیش کرنا۔ اور غیر مذاہب کے گمراہوں کو راہ راست پر لاکر اسلام کی پناہ دینا۔

انتقامی مہم۔ سریّہ موتہ

مورخین کا بیان ہے۔ حضور نے غیر ممالک کے فرمانرواں اور رؤسائے عرب کے نام دعوت اسلام کے جو خطوط لکھے تھے۔ ان میں ایک خط بصریٰ کے حاکم شرجیل بن عمرو غسانی کے نام بھی تھا۔ جس کو حارث بن عمیر ازدی لے کر گئے تھے۔ شرجیل نے جو ایک عرب عیسائی خاندان کا سربرآوردہ شخص اور قیصر روم کی طاقت کے گھمنڈ میں حضور کے قاصد حارث رضؓ کو قتل کر ڈالا۔ حضور کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ جنگ خیبر سے فراغت کے بعد جب کہ معاہدہ حدیبیہ اور فتح خیبر سے آپ کو قریش اور یہود کی طرف سے اطمینان ہو چکا تھا۔ آپ نے شرجیل بن عمرو سے انتقام لینے کے لئے ایک مہم تیار کی اور زید بن حارث اپنے آزاد کردہ غلام کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا۔

اس لشکر کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں مہاجرین و انصار کے بڑے بڑے لوگ شریک تھے۔ رؤساء مہاجرین و انصار کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ حضور نے ان کا افسر ایک غلام کو بنایا ہے۔ اگرچہ حضور پر کسی نے اس تقرر پر اعتراض نہیں کیا۔ لیکن عام طور پر لوگوں کے درمیان یہ چرچا شروع ہو گیا۔ کہ حضور نے ایک غلام کو لشکر کا افسر اعلیٰ کیوں مقرر کیا ہے۔ بہر نوع حضور نے اس پر اعتراض کی پرواہ نہ کی۔ نہ سنجیدہ و دانش مند مہاجرین و انصار نے اس کی مخالفت کی۔ اس لئے کہ اسلام دنیا میں تمام افراد کے اندر مساوات قائم کرنے آیا تھا۔ حضور نے لشکر کو رخصت کرتے وقت سپہ سالاری کا علم زید بن حارث رضؓ کو مرحمت فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ "لشکر اسلام کو لے کر اس مقام پر جاؤ۔ جہاں حارث بن عمیرؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ (یعنی مقام موتہ پر جو اس زمانہ میں ملک شام کا ایک مشہور مقام تھا) جو لوگ تم سے مقابلہ کریں۔ ان سے لڑنا۔ جو لڑنا نہ چاہیں۔ ان پر ہاتھ نہ اٹھانا۔" اس کے بعد حضور نے وہ تمام نصائح کی۔ جو لشکر کو روانہ کرتے وقت کیا کرتے تھے۔ پھر لشکر اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اگر زید بن حارث کو شہادت کی سعادت نصیب ہو۔ تو جعفر طیار سپہ سالاری کے علم کو سنبھالیں۔ اور یہ بھی شہید ہو جائیں۔ تو عبداللہ بن رواحہ لشکر کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ اور ان کو بھی دولت شہادت نصیب ہو جائے۔ تو پھر مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔"

یہ لشکر جس کو امراء مہاجرین و انصار کی شرکت کے سبب جیش الامراء بھی کہا جاتا ہے۔ جمادی الاول ۸ھ میں مدینہ سے روانہ ہوا۔ اور منزلیں طے کرتا ہوا مقام معان میں جو شام میں واقع تھا پہنچا۔ جاسوسوں نے لشکر اسلام

کی روانگی کے وقت ہی شرجبیل کو اس کی اطلاع دے دی تھی۔ معادن پہنچ کر مسلمانوں کو معلوم ہوا۔ کہ شرجبیل نے مقام موآب میں جو عبقاء کے اطراف میں واقع ہے ایک لاکھ فوج جمع کر رکھی ہے۔ اور مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ حضرت زید بن حارث امیر لشکر نے یہ اطلاع پاکر مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ اور دو دن تک اس امر پر مشورہ جاری رہا۔ کہ حضور کو اس کی اطلاع دی جائے۔ حضور کے حکم یا امدادی فوج کا انتظار کیا جائے۔ یا آگے بڑھ کر جنگ شروع کر دی جائے۔ صحابہؓ اس معاملہ میں مختلف رائیں رکھتے تھے۔ عبد اللہ بن رواحہؓ نے جب دیکھا کہ مشورہ میں کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں ہوا ہے۔ تو انہوں نے افسران فوج کو جمع کیا۔ اور ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"تم لوگ شہادت کی طلب میں نکلے ہو۔ ہمارا اصول یہ رہا ہے۔ کہ ہم لوگوں سے قوت اور تعداد کی بنا پر نہیں لڑتے۔ بلکہ اس دین کی طاقت سے یا اس دین کی اعانت کیلئے لڑتے ہیں جس سے خدا نے ہم کو سرفرازی بخشی ہے۔ تم لوگ مقام موتہ کی جانب بڑھو۔ جہاں ہرقل قیصر روم نے اپنا لشکر جمع کر رکھا ہے۔ اپنی فوج کے میمنہ اور میسرہ کو مرتب کر دو۔ اور جنگ چھیڑ دو۔ جنگ کے نتیجہ میں دو نیکیوں میں سے ایک ضرور ہم کو حاصل ہوگی۔ یا تو ہم دشمن پر فتح حاصل کریں گے۔ یا دولتِ شہادت ہم کو نصیب ہوگی"۔

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے ان پرجوش الفاظ نے لشکر اسلام میں تازہ روح پھونک دی۔ حضرت زید بن حارثؓ امیر لشکر نے ایک ہاتھ میں نیزہ لیا۔ دوسرے میں علمِ اسلام (اسلامی جھنڈا) اور لشکر اسلام کو لے کر موتہ کی طرف بڑھے۔ اور موتہ

میں پہنچ کر شرجیل کی فوج کے سامنے مجاہدین اسلام کی صفوں کو مرتب کیا۔ قلب لشکر میں سب سے آگے بڑھے حضرت زیدؓ بن حارث تھے جو لشکر اسلام کا علم لئے کھڑے تھے۔ میمنہ کی فوج پر قطبہ بن قتادہ تھے۔ اور میسرہ پر عبایہ بن مالک انصاری۔ جب اسلامی لشکر مرتب ہو چکا۔ تو زید بن حارثؓ نیزہ لئے آگے بڑھے۔ دشمنوں پر حملہ کا حکم دے دیا۔ چنانچہ تین ہزار مسلمانوں کی مختصر سی جماعت نے ایک لاکھ مسلح مسیحیوں پر حملہ کر دیا۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔

جنگ شدت کے ساتھ جاری تھی۔ حضرت زید بن حارثؓ پورے جوش سے امارت کے فرائض کو ادا کر رہے تھے۔ اور دولت شہادت کے حصول کی تمنا پہلو میں گدگدیاں کر رہی تھی۔ کہ ایک موقع پر غسانی لشکر کے گروہ نے ان کو گھیر لیا۔ اور چاروں طرف سے ان پر تلواریں پڑنے لگیں یہاں تک کہ مسیحیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے اس منظر کو دیکھا۔ فوراً گھوڑے کو ایڑ دی اور اسلامی جھنڈے کو سنبھال لیا۔ لشکر کی قیادت کو اپنے ہاتھ میں لے کر دانش مندی کا ثبوت دیا۔ لشکر اسلام کو خطرات کے موقع سے نکالا۔ پھر جانباز مجاہدین کو لے کر پوری قوت سے دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ اور اس بے جگری سے لڑے۔ کہ ان کا گھوڑا زخمی ہو کر گر پڑا۔ اور بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ خود حضرت جعفرؓ نے گھمسان کی جنگ میں حصہ لینے کے خیال سے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس کے بعد دشمن کی فوج میں گھس گئے۔

مسیحیوں کا ایک لاکھ ٹڈی دل لشکر مسلمانوں پر قابو نہ پا سکا۔ تو اس نے اسلامی فوج کے افسروں کو ڈھونڈ کر شہید کرنا شروع کیا۔ حضرت

زید بن حارث کو شہید کر کے وہ حضرت جعفرؓ کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور ان کو بھی گھیر کر شہید کر ڈالا۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبد اللہ کا بیان ہے کہ حضرت جعفرؓ نے جنگ میں غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا۔ شہادت کے بعد میں نے ان کی لاش دیکھی۔ جس پر تلواروں اور برچھیوں کے نوّے زخم تھے۔ اور یہ تمام زخم جسم کے اگلے حصے میں تھے۔ پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھا۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد لشکر اسلام کے علم کو حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے سنبھالا۔ ان کو بھی رومیوں اور عرب مسیحیوں نے شہید کر دیا۔ حضرت عبد اللہ کی شہادت نے مسلمانوں کے قدموں کو متزلزل کر دیا۔ اور قریب تھا۔ کہ مسیحی لشکر اسلام کے گرے ہوئے علم پر قبضہ کر کے اپنی فتح کا اعلان کر دیں۔ کہ حضرت ثابت بن ارقم جھپٹے اور علم کو اٹھا لیا۔ اور مسلمانوں میں تازہ روح پیدا کرنے کے لئے کہا۔ "مسلمانو! لشکر اسلام کا علم میرے ہاتھ میں ہے۔ (گھبراؤ نہیں) جس کو چاہو تم اپنا امیر منتخب کر لو۔" مجاہدین اسلام نے پکار کر کہا۔ "ہم لوگ تمہاری امارت سے خوش ہیں" ثابت بن ارقم نے کہا۔ "میں اس کام کا اہل نہیں۔ بہتر یہ ہے۔ کہ تم خالد بن ولید نے لشکر اسلام کے علم کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ فوجی آدمی تھے۔ خاندانی اعتبار سے بھی اور اس مہارت کے سبب بھی جو انہیں اس فن میں تھی۔ علم اسلام کو ہاتھ میں لے کر انہوں نے لشکر اسلام کی نازک حالت کو محسوس کیا۔ اور پیش قدمی کی بجائے مدافعت کرتے ہوئے لشکر اسلام کو پیچھے ہٹا لینا مناسب سمجھا۔ چنانچہ وہ بتدریج لشکر اسلام کو خطرات کے مقامات سے نکال لائے۔

مورخین کا بیان ہے کہ لشکر اسلام کو دشمن کی زد سے باہر نکال لانے میں حضرت خالدؓ بن ولید کو غیر معمولی جدوجہد اور فوجی مہارت سے کام لینا پڑا۔ یہاں تک کہ اس کام میں ان کو اتنی زبردست شمشیر زنی کرنی پڑیں۔ کہ آٹھ تلواریں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر گئیں۔

لشکر اسلام جب خطرات سے باہر نکل آیا۔ تو حضرت خالدؓ نے مزید مقابلہ کو بے سود سمجھا۔ اور مجاہدین اسلام کو لے کر مدینہ واپس چلے آئے۔

احادیث میں آیا ہے۔ کہ جس روز جنگ موتہ میں حضرات زید بن حارثؓ جعفرؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہوئے۔ حضورؐ نے اسی روز ان کی شہادت کی خبر صحابہؓ کو دے دی تھی۔ چنانچہ ابن اسحاق کی روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے جنگ موتہ کے دن ممبر پر بیٹھ کر صحابہؓ سے فرمایا۔ "خبر ملی ہے۔ کہ مجاہدین اسلام نے دشمنانِ اسلام سے مقابلہ کیا۔ زید بن حارثؓ شہید ہوئے۔ پھر جعفر اور پھر عبداللہ بن رواحہ کے بعد علمِ اسلام کو خالدؓ بن ولید نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور خدا کی اس تلوار نے لشکر اسلام کو خطرات سے باہر نکال لیا۔

منقول ہے۔ کہ جب یہ لشکر مدینہ میں پہنچا۔ تو لوگ مشایعت کی غرض سے آئے اور مجاہدین اسلام کو بعض لوگوں نے مخاطب کر کے کہا۔ "میدانِ جنگ میں مرنے کے لئے گئے تھے یا شکست کھا کر زندہ واپس آنے کے لئے۔" حضورؐ کو یہ الفاظ ناگوار گزرے اور فرمایا۔

"یہ خدا کا لشکر ہے۔ میدانِ جنگ سے آیا ہے۔ اور میدانِ جنگ میں جائے گا۔"

موتہ کی جنگ میں بارہ آدمی شہید ہوئے۔ تین سپہ سالار اور نو سپاہی ان میں سے یوں تو ہر شخص کی موت کا حضورؐ کو افسوس ہوا لیکن حضرت جعفرؓ کا صدمہ سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے حضرت جعفرؓ کے لئے خاص طور

پر دعا کی۔ پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "خدا نے جعفرؓ کو دو بازو رحمت فرمائے ہیں۔ جن سے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔" اسی روز سے حضرت جعفرؓ کو ذوالجناحین (دو پر مل والا) اور بقول بعض طیار (خوب اڑنے والا) کہا جاتا ہے۔

تیسویں مہم۔ فتح مکہ (مکہ پر لشکر کشی کا سبب)

معاہدہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی۔ کہ فریقین معاہدہ قبائل عرب میں سے جس کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔ اس شرط کی بنا پر صلح حدیبیہ کے بعد قبائل عرب میں سے بنو خزاعہ حضور کے حلیف بن گئے تھے۔ اور ان کے حریف بنو بکر قریش سے معاہدہ کر لیا تھا۔

ان دونوں قبیلوں یعنی بنو خزاعہ اور بنو بکر میں قدیم سے دشمنی چلی آتی تھی۔ ظہور اسلام سے پہلے اکثر ان میں لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں سے جو قبیلہ شکست پا جاتا۔ دوبارہ طاقت حاصل کر کے اپنے حریف سے انتقام لیتا۔ اور اس کو شکست دیتا تھا۔ پھر شکست خوردہ فریق قوت فراہم کر کے فاتح پر حملہ آور ہوتا تھا۔ مدتوں سے یہی سلسلہ جاری رہا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ اور عرب کے تمام قبائل اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب اسلام کی طاقت بڑھ گئی۔ تو عرب قبائل نے باہمی عداوتوں کو بھلا دیا۔ اور متحد ہو کر اسلام کے مقابلہ پر آ گئے۔ صلح حدیبیہ تک اس کا سلسلہ جاری رہا۔ حدیبیہ کی صلح نے اطمینان و سکون کی فضا پیدا کی۔ تو قبائل کی عداوتوں نے پھر زور باندھا۔ قبیلہ بنو بکر نے قریش سے معاہدہ کر لیا۔ اور بنو خزاعہ نے قریش کی مخالف طاقت اسلام کو اپنا حلیف بنایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بنو بکر و

بنو خزاعہ کی پرانی عداوتیں پھر تازہ ہو گئیں۔ بنو بکر نے قریش کی مدد پا کر بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ اور اپنے پچھلے مقتولوں کا انتقام لینا چاہا۔ قریش کے تمام بڑے بڑے لوگوں نے علانیہ بنو بکر کو مدد دی۔ اور بنو خزاعہ کو تباہ و برباد کرنے کے لئے پوری قوت سے بنو بکر کے ساتھ تلوار چلائی۔ اس جنگ میں بنو خزاعہ کو شکست ہوئی۔ بقیتہ السیف بنو خزاعہ میں پناہ لینے کے لئے حدود حرم میں گھس گئے۔ حدود حرم میں چونکہ خون ریزی ممنوع تھی۔ لیکن بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حرم میں تو تلوار نہ چلائی۔ مگر ان کے سردار نوفل نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اور نوجوانوں کو ساتھ لے کر بنو خزاعہ کے ان افراد کو جو حرم میں پناہ گزین ہوئے قتل کر ڈالا۔ حضورؐ انہیں ایام میں ایک روز صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ کے کانوں میں بنو خزاعہ کے بقیتہ السیف افراد کی یہ صدا پہنچی:-

لاھم انی ناشد محمداً	کچھ غم نہیں میں محمد کو وہ عہد یاد دلاؤں گا۔ جو ان کے اور ہمارے باپوں کے درمیان ہوا ہے۔
حلف ابینا وابیہ الاتلدا	
فانصر رسول اللہ نصراً اعتدا	اور یہ کہوں گا کہ اے خدا کے رسول ہماری مدد کر اور خدا کے بندوں کو بلا۔ وہ سب مدد کے لئے حاضر ہوں گے۔
وادع عباد اللہ یا توا مدداً	

حضورؐ نے دریافت کرایا کون ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "بنو خزاعہ کے لوگ فریاد لے کر آئے ہیں" حضورؐ نے ان کو بلا لیا۔ یہ چالیس آدمی تھے۔ جو اونٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ ان کا سردار عمرو بن سالم تھا۔ عمر بن سالم نے بنو بکر اور قریش کے مظالم کی ساری داستان بیان کی جس کو سن حضورؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ اور بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔ "اے اللہ! اگر میں ان مظلوموں کی مدد نہ کروں۔ تو تو کبھی میری مدد نہ کیجیو۔"

مُعاہدہ حدیبیہ کا خاتمہ

بعض مورخین کا بیان تو یہ ہے۔ کہ بنو خزاعہ کی داستان سن کر حضورؐ نے صحابہ رضؓ سے مشورہ کیا۔ پھر ایک آدمی کو قریش کے ہاں یہ پیام بھیجا۔ کہ بنو خزاعہ کے مظالم کے بعد صرف تین باتیں ہیں۔ جن میں سے تم ایک کو منظور کر سکتے ہو۔ ایک تو یہ کہ تم بنو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کرو۔ دوسرے یہ کہ بنو بکر کا ساتھ چھوڑ دو۔ تیسرے یہ کہ معاہدہ حدیبیہ کے ختم ہو جانے کا اعلان کردو۔

"قاصد مکہ پہنچا۔ حضور کا پیغام قریش کو پہنچایا۔ قرط بن عمر نے حضور کا یہ پیغام سن کر بغیر سمجھے بوجھے قریش کی طرف سے یہ جواب دیا کہ ہم کو تیسری شرط منظور ہے۔" لیکن قاصد کے چلے آنے کے بعد جب قریش نے غور کیا۔ تو اس جواب پر ان کو بے حد ندامت ہوئی۔ انہوں نے مشورہ نے فوراً بعد ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ کہ وہ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرا آئیں۔

تجدید معاہدہ کی کوشش

ابوسفیان مدینہ میں پہنچا۔ اور سب سے پہلے اپنی بیٹی ام حبیبہؓ کے پاس گیا۔ اس فرش پر بیٹھنا چاہا۔ جہاں حضور استراحت فرمایا کرتے تھے ام حبیبہؓ نے فوراً بستر کو لپیٹ لیا۔ اور اپنے باپ ابوسفیان سے کہا۔ "یہ حضور کا بستر ہے۔ اس پر دوسرا شخص نہیں بیٹھ سکتا۔ جو شرک کی نجاست میں آلودہ ہے۔" ابوسفیان کو بیٹی کے یہ الفاظ بہت ناگوار گذرے۔ اس نے کہا۔ "ام حبیبہؓ! افسوس ہے مجھ سے جدا ہو کر تیری فطرت بالکل ہی بدل گئی۔

نہ بزرگوں کا ادب ولحاظ باقی رہا۔ اور نہ خاندانی شرافت کا پاس"۔ ام حبیبہؓ نے فرمایا۔ ان لوگوں کی عقل وسمجھ پر افسوس کرنا چاہیئے۔ جو اپنی دانائی پر نازاں ہیں۔ پھر پتھروں اور بےکس و بے زبان بتوں کو خدا سمجھ کر پوجتے ہیں۔" یہ سن کر ابوسفیان اٹھ کھڑا ہوا۔ حضورؐ کی خدمت میں پہنچا۔ اس نے ہر چند چاہا۔ کہ مختلف عنوان سے معاہدہ حدیبیہ کے موضوع پر گفتگو کرنی چاہی۔ لیکن حضورؐ نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔

ابوسفیان نے جب دیکھا کہ حضور بالکل توجہ نہیں فرماتے ہیں۔ تو وہ حضرت ابوبکرؓ سے جا کر ملا۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کرا دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "میں حضورؐ سے اس معاملہ میں گفتگو نہیں کر سکتا۔" اس کے بعد ابوسفیان حضرت عمرؓ کے پاس گیا۔ ان سے بھی یہی خواہش کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "یہ کام میرے بس کا نہیں۔ یہاں سے مایوس ہو کر ابوسفیان حضرت فاطمۃ الزہرا کے پاس گیا۔ حضرت فاطمہؓ نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔

مختصر یہ کہ ابوسفیان نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کی جتنی کوششیں کیں۔ وہ سب ناکام رہیں ہ

فوج کشی کا انتظام ہ

ابوسفیان کی روانگی کے بعد حضورؐ نے مکہ پر فوج کشی کا سامان کیا۔ اور مجاہدین اسلام کو تیاری کا حکم دے دیا۔ حلیف قبائل کو اطلاع دی گئی۔ کہ وہ تیار رہیں۔ جب لشکر اسلام ان کے قریب سے گذرے۔ شامل ہو جائیں۔ یہ تمام انتظامات اور تیاریاں اس قدر احتیاط کے ساتھ کی گئیں۔ کہ مکہ والوں

کو اس کی بالکل خبر نہ ہوئی ؂

حاطب بن بلتعہ ایک معزز صحابی تھے۔ جو جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔ اور دوسرے غزوات میں بھی شریک رہے تھے۔ ان کو جب یہ معلوم ہوا۔ کہ لشکر اسلام مکہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ تو انہوں نے ایک خاص مصلحت کی بنا پر قریش کو مخفی طور پر ایک خط لکھا۔ جس میں مسلمانوں کی لشکر کشی کی اطلاع تھی۔ حضورؐ کو وقت پر اس واقعہ کی اطلاع مل گئی۔ تو آپ نے فوراً حضرت علیؓ کو قاصد کے تعاقب میں روانہ کرتے ہوئے حکم دیا۔ کہ قاصد سے جہاں وہ ملے خط چھین لائیں۔

احادیث میں آیا ہے۔ کہ حاطب نے یہ خط ایک عورت کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ اور حضورؐ نے وحی کے ذریعہ اس کی خبر پا کر حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد کو اس کے تعاقب میں روانہ کیا۔ مقام روضہ خاخ میں پہنچ کر ان حضرات نے عورت کو گرفتار کر کیا۔ اس کے جوڑے میں سے خط کو نکال کر لے آئے۔ اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ صحابہؓ نے واقعہ کو سنا۔ تو حاطب جیسے معزز صحابی کے اس افشائے راز پر ان کو حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے غضب ناک ہو کر دربار نبوت میں عرض کیا۔ "اجازت ہو۔ تو حاطب کی گردن اڑا دوں"۔ لیکن حضور نے ان کے غصہ کو فرو کرنے کے لئے فرمایا۔ عمرؓ تم کو یاد نہیں۔ کہ شرکاء جنگ بدر کی شان میں خداوند تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے :-

"اعملوا ما شئتم فانی قد غفرت لکم"۔ | تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہارے گناہوں کو بخش دیا ہے۔

اس کے بعد حضور نے حاطب سے وجہ دریافت کی۔ حاطب نے عرض کیا۔

میرے اعزا و اقربا مر چونکہ مکہ میں ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا تھا۔ کہ اہل مکہ کے ساتھ ایک احسان کر دوں۔ تا کہ وہ میرے عزیزوں کو نقصان نہ پہنچائیں خدا کی قسم! اس وجہ کے سوا اور کوئی وجہ نہ تھی۔ میں مسلمان ہوں۔ اور اسلام میں ذرہ بھر مجھ کو شک و شبہ نہیں ہے۔" عذر چونکہ معقول تھا۔ اس لئے حضورؐ نے اس کو قبول فرما لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق یخرجون الرسول وایاکم۔ ان تومنوا باللہ ربکم ان کنتم خرجتم جھادا فی سبیلی وابتغاء مرضاتی تسرون الیھم بالمودۃ وانا اعلم بما اخفیتم وما اعلنتم ومن یفعلہ منکم فقد ضل سواء السبیل۔

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ نہ معلوم ان سے نامہ و پیام کی دوستی بڑھاؤ۔ انہوں نے اس دین سے جو تمہارے پاس ٹھیک ٹھیک اور حق حق آیا ہے۔ انکار کیا۔ انہوں نے رسول کو اور تم کو مکہ سے صرف اس لئے نکال دیا تھا۔ کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری رضا کی طلب میں نکلے ہو۔ تو کیوں در پردہ ان سے دوستی رکھتے ہو۔ تم جو کچھ چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو۔ میں سب کو ٹھیک جانتا ہوں۔ تم میں سے جو ایسا کرے تو سمجھو کہ وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

اس وحی الہی سے ثابت ہو گیا۔ کہ ایک مہربان حاکم کی طرح مجرم کو ہدایت کر دی گئی کہ آئندہ وہ ایسا نہ کریں۔ کہ یہ فعل گمراہی ہے۔

مکہ پر لشکر کشی

مختصر یہ کہ حضور دس ہزار مجاہدین اسلام کو مدینہ سے لے کر نکلے۔ مدینہ کا

حاکم کلثوم بن حصین بن عتبہ غفاری کو مقرر کیا۔ اور تیزی سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں حلیف قبائل کے دو ہزار آدمی اور لشکر اسلام میں شامل ہو گئے مقام ذوالحلیفہ یا جحفہ میں مکہ سے آتے ہوئے حضرت عباسؓ سے ملے حضرت عباس نو مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ اور اس وقت تک اپنی خاندانی خدمت چاہ زمزم پر حجاج کو پانی پلانا انجام دے رہے تھے۔ اور اب مع اہل عیال ہجرت کر کے آئے تھے۔ حضور ان سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ "جس طرح میری آخری نبوت ہے۔ اسی طرح عباسؓ کی آخری ہجرت ہے۔" اس کے بعد حضور نے حضرت عباس کو حکم دیا۔ کہ "اہل و عیال اور اسباب کو مدینہ بھیج دو۔ تم لشکر اسلام کے ساتھ مکہ چلو" چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

لشکر اسلام کوچ کرتا ہوا ساتویں روز مرالظہران پہنچا۔ جو مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلے پر مدینہ کا آخری پڑاؤ ہے۔ حضور کے حکم سے وہیں قیام کیا۔ حضورؐ نے مجاہدین اسلام کو حکم دیا۔ کہ ایک ایک ہزار کی جماعتیں بنا لو اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قیام کرو۔ چنانچہ ہر جمعیت نے علیحدہ قیام کیا۔ اور رات کو کھانا پکانے کے لئے علیحدہ علیحدہ آگ روشن کی۔ جس سے مرالظہران کا سارا جنگل روشن ہو گیا۔

حضرت عباسؓ نے مسلمانوں کا اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا انہوں نے محسوس کیا۔ کہ اگر جنگ چھڑ گئی۔ تو مسلمان قریش مکہ کو پیس کر رکھ دیں گے۔ اور ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ انہوں نے فوراً یہ کوشش شروع کر دی۔ کہ قریش مکہ مسلمانوں کے مطالبات کو تسلیم کر لیں۔ اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ تاکہ خونریزی

نہ ہونے پائے۔

مر الظہران پہنچ کر ادھر تو عباسؓ لشکر گاہ سے باہر نکلے۔ کہ مکہ جانے والا کوئی شخص مل جائے۔ تو قریش کو اس آفت سماوی کی خبر دی جائے۔ جو صبح کو اسلامی لشکر کی صورت میں ان پر نازل ہونے والی ہے تاکہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے جرائم کی معافی چاہیں۔ اپنے آپ کو حضور کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ اور ادھر قریش مکہ میں سے تین شخص حکیم بن حزام، بدیل بن ورقہ اور ابوسفیان اسلامی لشکر کی آمد کی افواہ سن کر تجسس و تحقیق کے لیے مکہ سے نکلے۔ اور مر الظہران کے قریب پہنچ کر ایک پہاڑی پر چڑھے۔ دیکھا تو سارا جنگل روشن ہے۔ گویا مر الظہران کے سارے علاقہ میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ابوسفیان نے یکایک یہاں لشکر پہنچ جانے کو بعید از قیاس سمجھا۔ اپنے ہمراہیوں سے پوچھا۔ "یہاں عرفات جیسی آگ کیوں روشن ہے۔ کیا کوئی لشکر مکہ پر چڑھ آیا ہے" بدیل نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ بنو خزاعہ ہیں جو بنو بکر کے حمایتیوں کے ساتھ قریش سے انتقام لینے آئے ہیں"! ابوسفیان نے کہا۔ "میلوں میں آگ روشن ہے۔ بنو خزاعہ کی جماعت اتنی کثیر نہیں ہو سکتی"! آپس میں اسی قسم کی باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ حضرت عباس رضؓ کسی قاصد کی تلاش میں اس مقام پر پہنچے۔ ابوسفیان کی آواز کو پہچانتا۔ اور اپنے قریب بلا کر حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ پھر ابوسفیان کو امن دلانے کے خیال سے حضور کی خدمت میں لے چلے۔ راستہ میں حضرت عمر رضؓ کی نظر ابوسفیان پر پڑھ گئی۔ وہ دوڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا۔ کہ اسلام کا سب سے بڑا دشمن حاضر ہوا ہے۔ اجازت ہو۔ تو اس کا سر کاٹ لاؤں" اتنے میں حضرت عباسؓ اور ابوسفیان دربار رسالت میں پہنچ گئے۔ اور حضور سے

حضرت عباس رضؓ نے ابوسفیان کے لئے امان مانگ لی۔

ابوسفیان رات بھر حضرت عباس رضؓ کے خیمہ میں رہا۔ اور چونکہ ہر شخص کو یہ معلوم تھا۔ کہ ابوسفیان اسلام اور مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے۔ جس نے نہ صرف خود اسلام سے عداوت کا اظہار کر کے مسلمانوں کو تکلیفیں دیں۔ بلکہ مدینہ پر بار بار حملے کئے اور حضور کو قتل کرانے کی سازشیں کیں۔ بلکہ عرب قبائل کو بھی برابر اکساتا اور مسلمانوں سے لڑاتا رہا۔ اس لئے ہر شخص یہ رائے قائم کر چکا تھا۔ کہ صبح جب ابوسفیان حضورؐ کی خدمت میں لایا جائے گا۔ تو آپ اس کے قتل کا حکم دے دیں گے۔ اور اس خیال کی بنا پر ہر شخص صبح کی آمد اور دشمن اسلام سے انتقام کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

صبح کو جب کہ دربار نبوت میں صحابہؓ کا مجمع تھا۔ ابوسفیان کو لایا گیا۔ حضور نے اس پر رحم و کرم کی نگاہیں ڈالیں۔ اور پوچھا۔ "ابوسفیان! کیا تم کو ابھی تک اس کا یقین نہیں ہوا۔ کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے؟" ابوسفیان نے عرض کیا۔ واقعہ یہ ہے۔ کہ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اگر خدا کے سوا کوئی اور خدا ہوتا۔ تو آج ضرور ہمارے کام آتا۔" حضورؐ نے فرمایا۔ "ابوسفیان! کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری نبوت کے آثار صداقت دیکھو۔ اور میری رسالت پر ایمان لے آؤ۔" ابوسفیان نے عرض کیا۔ "میرے ماں باپ آپ پر قربان! ابھی اس بات کو تسلیم کرنے میں مجھ کو تامل ہے۔" مختصر یہ کہ تھوڑی دیر بعد ابوسفیان نے حضور کی نبوت کا دبی زبان سے اقرار کر لیا۔ اور مسلمانوں میں داخل ہو گئے۔ لیکن چند روز بعد ان کو آپ کی نبوت کا کامل یقین ہو گیا۔ اور وہ سچے مسلمان بن گئے۔

ابوسفیان کے اسلام قبول کر لینے کے بعد حضرت عباس رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! ابوسفیان مکّہ کے سرداروں میں سے ہے، فخر و امتیاز کو زیادہ پسند کرتا ہے۔ اگر حضورؐ اس کو کوئی امتیاز مرحمت فرما دیں۔ تو بہتر ہے۔" حضور نے فرمایا: "جو شخص خانہ کعبہ یا ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا۔ اس کو امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا۔ اس کو بھی امان ہے۔ ابوسفیان اس امتیاز سے بہت خوش ہوا۔ کہ اس کے گھر کو خانہ کعبہ کے برابر قرار دیا گیا۔

مرالظہران سے جب لشکر مکّہ کی جانب روانہ ہوا۔ تو حضور نے حضرت عباس رضؓ کو حکم دیا۔ کہ "ابوسفیان کو مکّہ کے راستہ کی کسی پہاڑی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس خدائی فوج کا جاہ و جلال دیکھے۔" چنانچہ حضرت عباس رضؓ ابوسفیان کو وادی کے کنارہ پر لے گئے۔ اور ایک ٹیلہ پر کھڑا کر دیا۔

مکّہ میں فاتحانہ داخلہ

لشکر اسلام متلاطم دریا کی طرح موجیں مارتا ہوا مکہ کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے قبائل غفار اپنا پرچم لہراتے ہوئے گزرے۔ ان کے بعد قبائل جہنیہ، ندیم اور سلیم کے بہادر اسلحہ میں ڈوبے ہوئے گذرے۔ اور تکبیر کے نعرے بلند ہوئے جو جماعت سکینت و وقار کے ساتھ ابوسفیان کی نگاہوں کے سامنے سے گذرتی۔ وہ اس کو دیکھ کر مرعوب ہو جاتا۔ اور اسلامی طاقت کا خوف اس کے دل میں جاگزیں ہو جاتا۔ پھر ابوسفیان نے انصار کے قبائل کے لشکر کو دیکھا جو ساز و سامان کے لحاظ سے سب سے بہتر تھا۔ اس لشکر کو دیکھ کر ابوسفیان

کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے حیرت زدہ ہو کر حضرت عباس رضؓ سے پوچھا۔ یہ کن لوگوں کا لشکر ہے؟" حضرت عباس نے فرمایا۔ "یہ انصار ہیں۔" معاً انصاری لشکر کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے ابوسفیان کے سامنے سے گذرے۔ اور ابوسفیان کو دیکھ کر بلند آواز سے فرمایا :-

الیوم یوم الملحمہ	آج کا دن گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔
الیوم تستحل الکعبہ	آج کعبہ کو حلال کر دیا جائے گا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کے یہ الفاظ ابوسفیان کے دل میں تیر کی طرح اتر گئے۔ اور جب سب سے آخر میں حضرت زبیر بن عوام رضؓ کو کبۂ نبوی کا علم لے کر گذرے۔ تو ابوسفیان نے حضورؐ کو مخاطب کر کے عرض کیا۔ "حضور! سنا عبادہ کیا کہتے تھے۔" حضورؐ نے فرمایا۔ "عبادہؓ نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔" یہ فرما کر حضور نے علم کو سعد بن عبادہؓ سے لے کر ان کے بیٹے اور بقول بعض حضرت علی رضؓ کو دے دیا۔

ابوسفیان یہ منظر دیکھ کر تیزی سے مکہ میں گیا۔ اور اہل مکہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "آج محمد ایسا لشکر لے کر آئے ہیں۔ کہ تم کسی طرح اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر اپنی جان بچانا چاہتے ہو۔ تو خانہ کعبہ میں یا میرے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ یا اپنے گھروں کے دروازے بند کر لو۔ یا اپنی تلواروں کو نیام میں کر لو۔ ان صورتوں کے سوا امان کی اور کوئی صورت نہیں ہے۔

غرض حضور اور لشکر اسلام مقام مرالظہران سے شان و شوکت کیساتھ مکہ کی جانب بڑھے۔ اور مکہ کی حدود میں داخل ہو کر حجون نامی پہاڑی پر علم نبوی کو نصب کر دیا گیا۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد حضور نے قبائل اسلم و غفار اور مزینہ و جہینہ کے بہادر لشکر کو حضرت خالد بن ولید رضؓ کے سپرد کیا اور حکم دیا۔ کہ تم اپنا لشکر لے کر مکہ کے حصہ زیرین سے مکہ کے اندر داخل ہونا اور جو شخص مقابلہ کرے۔ اس سے مقابلہ کرنا۔ احتیاط رکھنا کہ خون ریزی نہ ہو۔ کہ یہ علاقہ حرم ہے“ پھر حضرت زبیر رضؓ کو ایک لشکر دے کر حکم دیا۔ کہ تم بالائے مکہ سے اندر داخل ہونا اور حرم کے اندر خونریزی سے بچنا“ اس کے بعد خود حضور مقام ذی طویٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہونے کے لئے روانہ ہوئے۔

حضور اور زبیر بن العوام رضؓ کا ماتحت لشکر امن و امان سے مکہ میں داخل ہوگیا۔ لیکن خالد رضؓ جس جانب سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ ادھر ابوجہل کے بیٹے عکرمہ صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ نے مقابلہ کیلئے کچھ لوگوں کو فراہم کر رکھا تھا۔ اسلامی لشکر کو آتا دیکھ کر ان لوگوں نے تیر برسائے جس سے مسلمانوں کے دو یا تین آدمی یعنی کرز بن جابر فہری۔ حنیس بن خالد اور سلمہ بن جہنیہ شہید ہوئے۔ حضرت خالد رضؓ نے قریش کے حملہ سے مجبور ہو کر مجاہدین اسلام کو مقابلہ کا حکم دے دیا۔ بہت تھوڑی دیر مقابلہ جاری رہا۔ اور کفار قریش ۱۳ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

مختصر یہ کہ جب سب اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہوگیا۔ تو حضور نے حکم دیا۔ کہ کعبہ کو بتوں کی نجاست سے پاک کیا جائے۔ چنانچہ صحابہؓ نے ۳۶۰ بتوں کو کعبہ سے باہر نکالا۔ اور توڑ کر پھینک دیا۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ اس وقت حضورؐ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ جس کی نوک سے آپ بتوں کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے۔ اور یہ فرماتے جاتے تھے:۔

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل ۔ یعنی حق آگیا۔ اور باطل مٹ گیا۔ بیشک

كَانَ زَهُوقًا ؕ | باطل مٹنے ہی کی چیز ہے؛

حضرت عمرؓ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ وہاں جس قدر تصویریں تھیں ان کو مٹا ڈالا جب اس کام سے فراغت پائی۔ تو اول حضورؐ نے سواری پر سات مرتبہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر عثمان بن طلحہ کعبہ کے دربان کو بلا کر اُن سے کعبہ کی کنجی طلب کی۔ دروازہ کھلوایا۔ اور آپ حضرت بلال رضؓ اور طلحہؓ کے ساتھ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور نماز ادا کی۔ بعض احادیث میں صرف تکبیریں ادا کرنے کا ذکر کیا گیا ہے؛

خطبۂ فتح

حضورؐ کعبہ کے اندر سے باہر تشریف لائے۔ اور کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر مکہ کے ان لوگوں کو جو یہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔ کہ فتح کے بعد حضورؐ کیا کرتے ہیں۔ اور ہماری نسبت کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ مخاطب کر کے تقریر فرمائی۔ جس کے مخاطب اگرچہ اس وقت اہل مکہ تھے لیکن حقیقت میں یہ پیام ساری دنیا کے لئے تھا۔ آپ نے فرمایا:-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔ اَلَا كُلُّ مَأْثَرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُدَّعٰى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ الْحَاجِّ۔ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ	خدائے واحد کے سوائے کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اور اکیلے سارے جتھوں کو شکست دی۔ یاد رکھو! ہر قسم کے فخر، خون اور مال کے تمام دعوے میرے ان دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ البتہ حرم کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانا اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قریشیو!

ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاٰباء الناس من آدم۔ و آدم من تراب۔

بیشک خدا نے تمہارے جاہلیت کے غرور و گھمنڈ اور نسب کے تفخر کو مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنے تھے،

اس کے بعد حضور نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ وجعلنٰکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر۔

لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے۔ تاکہ تم ایک دوسرے سے شناخت کر سکو۔ لیکن خدا کے نزدیک معزز وہی ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ خدا بڑا دانا اور خبردار ہے۔

اس کے بعد حضور نے ان کفار قریش کی طرف دیکھا۔ جو آپ کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ اور جنہوں نے آپ کو اور مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچائی تھیں، اور پوچھا:۔

"یا معشر قریش ما ترون انی فاعل بکم"

قریش! تم کو معلوم ہے۔ کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں۔

قریش نے جواب میں عرض کیا۔

"خیراً اخ کریم وابن اخ کریم"

آپ ہمارے ساتھ بھلائی کریں گے۔ آپ ہمارے شریف بھائی اور شریف بھتیجے ہیں۔

حضور نے یہ جواب سن کر فرمایا:۔

فانی اقول کما قال یوسف لاخوانہ لا تثریب علیکم الیوم

میں وہی بات کہتا ہوں۔ جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا یعنی یہ کہ آج تم پر کوئی

اذھبوا فانتم الطلقاء | برائی نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

حضور نے اس کے بعد عثمان بن طلحہ رضہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرمایا۔ اور کعبہ کی کنجی حوالہ کر کے فرمایا۔ "یہ منصب تمہارے خاندان میں رہے گا۔ اور تم ہی اس خدمت کے مالک ہو۔"

خطبہ سے فراغت پانے کے بعد حضور نے ظہر کی نماز حرم میں ادا کی حضرت بلال رضہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دی حضور نے پہلی مرتبہ مجاہدین اسلام کے لشکر جرار کے ساتھ اطمینان وسکون کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ جو لوگ اسلام کی آغوش میں داخل ہونے کے لئے آئے تھے۔ اُن سے بیعت لی۔ حضور کے ترحم ومہربانی کو دیکھ کر تقریباً سارا مکہ رام ہو چکا تھا۔ اس لئے مکہ والوں کے بڑے گروہ نے اسی روز حضور کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور جو تھوڑے سے لوگ رہ گئے۔ انہوں نے بھی بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

مردوں کے بعد عورتوں کی بیعت شروع ہوئی۔ حضور نے ایک پیالہ میں پانی بھروا کر رکھ لیا تھا۔ جب کوئی عورت بیعت کے لئے آتی۔ حضور اس سے پہلے ارکانِ اسلام کے ادا کرنے اور اخلاق وسلوک سے زندگی بسر کرنے کا عہد لیتے۔ اور پھر پیالہ میں ہاتھ ڈبو کر نکال لیتے۔ اس کے بعد وہ عورت پیالہ میں ہاتھ ڈالتی تھی۔ اس طرح بیعت کا عہد پورا ہو جاتا تھا۔ فتح مکہ کے دن حضور کے ہاتھ پر جن عورتوں نے بیعت کی تھی۔ ان میں عرب کے مشہور سردار عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہ رضہ کی ماں ہندہ بھی تھی۔ یہ وہی ہندہ تھی۔ جس نے جنگ اُحد میں حضرت حمزہ رضہ کو قتل کروا کر کلیجہ نکال کر چبا گئی۔ وہ چہرہ پر نقاب ڈال کر آئی تھی محض اس لئے کہ کوئی اس کو شناخت نہ کر سکے۔ ہندہ نے

بیعت کے وقت حضور سے دریافت کیا! خدا کے رسول! آپ کن باتوں کا عہد لینا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔" اس بات کا عہد کہ تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی۔" ہندہ نے عرض کیا۔" مگر یہ عہد مردوں سے تو آپ نے نہیں لیا۔ خیر اور آپ کیا عہد لینا چاہتے ہیں۔" حضور نے فرمایا۔" یہ کہ چوری نہ کرنا۔" ہندہ نے عرض کیا۔ میں کبھی کبھی شوہر کے مال میں سے تھوڑا سا لے لیا کرتی ہوں۔ معلوم نہیں کہ یہ چوری میں داخل ہے۔ یا نہیں۔" حضورؐ نے فرمایا۔" اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔" ہندہ نے عرض کیا۔" یا رسول اللہ! ہم نے اپنے بچوں کو پرورش کیا۔ جب وہ بڑے ہو گئے۔ تو آپ نے ان کو جنگ بدر میں مار ڈالا۔ آپ جانیں اور وہ جانیں۔" حضور نے فرمایا۔" کسی پر تہمت نہ لگانا۔" ہندہ نے عرض کیا۔" خدا کی قسم! یہ بہت بُری عادت ہے آپ ہم کو اچھی باتیں بتاتے اور سکھاتے ہیں۔" حضور نے فرمایا۔" امر نیک میں ہمارے خلاف بات نہ کرنا۔" ہندہ نے عرض کیا۔" اگر آپ کی نافرمانی منظور ہوتی۔ تو ہم اس جگہ نہ آتے۔"

مجرموں کا قتل

مجرمین مکہ کا جرم۔ مجرمین کی تعداد اور جن مجرموں کو موت کی سزا دی گئی تھی۔ ان کی تعداد میں مورخین اور محدثین کے درمیان سخت اختلاف ہے۔ جن کی مختصر تشریح یہ ہے۔

۱۔ مورخین کا بیان یہ ہے۔ کہ فتح مکہ کے بعد جن لوگوں کو قتل کی سزا دی گئی تھی۔ ان کے جرائم یہ تھے۔

۱۔ انہوں نے بعض لوگوں کو ناحق قتل کیا تھا۔

۲- حضور اور مسلمانوں کو ستایا کرتے تھے۔ اور حضور کی شان میں گستاخیاں اور ہجو کیا کرتے تھے۔

مورخین کے اس بیان سے مجرمین مکہ کے تین جرم واضح ہوتے ہیں جن میں سے دو جرم یقیناً قابل تعزیر ہیں۔ لیکن تیسرا جرم یعنی حضور کو ستانا اور مسلمانوں کو پریشان کرنا اتنا جرم نہیں ہے۔ جس پر سزائے موت دی جا سکے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ حضور اپنی تقریر میں اس قسم کے مجرموں کو کامل آزادی فرما چکے ہوں۔ پھر ایسی صورت میں جب کہ حضور کسی سے ذاتی انتقام نہ لیتے ہوں۔ جیسا کہ حضورؐ نے خیبر میں زہر دینے والی یہود عورت سے انتقام نہیں لیا تھا۔

عام روایت یہ ہے۔ کہ مجرمین قابل تعزیر دس تھے۔ مغلطائی نے پندرہ بتائے ہیں۔ ابن اسحاق نے آٹھ بتائے ہیں۔ دارقطنی نے چھ لکھے ہیں۔ ابوداؤد نے چار بتائے ہیں۔ بخاری نے صرف ایک مجرم کے قتل کا واقعہ بیان کیا ہے۔ ایک اور روایت یہ ہے۔ کہ مجرمین کی تعداد سترہ تھی۔ گیارہ مرد اور چھ عورتیں۔ تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کہ صرف دس مجرم تھے۔ جن پر دو جرم عائد کئے گئے تھے۔ ان میں سے صرف تین کو سزائے موت دی گئی تھی۔ اور سات آدمیوں کو اسلام قبول کرنے پر معافی دے دی گئی تھی۔

عام روایت یہ ہے۔ کہ اہل مکہ کو امن کامل عطا فرماتے وقت حضور نے دس آدمیوں کی نسبت یہ حکم دیا تھا۔ کہ وہ جہاں ملیں قتل کر دئے جائیں۔ ان میں سے تین آدمیوں کو تو موت کی سزا دی گئی۔ اور سات کو خلوص قلب سے ایمان لے آنے پر معاف کر دیا گیا۔ بخاری کا بیان ہے۔ کہ صرف ایک آدمی کو

قتل کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے۔ کہ چار مردوں اور چار عورتوں کو قتل کی سزا دی گئی۔ اور باقی کو معاف کر دیا گیا۔

مجرمین کے حالات اور وجہ قتل

مجرمین کی سب سے بڑی تعداد مورخین کے نزدیک سترہ ہے۔ اسی تعداد کی مختصر تشریح ہم مناسب سمجھتے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن خطل مجرمین مکہ میں یہ سب سے بڑا مجرم تھا۔ یہ شخص مدینہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام لے آیا۔ اس کا اصلی نام عبدالعزیٰ تھا۔ مسلمان ہونے پر عبداللہ نام رکھ گیا۔ حضور نے اس کو کسی قبیلہ میں زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ وہاں اُس نے ایک روز اس قصور پر کھانے پکانے میں دیر کی تھی۔ ایک مسلمان خدمت گار کو مار ڈالا۔ اور پھر اس خوف سے کہ مدینہ میں حضور اس کو قصاص میں قتل کرا دیں گے۔ زکوٰۃ کا وصول کیا ہوا روپیہ لے کر مکہ چلا گیا۔ اور مرتد ہو گیا۔ حضور نے فتح مکہ کے بعد اس کو قتل اور ارتداد کے جرم میں موت کی سزا دی۔ اور قتل کرا دیا۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ جب عبداللہ کو قتل کے حکم کی خبر ملی۔ تو وہ جائے فرار نہ پاکر حرم میں داخل ہو گیا۔ کعبہ کے پردوں میں اپنے آپ کو لپیٹ لیا۔ حضور کو اس کی اطلاع دی گئی۔ حضور نے حکم دیا۔ کہ حرم کے اندر ہی اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ کعبہ کی دیوار کے نیچے اس کو قتل کر دیا گیا۔ چونکہ حضور کا یہ حکم احترام حرم کے خلاف تھا۔ اس لئے دوسرے روز حضور نے اپنی ایک تقریر میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ حرم میں قتل و قتال کو جائز سمجھنے

کے لئے کوئی شخص میرے اس فعل کو دلیل نہ بنائے۔ اس لئے کہ مجھ کو خصوصیت کے ساتھ صرف ایک دن کے لئے طلوع آفتاب سے عصر کے وقت تک حرم میں خونریزی کی اجازت خدا نے دے دی تھی؛

۲۔ مقیس بن صبابہ یہ شخص بھی مدینہ جاکر مسلمان ہو گیا تھا۔ قبول اسلام کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ ایک انصاری نے اس کے بھائی ہشام بن صبابہ کو مشرک سمجھ کر مار ڈالا۔ مقیس نے حضور سے اس کا ذکر کیا۔ حضور نے قاتل کو بلایا۔ اور اس نے بیان کیا۔ کہ غلطی سے ایسا ہوا ہے۔ حضور نے قتل کی دیت میں سو اونٹ اس کو دلوا دیے۔ چونکہ مقیس کے دل میں نفاق تھا۔ اس فیصلہ پر اس کو اطمینان نہ ہوا۔ موقع پاکر اس نے قاتل کو مار ڈالا۔ اور قصاص کے خوف سے وہ مکہ بھاگ گیا۔ اور وہاں مرتد ہو گیا۔ فتح مکہ کے دن حضور نے اس کو بھی قتل وارتداد کے جرم میں موت کی سزا کا حکم دیا۔ اور نمیلہ بن عبد اللہ قریشی نے اس کو ایسی حالت میں قتل کر دیا۔ جب کہ وہ اپنے مشرک دوستوں کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول تھا۔

۳۔ حارث بن طلاطلہ۔ یہ شخص حضور کا جانی دشمن تھا۔ آپ کو سخت اذیتیں دیتا اور ناشائستہ الفاظ آپ کی شان میں استعمال کیا کرتا تھا۔ حضور کے حکم سے حضرت علی رض نے اس کو قتل کیا۔ لیکن یہ روایت معتبر نہیں۔

۴۔ حویرث بن نقید۔ یہ شخص بھی حضور کو بہت ستایا کرتا تھا۔ اور ہجو اور بے ہودہ گوئی میں طاق تھا۔ حضور کے حکم سے حضرت علی رض

نے اس کو قتل کیا۔ لیکن صحیح روایت سے یہ قتل ثابت نہیں۔

۵۔ عکرمہ بن ابو جہل۔ ابو جہل۔ اور اس کے بیٹے عکرمہ کی عداوت محتاج بیان نہیں ہے۔ ابو جہل جنگ بدر میں مارا گیا۔ لیکن اس کا بیٹا عکرمہ مکہ میں مسلمانوں کے فاتحانہ داخلہ کے وقت تک اسلام اور مسلمانوں کا دشمن رہا۔ حضرت خالدؓ کی فوج سے مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ایک مسلمان عکرمہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضور کو جب اس کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا۔ "قاتل و مقتول دونوں جنت میں نظر آتے ہیں۔" صحابہؓ کو آپ کے اس ارشاد سے حیرت ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ حضورؐ کے یہ الفاظ عکرمہ کے اسلام کی بشارت تھی۔

مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد عکرمہ جان بچانے کے خیال سے یمن کو بھاگ گیا۔ لیکن اس کی بیوی ام جمیلؓ مسلمان ہو گئیں۔ امام مالکؒ نے عکرمہ کی بیوی کا نام ام حکیم بنت حارث بن ہشام لکھا ہے۔ مختصر یہ کہ عکرمہ کی بیوی ان کے بھاگ جانے پر ان کی تلاش میں نکلیں۔ اور یمن سے اپنی امان دے کر ان کو حضورؐ کی خدمت میں لے آئیں۔ وہ مسلمان ہو گئے۔ ان کے جرائم کو معاف کر دیا گیا۔ عکرمہ اسلام قبول کرنے کے بعد بڑے مخلص مسلمان ثابت ہوئے۔ اور اسلامی فتوحات میں انہوں نے بہت حصہ لیا۔

۶۔ صفوان بن امیہ یہ وہی شخص ہے۔ جو جنگ بدر کے مشرک مقتولین کا ماتم کیا کرتا تھا۔ جس نے عمیر بن وہب کو حضورؐ کے قتل کے لئے مدینہ بھیجا تھا۔ حضور کے اُن ارشاد کو سن کر عمیر تو مسلمان ہو گیا تھا۔ "صفوان نے تم کو میرے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔" لیکن صفوان بدستور کفر پر قائم رہا۔ فتح مکہ تک عکرمہ کی اس جماعت میں شامل رہا۔

جس نے حضرت خالدؓ کی ماتحت فوج سے مقابلہ کیا۔ فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا تھا۔ جب اس کو گرفتار کیا گیا۔ اور حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ تو اس نے دو ماہ کی مہلت طلب کی۔ حضورؐ نے مہلت عطا فرما دی۔ پھر جنگ حنین کے بعد جب صفوان نے اس مال غنیمت کو دیکھا۔ جو غزوہ حنین میں مسلمانوں کو ملا تھا۔ تو صفوان کی آنکھیں کھل گئیں۔ حیرت و استعجاب کے لہجہ میں اس نے کہا۔ "کس قدر مویشی ہیں۔ جو مسلمانوں کے ہاتھ لگے ہیں"۔ حضورؐ نے صفوان کے ان الفاظ کو سن کر فرمایا۔ "صفوان یہ سارے مویشی تم لے جاؤ۔ میں نے تم کو ہبہ کر دیئے۔" صفوان نے اس دریا دلی کو دیکھ کر بے اختیار یہ کہا۔ "اتنی سخاوت پیغمبر کے سوا کسی دوسرے میں نہیں ہو سکتی"۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا۔ اور حضورؐ نے اس کے جرائم کو معاف کر دیا۔

۷۔ وحشی قاتل حمزہؓ۔ وحشی جبیر بن مطعم کا غلام تھا۔ جس نے ہندہ زوجہ ابوسفیان کی تحریک سے جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔ فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ وہ حکم قتل سن کر طائف بھاگ گیا۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو وہ واپس آ کر مسلمان ہو گیا۔ اور عفو جرم کی درخواست کی۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً۔ انہ ھو الغفور الرحیم ؏	"اے محمدؐ! تم میری طرف سے ان لوگوں کو کہہ دو۔ "کہ گناہ کر کے اپنے آپ پر زیادتیاں کرنے والو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

حضورؐ نے اس سے بیعت لی اور معاف فرما دیا۔ وحشی نے بعد میں اسلام کی شاندار خدمات انجام دیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کو قتل کیا۔

۸۔ عبداللہ بن ابی سرح۔ یہ شخص حضرت عثمانؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ مدینہ میں حاضر ہو کر اس نے اسلام قبول کیا۔ حضور نے اس کو وحی کی کتابت کے لئے مقرر کر دیا۔ پھر یہ مرتد ہو کر مکہ بھاگ آیا۔ فتح مکہ کے بعد ارتداد کے جرم میں اس کے قتل کا حکم ہوا۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی سعی و کوشش سے حضورؐ نے اس کے جرم کو معاف فرما دیا۔ اس نے پھر اسلام قبول کر لیا۔ عثمانیؓ عہد خلافت میں اس نے افریقہ کا بہت بڑا علاقہ فتح کیا۔ اسلامی مقبوضات کو بڑی وسعت دی۔ پھر جب خلافتِ اسلامی میں فتنہ کا دور آیا۔ تو یہ شخص حکومت و سیاست سے دست کش ہو کر خلوت گزین ہو گیا۔

۹۔ کعب بن زہیر۔ حضورؐ نے اس کے جرم کو بھی معاف فرما دیا۔ اور یہ مسلمان ہو گیا۔

۱۰۔ ہبار بن اسود حضور نے مسلمان ہو جانے پر اس کے جرم کو بھی معاف فرما دیا۔

ان کے علاوہ دیگر جرائم پیشہ لوگوں کے جرم مسلمان ہو جانے پر معاف کر دیئے گئے۔

بُت شکنی

اسلام کا اصولی مسئلہ اعترافِ توحید اور شرک سے بیزاری ہے۔ اس لئے

فتح مکہ کے بعد حضور نے شرک کے خاتمہ کی اہم خدمات پر خاص توجہ فرمائی سب سے پہلے کعبہ کے بتوں کو نکلوا کر تڑوا دیا۔ کعبہ میں سب سے بڑا بت ہبل تھا۔ جس کو بڑا خدا مانا جاتا تھا۔ جنگ احد میں ابو سفیان نے اسی بت کا نعرہ لگایا تھا۔ حضور نے اس کو بھی تڑوا دیا۔

مکہ معظمہ کے اطراف میں اور بھی بہت سے بت تھے۔ حضور نے ان کو بھی توڑنے کے لئے مجاہدین اسلام کی جمعیتیں روانہ کیں۔ مسلمانوں نے تمام بتوں جن میں سے بعض مشہور بتوں کے نام۔ لات، منات سواع اور عزے تھے۔ ان سب کو توڑ دیا گیا۔

فتح مکہ کے متفرق واقعات

۱۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ جس روز بنو بکر حلیف قریش نے بنو خزاعہ حلیف حضور پر حملہ کیا۔ اس روز حضور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ کسی نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے۔ کہ یکایک آپ کی زبان مبارک سے لبیک لبیک کے الفاظ ادا ہوئے۔ یہ الفاظ چونکہ کسی پکارنے والے کے جواب میں کہے جاتے ہیں۔ اس لئے حضرت میمونہؓ ان کو سن کر حیران رہ گئیں۔ حضور سے پوچھا۔ "آپ نے یہ الفاظ کس کے جواب میں فرمائے ہیں۔" حضورؐ نے فرمایا۔ "قریش نے بنو بکر کے مددگار بن کر بنو خزاعہ پر شبخون مارا ہے۔ اور بنو خزاعہ نے مدد کے لئے مجھ کو پکارا ہے۔" اس واقعہ کے تین دن بعد عمرو بن سالم خزاعی اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ آیا۔ اور تمام واقعہ عرض کیا۔

۲۔ احادیث میں آیا ہے۔ کہ فتح مکہ کے سفر (واقع ماہ رمضان) میں حضورؐ جب موضع عسفان میں پہنچے۔ تو آپ نے ایک برتن میں پانی منگوایا۔ اور کھڑے

ہو کر یا لوگوں کو دکھا کر دن میں پانی پی کر روزہ افطار کیا۔ ابن عباس رضؓ کا بیان ہے۔ کہ حضور نے سفر میں بھی روزہ رکھا ہے۔ اور افطار بھی کیا ہے۔

۳ - ابن ہشام نے لکھا ہے۔ کہ جب بنو خزاعہ شکست کھا کر اپنی جان بچانے کے لئے خانہ کعبہ میں پناہ گزین ہوئے۔ بنو بکر و قریش کو خدا کا واسطہ دیتے ہوئے الھک الھک (یعنی خدا کے واسطے ہم کو چھوڑ دو۔ اپنے خدا کے واسطے ہمیں چھوڑ دو) کہا۔ تو ظالم بنو بکر اور قریش نے ان کے جواب میں کہا۔

لا الہ الیوم	آج کوئی خدا نہیں ہے۔

۴ - طبری میں ہے۔ کہ عمر بن سالم خزاعی نے مدینہ پہنچ کر حضورؐ کو ایک پر درد نظم میں اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی تھی۔ جس کے بعض اشعار یہ تھے۔

ان قریشا اخلفوک الموعدا ونقضوا المیثاق المؤکدا وجعلوا لی فی کداء رصدا وزعموا ان لست ادعوا احدا وھم اذل واقل عددا ھم بیتونا بالوتیر ھجدا فقتلونا رکعا و سجدا	قریش نے وعدہ خلافی کی۔ جو عہد انہوں نے آپ سے کیا تھا۔ اس کو توڑ ڈالا۔ انہوں نے خشک گھاس کی طرح ہم کو پامال کر دیا۔ یہ سمجھ لیا۔ کہ ہماری مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ وہ ذلیل اور حقیر و قلیل ہیں۔ کہ انہوں نے مقام وتیر میں ہم کو سوتا پا کر جا لیا۔ رکوع اور سجدہ کی حالت میں ہم کو ذبح کر ڈالا۔

آخری مصرعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنو خزاعہ کے کچھ لوگ مسلمان بھی تھے۔

۴ - مقام مرالظہران یا حجون پہاڑی کے قریب حضور سے ایک صحابی رضؓ نے یہ دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! مکہ میں کس جگہ قیام فرمائیں گے" حضور نے فرمایا۔ "عقیل نے گھر ہی کہاں چھوڑا ہے۔ کہ اس میں قیام کر دں۔ اس لئے مقام حنیف میں

ٹھہروں گا۔" اس کے بعد فرمایا۔ "مسلمان کافر کا وارث نہیں اور کافر مسلمان کا وارث نہیں۔ واقعہ یہ تھا۔ کہ ابوطالب کی ساری جائداد اور عبدالمطلب کے دوسرے بیٹوں کے مکانات جن میں حضور کا بھی مکان تھا۔ ابوطالب کے مرنے اور حضورؐ کے ہجرت کر جانے پر ابوطالب کے بیٹے عقیلؓ کے حصہ میں آئی تھی۔ اس لئے کہ عقیل اس وقت تک کافر تھے۔ اور حضرت علیؓ و جعفرؓ میراث کے وقت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور کافر کا وارث نہ تو مسلمان ہو سکتا تھا۔ اور نہ مسلمان کافر کا وارث۔ حضرت عقیلؓ نے اسلام لانے سے پہلے اپنی تمام جائداد کو بیچ ڈالا۔ اور فتح مکہ کے وقت ان کے پاس کچھ نہ تھا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد حضور نے خیف میں قیام فرمایا۔ یہ وہ جگہ تھی۔ جہاں قریش نے ترک موالات پر ہاشمی خاندان پناہ گزین ہوا تھا۔ اسی مقام کی ایک کھلی شعب ابی طالب کہلاتی ہے۔ یہ وہ گھاٹی ہے۔ جہاں ابوطالب ہاشمی خاندان کے ساتھ پناہ گزین تھے۔

۵۔ حضور جس وقت فاتحانہ مکہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اس وقت آپ اونٹ پر سوار تھے۔ آپ سورۂ فتح کی تلاوت فرما رہے تھے۔ گردن جناب ایزدی میں جھکی ہوئی تھی۔ اور وہ منظر گویا آپ کے سامنے تھا۔ جب کہ آپ اپنے وطن کو رات کی تاریکی میں خیرباد کہہ کر ہجرت کر رہے تھے۔

۶۔ عہد نبوت کے ابتدائی ایام میں ایک مرتبہ حضور نے عثمان بن ابی طلحہ کلید بردار کعبہ سے یہ درخواست کی تھی۔ کہ ذرا کعبہ کو کھول دو۔ عثمان نے حضور کی اس بات کو رد کر دیا۔ حضور نے فرمایا۔ "ایک دن کعبہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ میں جسے چاہوں گا۔ دے دوں گا۔ عثمان نے کہا۔ "کیا اس روز قریش ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔" حضورؐ نے فرمایا۔ "نہیں۔ اس روز ان

کی عزت میں ترقی ہوگی۔" چنانچہ فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے کعبہ کی کنجی کو عثمان سے لے لیا۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ پھر باہر آکر عثمان کو طلب فرمایا اور کعبہ کی چابی ان کو مرحمت فرمادی ۔

۷۔ فتح مکہ کے بعد مہاجرین نے حضورؐ سے اپنے مکان کا مطالبہ کیا جن کو چھوڑ کر وہ مدینہ چلے گئے تھے۔ اور مشرکین نے ان پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضورؐ نے ان کے مطالبہ کو منظور نہ فرما کر گویا یہ سبق دیا۔ کہ جس چیز کو تم خدا کی راہ میں چھوڑ چکے۔ ان کی واپسی کا خیال تک دل میں پیدا نہ ہونے دو۔

۸۔ ابن اسحاق راوی ہیں۔ کہ مکہ کی فتح کے دوسرے دن یعنی ۲۱ رمضان ۸ھ کو ایک خزاعی شخص نے ایک ہذیلی یا قبیلہ بنو بکر کے آدمی کو مار ڈالا۔ حضورؐ کو اس کی خبر ملی۔ تو آپ نے صحابہ رضا اور اہل مکہ کو جمع کیا۔ ان کے سامنے یہ تقریر فرمائی:۔

"یا ایہا الناس۔ ان اللہ حرم مکۃ یوم خلق السموٰت و الارض فہی حرام الی یوم القیامۃ فلا یحل لمؤمن من باللہ والیوم الاخران یسفک فیہا دمًا و لا یعضد فیہا شجرًا۔ لم یحلل لاحد کان قبلی ولا یحل لاحد یکون بعدی ولم یحلل لی الا ھذہ الساعۃ غضب علی اھلھا۔ الاثم قد رجعت کحرمتہا

لوگو! خدا نے مکہ کو اسی روز سے حرام قرار دیا ہے۔ جس روز سے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ اب وہ قیامت تک حرام رہے گا۔ کسی ایسے آدمی کے لئے جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ جائز نہیں ہے۔ کہ وہ حرم میں خون بہائے۔ یا حرم کے سر سبز درخت کو کاٹے مجھ سے پہلے کسی شخص کیلئے مکہ حلال نہیں ہوا۔ اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی صرف ایک ساعت کیلئے حلال ہوا تھا۔ اہل مکہ کے گناہوں

بالامس۔ فلیبلغ الشاهد منکم الغائب فمن قال لکم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ قاتل فیہا فقولوا ان اللّٰہ قد احلہا الرسولہ ولم یحللہا لکم۔

کے سبب۔ یاد رکھو! مکہ کی حرمت پھر کل کی مانند ہو گئی ہے۔ جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ میرا یہ پیام ان لوگوں کو پہنچا دیں۔ جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص یہ بات کہے۔ کہ رسول اللہ نے مکہ میں قتال کیا ہے۔ تو تم اس سے یہ کہہ دو کہ خدا اپنے رسول کیلئے مکہ کو حلال کر دیا تھا۔ لیکن تمہارے لئے حلال نہیں کیا ہے۔

یا معشر خزاعہ! ارفعوا ایدیکم عن القتل فلقد کثر القتل لقد قتلتم قتیلا لادینہ دیبنہ۔ فمن قتل بعد مقامی ھذا فاھلہ بخیر النظرین ان شاؤ اقد مرقاتلہ وان شاءوا فعقلہ۔

اے جماعت خزاعہ! قتل سے دست بردار ہو جاؤ۔ بہت قتل ہو چکا۔ تم نے ایک آدمی کو مار دیا ہے۔ جس کا خون بہا میں دے دونگا۔ لیکن آج کے بعد جو شخص کسی کو قتل کرے گا۔ تو مقتول کے وارث اس امر کے مختار ہوں گے۔ کہ خون کے بدلے وہ قاتل کا خون لیں۔ اور چاہیں۔ تو خون بہا لیں۔

۹۔ فتح مکہ کے بعد جب حضورؐ نے مکہ میں قیام کی مدت کا اعلان نہ کیا۔ اور نہ ہی مدینہ کی طرف واپسی کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ تو انصار کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا۔ کہ حضور کہیں مکہ ہی میں نہ رہ جائیں۔ اور اپنے قدیم وطن کو اپنا آئندہ وطن نہ بنا لیں۔ اس وسوسہ نے انصار کو فکر و تردد میں ڈال دیا۔ اور وہ رنجیدہ ہونے لگے۔ حضورؐ کو جب اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے انصار کو جمع کیا۔ ان کے سامنے تقریر فرمائی۔ جس میں ان کو اطمینان دلاتے ہوئے یہ فرمایا۔ کہ "ہماری زندگی اور موت تمہاری زندگی اور موت سے وابستہ ہے۔"

۱۰ - فتح مکہ کے بعد ایک روز حضرت ابوبکرؓ خیمہ مبارک کے دروازہ پر پہنچے حاضری کی اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر حضرت ابوبکرؓ اپنے بوڑھے والد ابو قحافہؓ کو لے کر جن کی داڑھی، مونچھیں اور پلکیں سب سفید ہو چکی تھیں۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام کی بیعت لینے کی خواہش ظاہر کی۔ حضورؐ نے اخلاق و مہربانی کے ساتھ ابو قحافہؓ کو اپنے پاس بٹھایا۔ ابوبکرؓ سے فرمایا "تم نے اپنے بوڑھے والد کو یہاں آنے کی تکلیف کیوں دی۔ میں وہیں چلا آتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ "حضور! انہی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے تھا۔" اس کے بعد آپؐ نے ابو قحافہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ "میں تم کو دین برحق کی دعوت دیتا ہوں۔" ابو قحافہؓ نے ذوق و شوق کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے ❁

اکتیسویں مہم

ظہورِ اسلام کے بعد عرب کے تمام قبائل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے۔ اسلام کا استیصال کرنے کے لئے انہوں نے باہمی رقابت و عداوت کو بھی طاقِ نسیان پر رکھ دیا تھا۔ ان قبائل میں قریش کا درجہ سب سے بڑھا ہوا تھا۔ اور متعدد مواقع پر قریش سے مسلمانوں کی ٹکر ہو چکی تھی۔ ان مقابلوں میں عرب کے بعض قبائل نے بھی حصہ لیا تھا۔

معاہدۂ حدیبیہ کے بعد عرب قبائل اور مسلمانوں کو کسی قدر طمانیت حاصل ہو گئی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا۔ کہ مشرک عرب کو اسلام کی تعلیم پر غور کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ اگرچہ اسلام کی طاقت کے معترف تھے۔ لیکن اس کے منتظر تھے۔ کہ قریش سے مسلمانوں کا سمجھوتہ کیونکر ہوتا ہے۔ ان کا خیال تھا۔

کہ اگر مسلمانوں نے قریش پر غلبہ حاصل کر لیا۔ تو اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اسلام سچا مذہب اور محمدؐ خدا کے سچے پیغمبر ہیں۔ اس کے بعد قبول اسلام ضروری چیز ہے۔

فتح مکہ کے بعد عرب قبائل کی بڑی تعداد نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔ کہ محمدؐ خدا کے سچے رسول اور اسلام دین الٰہی ہے۔ اس اعتراف کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ قبائل عرب جوق در جوق حاضر ہوئے۔ اور اسلام قبول کرنے لگے۔ فتح مکہ کے بعد پندرہ ہی دن میں نو مسلموں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

جنگِ حُنین

مکہ معظمہ کے قریب طائف اور مکہ کے درمیان حنین ایک مقام ہے جو عرفات سے صرف تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے علاقہ میں حدود مکہ تک ہوازن، ثقیف عرب قبائل آباد تھے۔ جو اگرچہ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چرایا کرتے تھے۔ لیکن نہایت سرکش۔ جنگجو اور فنون جنگ کے ماہر تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان قبائل نے حالت پر غور کیا۔ اپنے مستقبل پر نظر ڈالی۔ غور و تامل کے بعد ان کو یہ نظر آیا۔ کہ مسلمان قریش پر غلبہ حاصل کر لینے کے بعد یقیناً ہماری طرف توجہ کریں گے۔ ممکن ہے۔ کہ جس طرح انہوں نے قریش کو مغلوب کر کے مکہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسی طرح ہم کو مغلوب کر کے ہمارے علاقہ پر قابض ہو جائیں۔ ہماری امارت و ریاست اور امتیازات کا خاتمہ ہو جائے اس لئے اس سے پہلے کہ مسلمان اس طرف متوجہ ہوں۔ خود ہم کو آگے بڑھ کر ان مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہیے۔ اس صورت میں اگر ہم نے فتح حاصل کر لی۔ تو ہم مسلمانوں سے اِن کی بت شکنی کا پورا پورا انتقام لیں گے۔ اور اہل مکہ کی جس

قدر جائداد اور باغات طائف میں ہیں۔ اُن سب پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا۔ اور اگر ہم کو شکست ہو گئی۔ تو بہر نوع ہم کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر رہنا ہے۔

ہوازن ثقیف اگرچہ معاہدہ حدیبیہ کے بعد ہی سے مسلمانوں کے خلاف تیار ہو رہے تھے۔ اور ان کے سرداروں نے دوسرے قبائل میں دورے کر کے مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی طاقت تیار کر لی تھی۔ لیکن موقعہ کے منتظر تھے اور مناسب موقع ملنے پر عام حملہ کا ارادہ کر چکے تھے۔ کہ یکایک بنو بکر اور بنو خزاعہ میں جنگ چھڑ گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مدینہ سے مجاہدین اسلام کا جرار لشکر مکہ پر آچڑھا۔ اور زبردستی مکہ پر قبضہ کر لیا۔

مسلمانوں کی یہ لشکر کشی ہوازن، ثقیف کی توقع کے خلاف تھی۔ اور مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ تو امیدوں کے بالکل خلاف تھا۔ جب انہوں نے دیکھا۔ کہ قریش مغلوب ہو گئے ہیں۔ مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ عرب قبائل قبول اسلام کی جانب جھک گئے۔ تو انہوں نے خطرہ کو محسوس کیا۔ اور قرار دیا۔ کہ اگر جلد توجہ نہ کی گئی۔ تو پھر مسلمانوں کی طاقت سے ٹکرانا ناممکن ہو جائے گا۔ چنانچہ ماہ شوال ۸ھ میں جب کہ حضورؐ مدینہ کی جانب روانگی کا ارادہ کر رہے تھے۔ ہوازن و ثقیف اپنے قبائل کی تمام شاخوں اور دوسرے قبائل کے ساتھ اپنی آبادیوں سے نکلے۔ یہ چار ہزار کی تعداد میں جمع ہو کر وادیٔ حنین میں لشکر زن ہوئے۔

ہوازن و ثقیف نے لشکر کی سرداری اور رہنمائی کے لئے دو شخصوں کو منتخب کیا تھا۔ مالک بن عوف اور درید بن الصمہ کو۔ آخر الذکر سردار اگرچہ بوڑھا تھا۔ سو برس کی عمر ہو گئی تھی۔ قوئی تحلیل ہو کر صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں

لیکن اس کی جنگی تدبیروں اور صائب مشورات پر سارے عرب کو اعتماد تھا اس کو پلنگ پر حنین میں لایا گیا۔

حنین کے لشکرگاہ میں پہنچ کر درید بن الصمہ نے لوگوں سے پوچھا۔ "یہ کونسی جگہ ہے۔" لوگوں نے کہا۔ حنین ہے۔ درید نے کہا۔ "جنگ کے لئے مناسب جگہ ہے۔" پھر درید نے پوچھا۔ "یہ بچوں کے رونے کی آواز کہاں سے آرہی ہے؟" لوگوں نے کہا۔ "مالک بن عوف کے مشورہ سے لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لائے ہیں۔ تاکہ اُن کے خیال سے راہ فرار تلاش نہ کی جا سکے۔" درید نے کہا۔ "یہ مشورہ غلط ہے جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ تو پھر کوئی نہیں روک سکتی۔ میدانِ جنگ میں صرف تلوار ہی کام دیتی ہے۔ اور اگر شکست ہوئی۔ تو عورتوں کے سبب ہم کو مزید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

حضورؐ کو ہوازن و ثقیف کی تیاریوں کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے تحقیقِ حال کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ اُس نے واپس آکر واقعہ کی تصدیق کی۔ حضورؐ نے فوراً مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ سامانِ جنگ اور زر نقد چونکہ کافی نہ تھا۔ اس لیے حضورؐ نے عبد اللہ بن ربیعہ سے جو مکہ کا ایک دولت مند شخص تھا۔ تیس ہزار درہم قرض لئے اور صفوان بن اُمیہ سے جو اس وقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔ سو زرہیں اور بقول چار سو زرہیں مستعار لیں۔

ضروری انتظامات کے بعد حضور بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر حنین کی طرف بڑھے۔ اس لشکر میں دس ہزار وہ مجاہدین تھے۔ جو حضور کے ہمراہ مدینہ سے آئے تھے۔ اور دو ہزار ان مسلمانوں کی جماعت تھی

جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔

فوج کی روانگی کے وقت مجاہدین اسلام کی کثرت، اسلامی جوش اور سامان جنگ کی زیادتی کو دیکھ کر کسی مسلمان کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکل گئے۔ "آج کون ہے۔ جو ہم پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے" اور اس اظہار فخر کی وجہ یہ تھی۔ کہ اس وقت تک مسلمانوں نے جتنی لڑائیاں لڑی تھیں۔ ان میں مسلمانوں کی تعداد اور سامان جنگ بہت کم ہوتا تھا اس لشکر کشی میں مسلمانوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ اور ساز و سامان بھی وافر۔ لیکن خداوند تعالٰے کو فخر و غرور کا یہ کلمہ پسند نہ آیا۔ اور فتح حنین کے بعد مسلمانوں کو متنبہ کرنے کے لئے خداوند تعالٰی نے یہ آیات نازل فرمائی:۔

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا و ضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و انزل جنودا لم تروھا و عذب الذین کفروا۔ ذالک جزاء الکافرین

"مسلمانو! خدا نے تمہاری مدد بہت مواقع پر کی۔ اور حنین کے دن بھی جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے۔ لیکن وہ کثرت بھی تمہارے کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر پیٹھ پھیر کر تم لوگ بھاگ نکلے۔ پھر اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسلی نازل کی۔ اور ایسا لشکر بھیجا جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے۔ اور کافروں کو سخت مار دی۔ یہی کافروں کی سزا تھی"۔

لشکر اسلام راستہ میں ایک بیری کے درخت کے قریب سے گذرا

جس کو ایام جاہلیت میں ذات انواط کہا جاتا تھا۔ عرب قبائل اس کا طواف اور پرستش کیا کرتے تھے۔ نومسلموں نے حضورؐ سے عرض کیا "یا رسول اللہ! جیسا ان لوگوں کا ذات انواط ہے۔ اسی طرح کا ہمارے لئے بھی مقرر فرما دیجئے۔" حضور اس سوال سے ناراض ہوئے۔ اور فرمایا۔ تم مجھ سے ایسا ہی سوال کرتے ہو۔ جیسا کہ موسیٰؑ کی قوم نے موسےٰ سے کیا تھا۔ خدا کی قسم! مجھ کو اندیشہ ہے۔ کہ تم سے وہی سلوک ہو۔ خبردار! آئندہ کبھی اس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ نہ دینا۔"

قبائل ہوازن و ثقیف چوں کہ فنون جنگ سے واقف تھے اس لئے انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی خبر پاکر وادیٔ حنین کے اطراف میں تنگ گھاٹیوں کے قریب کمین گاہیں بنا لیں۔ اپنے تیر اندازوں کو ان میں چھپا دیا۔ جب لشکرِ اسلام کا اگلا حصّہ جس میں زیادہ تعداد مکہ وغیرہ کے اُن نو مسلموں کی تھی جن کے پاس کافی اسلحہ نہ تھا۔ اُن کے قریب سے گذرا۔ تو کمین گاہوں سے دشمنوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اور دوسری جانب سے ہزاروں کی تعداد میں دشمن بڑھے۔ مسلمانوں پر یک بارگی حملہ کر دیا۔ صبح کا وقت تھا۔ روشنی اچھی طرح پھیلی نہ تھی۔ اور مقابلہ کی جگہ نشیب میں تھی حضرت خالدؓ کا یہ مقدمتہ الجیش تیروں کی بارش اور ہوازن و ثقیف کے اچانک حملہ سے گھبرا گیا۔ اور ابتری کے ساتھ اس کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر بقیہ فوج کے پاؤں بھی اکھڑ گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں تمام میدان مجاہدین سے خالی ہو گیا۔ صرف چند جاں نثار جن کی تعداد سو سے زیادہ نہ تھی۔ بمعہ حضورؐ تنہا رہ گئے۔ اس موقع پر حضورؐ نے بے نظیر شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔ فوراً اپنے سفید خچر دلال

نامی سے اترے۔ اور بلند آواز سے فرمایا:۔

انا النبی لا کذب	میں خدا کا نبی ہوں۔ اس میں شک نہیں
انا ابن عبد المطلب	عبد المطلب کا پوتا ہوں۔ اس میں بھی شبہ نہیں

اس کے بعد حضور نے خود اور بقول بعض حضور کے حکم سے حضرت عباسؓ جن کی آواز بہت بلند تھی۔ بھاگتے ہوئے مجاہدین اسلام کی طرف رُخ کرتے ہو پکارا:۔

یَا معشر الانصار!	اے انصار کے گروہ اور اے بیت
وَیَا اَصْحَابُ الشجرۃ!	الرضوان والو!

حضور یا حضرت عباسؓ کی پکار سن کر ہر طرف سے لبیک لبیک کی آوازیں آنے لگیں۔ انصار و مہاجرین نے اپنی سواریوں کا رخ پھیر دیا۔ جن لوگوں نے سواریوں پر دوڑتے میں مشکلات محسوس کیں۔ وہ سواریوں سے کود پڑے۔ اور اسلحہ لے کر دوڑے۔ یہاں تک کہ ایک لمحہ میں مجاہدین اسلام کی منتشر طاقت یک جا جمع ہو گئی۔ حضورؐ نے فوج کو ترتیب دیا۔ اور مہاجرین کو آگے رکھا۔ اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگا کر مجاہدین اسلام آگے بڑھے۔ اور دشمنوں پر حملہ کر دیا۔ دشمن اِس پرجوش حملہ کی تاب نہ لا سکا۔ اور پیچھے ہٹنے لگا۔ یہاں تک کہ جب اُس کے ستر آدمی مارے جا چکے۔ اس کا علمبردار بھی جب موت کی آغوش میں چلا گیا۔ تو اس کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ دو حصّوں میں منتشر ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مالک بن عوف جنگجو آدمیوں کو لے کر قلعہ طائف میں گھس گیا اور درید بن الصمہ اہل و عیال کے گروہ اور زر و مال لے کر اوطاس کے قلعہ میں جا چھپا۔

اوطاس کا معرکہ

ہوازن و ثقیف نے جب حنین کو خالی کر دیا۔ اور اپنے آدمیوں کو لے کر اوطاس و طائف میں چلے گئے۔ تو حضورؐ نے ابو عامر رضؓ اشعری کو حکم دیا۔ کہ تم فوج کا دستہ لے کر جاؤ۔ اور اوطاس پر حملہ کر کے مشرکین کا استیصال کر دو۔ چنانچہ ابو عامر رضؓ (ابو موسیٰؓ اشعری کے چچا) تھوڑی سی فوج لے کر اوطاس میں پہنچے اور دشمنوں پر حملہ کر دیا۔

اسلامی جھنڈا چونکہ ابو عامرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ اس لئے دشمنوں کی نظر انہیں پر تھی۔ درید کے بیٹے سلمہ نے موقع پا کر ابو عامر کے گھٹنے میں تیر مارا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ اور احادیث میں یوں ہے۔ کہ قبیلہ جشم کے ایک شخص علاء نامی نے تیر مارا تھا۔ جس کو ابو موسیٰؓ نے گرفتار کر کے مار ڈالا۔

ابو عامرؓ نے مرتے وقت فوج کی رہنمائی پر ابو موسیٰؓ کو مقرر کر دیا تھا۔ ابو عامرؓ کی شہادت کے بعد ابو موسیٰؓ نے دشمن پر سخت حملہ کیا۔ اس کے علمبردار کو قتل کر کے علم چھین لیا۔ بنو ہوازن کو شکست دے کر ان کے بیوی بچوں اور زر و مال پر قبضہ کر لیا۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ اوطاس میں چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں۔ چار ہزار اوقیہ چاندی اور چھ ہزار عورتیں اور بچے ہاتھ لگے تھے۔

حضورؐ کو اوطاس کے حملہ کی کامیابی کی خبر دی گئی۔ حضورؐ نے حکم دیا۔ کہ جو مال غنیمت ملا ہے۔ اس کو اور اسیران جنگ کو مقام جعرانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ طائف سے فراغت پانے کے بعد اس کو تقسیم

کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ نے اسیرانِ جنگ اور مالِ غنیمت کو جعرانہ میں پہنچا دیا۔

طائف کا محاصرہ

طائف نہایت محفوظ تھا۔ جس کے گرد مضبوط شہر پناہ تھی۔ ثقیف کے بعض قبائل یہاں آباد تھے۔ جو شجاعت میں قریش کے ہمسر خیال کئے جاتے تھے۔ حنین سے بھاگے ہوئے لوگوں نے طائف میں پناہ لی۔ اور قلعہ کے اندر کافی سامانِ رسد جمع کر کے شہر اور قلعہ کا پھاٹک بند کر لیا۔ شہر پناہ اور قلعہ کے اوپر پتھر پھینکنے والی مشینیں لگا دیں۔ اور جگہ جگہ قدر انداز اور تیر انداز متعین کر دیئے ⁂

ہوازن و ثقیف کے قبائل چونکہ اس زمانہ کے خوفناک آلاتِ جنگ سے واقف تھے۔ کافی آلات انہوں نے فراہم کر لئے تھے۔ اس لئے محاصرین کے خلاف ان آلات سے انہوں نے کام لیا۔ پتھر اور لوہے کی گرم سلاخیں مشینوں سے انہوں نے محاصرین پر برسائیں۔ اس شدت سے تیر باری کی کہ محاصرین کو اپنی جگہ سے ہٹنا پڑا۔ پتھروں گرم سلاخوں اور تیروں کی بارش سے بھی بہت سے مسلمان زخمی ہوئے۔ مسلمانوں نے جوابی حملہ کے طور پر قلعہ شکن مشینوں سے کام لیا۔ اور بے شمار پتھر شہر پناہ کی دیواروں اور قلعہ پر برسائے۔ لیکن کامیابی کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی ⁂

بیس روز محاصرہ کو گذر چکے۔ تو حضور نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ نوفل بن معاویہ نے کہا۔ اگر محاصرہ جاری رہا۔ تو ایک نہ ایک روز محصورین پر کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اگر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ تب بھی کوئی

اندلیشہ نہیں ہے" حضور نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور محاصرہ اُٹھا لیا۔ صحابہ میں سے بعض نے محاصرہ اٹھا لینے کے بعد حضور سے عرض کیا۔ کہ اِن لوگوں کے لئے بددُعا کیجئے۔ حضور نے بدعا کی بجائے یہ دعا دی:۔

اللّٰھم اھد ثقیف وائت بھم۔	اے اللہ ثقیف کو ہدایت دے۔ اور اس امر کی توفیق دے۔ کہ وہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔

حنین واوطاس کے مال کی تقسیم

حضورؐ طائف سے جعرانہ تشریف لائے۔ اور اسیرانِ جنگ کے معاملہ کو دوسرے وقت پر ملتوی کر کے مالِ غنیمت کو تقسیم کر دینے کے لئے مال کے پانچ حِصّے کئے۔ جن میں سے ایک حصّہ بیت المال کے لئے رکھا گیا۔ اور بقیہ چار حِصّے فوج میں تقسیم کر دیئے گئے۔

حضور نے فوج پر جو مال تقسیم کیا تھا۔ اس میں سے ان لوگوں کو خاص طور پر انعامات دیئے گئے تھے۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ اور قوم کے سردار تھے۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن ابھی اسلام میں مضبوط نہ تھے۔ قرآن مجید میں انہیں لوگوں کو ہی مؤلفۃ القلوب کہا گیا ہے۔

حضور نے ان لوگوں کو جو انعامات دیئے تھے۔ ان کی تفصیل مورخین نے یہ بتائی ہے۔ کہ ابوسفیان اور اس کی اولاد کو تین سو اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی۔ حکیم بن حزام کو دو سو اونٹ۔ نضر بن حارث۔ صفوان بن امیہ۔ قیس بن عدی۔ سہیل بن عمرو۔ حویطب بن عبدالعزیٰ۔ اقرع بن حابس۔ عیینہ

بن حصین اور مالک بن عوف کو سو سو اونٹ۔ اِن کے علاوہ اور بہت سے آدمیوں کو پچاس پچاس اونٹ دیئے گئے۔

مقررہ قاعدہ کے موافق تقسیم میں چونکہ پیدل کے حصہ میں چار اونٹ اور چالیس بکریاں اور سوار کے حصّہ میں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئی تھیں۔ اس لئے انصار کو حضور کے یہ انعامات اور عطیات ناگوار گذرے۔ یعنی انہوں نے محسوس کیا۔ کہ حضورؐ نے اپنے لوگوں کو زیادہ دیا ہے۔ اور ہم کو تھوڑا۔ چنانچہ بعض نوجوانوں نے علانیہ یہ الفاظ کہے کہ قریش کو انعام دیا گیا۔ اور ہم کو محروم رکھا گیا۔ حالانکہ قریش کے خون کے قطرات اب تک ہماری تلواروں سے ٹپک رہے ہیں"۔ بعض نے یہ بھی کہا۔ کہ مشکل پڑتی ہے۔ تو ہم کو یاد کیا جاتا اور پکارا جاتا ہے۔ اور مال غنیمت دوسروں کو ملتا ہے"۔ حضور کے کانوں تک یہ باتیں پہنچیں تو آپ نے انصار کو طلب فرمایا جب انصار کے تمام اعیان خیمہ میں جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "کیا تم نے ایسا ایسا کہا ہے؟" انصار نے عرض کیا۔ "حضور ہم میں سے کسی سنجیدہ اور بڑے آدمی نے یہ بات نہیں کی۔ البتہ چند نوجوانوں کی زبان سے ایسے الفاظ ضرور نکل گئے ہیں"۔

بخاری میں حضرت انس رضؓ کا یہ قول ہے۔ کہ انصار چونکہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اس لئے حضور کے جواب میں انہوں نے یہ عرض کیا۔ کہ "حضورؐ نے جو سنا ہے سب درست ہے۔" انصار کا یہ جواب سُن کر حضورؐ نے انصار کو مخاطب کر کے ایک تقریر فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا:-

"کیا یہ سچ نہیں ہے۔ کہ تم گمراہ تھے۔ خدا نے تم کو میرے
ذریعہ سے ہدایت دی۔ تم میں پھوٹ اور انتشار تھا۔ اور
تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ میرے ذریعہ سے خدا
نے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم غریب اور مفلس تھے۔ خدا
نے میری بدولت تم کو مالدار بنا دیا۔"

حضورؐ جو بات کہتے جاتے تھے۔ انصار اس کے جواب میں عرض
کرتے جاتے تھے۔ کہ خدا اور اس کے رسول کا احسان بہت بڑا ہے۔
اس کے بعد حضور نے فرمایا۔

"تم یہ جواب دے سکتے ہو۔ کہ اے محمدؐ! ساری دنیا نے تم کو
جھٹلایا۔ ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ لوگوں نے جب تم کو
چھوڑ دیا۔ ہم نے تم کو پناہ دی۔ تم محتاج اور مفلس ہمارے
ہاں آئے تھے۔ ہم نے تمہاری مدد کی۔ میرے جواب میں تم یہ
باتیں کہتے جاؤ۔ اور میں یہ کہتا جاؤں کہ درست ہے۔ درست
ہے۔ لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ کہ
لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں۔ اور تم محمدؐ کو لے کر
اپنے گھر جاؤ۔"

حضورؐ کی اس تقریر نے انصار کو تڑپا دیا۔ اور بے اختیار ہو کر
رونے لگے۔ یہاں تک کہ آنسوؤں سے اکثر لوگوں کی ڈاڑھیاں تر ہو گئیں
پھر سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! آپ کے سوا ہم کو کچھ
نہ چاہیئے۔" اس کے بعد حضور کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا۔ اور فرمایا کہ
مکہ والوں کو میں نے جو کچھ دیا ہے۔ وہ ان کا حق سمجھ کر نہیں دیا۔ بلکہ انعامات

وعطیات سے مقصود صرف تالیف قلوب ہے۔

اسیرانِ جنگ کی رہائی

مالِ غنیمت کی تقسیم ہو چکی تھی۔ کہ قبیلہ ہوازن کی طرف سے سفارت کے طور پر چند لوگ آئے۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسیرانِ جنگ کی رہائی کی درخواست پیش کی۔ بعض مورخ تو یہ کہتے ہیں۔ کہ جو لوگ اُن سفارت پر آئے تھے۔ وہ حضور کی رضاعی ماں کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان لوگوں کے سردار زہیر بن صرد نے حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ "جو عورتیں یہاں محبوس ہیں۔ اُن میں آپ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں بھی ہیں۔ اور بہنیں بھی۔ خدا کی قسم! اگر عرب کے بادشاہوں میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا۔ تو ہم کو اس سے بہت کچھ اُمیدیں ہوتیں۔ اور آپ سے تو ان سے زیادہ توقعات ہیں" حضور نے یہ الفاظ سن کر فرمایا۔ "بنو مطلب کے خاندان کے حصہ میں جس قدر قیدی آئے ہیں۔ میں اُن کو تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔ لیکن بہتر صورت یہ ہے۔ کہ نماز کے بعد عام مجمع میں تم اپنی درخواست پیش کرو۔ تاکہ تمہاری خواہش پوری ہو جائے۔ چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد عام مجمع میں سفارت نے اپنی درخواست پیش کی۔ جس کے جواب میں حضور نے فرمایا۔ "مجھ کو صرف اپنے خاندان کے حصہ کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کی سفارش پیش کرتا ہے" حضور کے ارشاد کو سن کر انصار و مہاجرین نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم بھی اپنے حصوں کو آزاد کرتے ہیں۔ اس طرح چھ ہزار اسیرانِ جنگ ایک لمحہ میں آزاد ہو گئے۔ بعض مورخین کا بیان ہے

کہ جو لوگ سفارت پر آئے تھے۔ وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضورؐ پر تبلیغ اسلام کے سفر میں پتھر برسائے تھے۔ اور اتنی سنگ باری کی تھی۔ کہ آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے۔ حضرت زید رضؓ بن حارث بے ہوشی کی حالت میں آپ کو اٹھا کر لائے تھے۔ ان لوگوں نے درخواست رحم پیش کی۔ حضورؐ نے فرمایا "تم کل صبح نماز فجر کے بعد آنا۔ اور مجمع میں درخواست پیش کرنا۔" چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کی درخواست پر حضورؐ نے بلا معاوضہ اپنے خاندان کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ انصار و مہاجرین نے بھی آپ کی تقلید کی۔ لیکن قبائل بنو سلیم اور بنو فزارہ نے اپنے قیدیوں کو رہا نہ کیا۔ حضورؐ نے ہر قیدی کے بدلے چھ چھ اونٹ ان لوگوں کو دے دیئے۔ اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔

واپسی

غزوہ حنین سے فراغت کے بعد حضورؐ نے مقام جعرانہ سے عمرہ کا احرام باندھا۔ اور مکہ میں داخل ہو کر طواف وغیرہ کیا۔ اس کے بعد مکہ کے ضروری انتظامات کئے۔ اور پھر مجاہدین اسلام کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مسلمانوں کا پہلا حج

حضورؐ کی روانگی کے بعد مکہ کے حاکم عتاب بن اسید نے ایام حج میں مسلمانوں کے پہلے امیر حج بن کر مسلمانوں کے ساتھ حج کیا۔ چونکہ ابھی احکام حج نازل نہیں ہوئے تھے اس لئے حج کے ارکان کو عرب کے جاہلیت طریقہ پر ادا کیا

متفرق واقعات

۱۔ سنہ ۸ھ میں حضور کی صاحبزادی زینب رض کا انتقال ہوا

۲۔ ام المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رض کے بطن سے اس سال ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام حضور نے ابراہیم رکھا۔ حضور کو اس بچّہ سے بہت محبت تھی۔ لیکن یہ بچہ ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہا۔

۳۔ اس سال بعض شرعی احکام نازل ہوئے۔ شراب کی ممانعت کے احکام پہلے نازل ہو چکے تھے۔ اس سال حرمت کا حکم نازل ہوا۔ اور اسی کے ساتھ جوئے وغیرہ کی حرمت بھی نازل ہوئی۔ چوری کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کا حکم اسی سال نازل ہوا۔

سنہ ۹ھ کے واقعات

غزوہ تبوک:۔ جمادی الاولی سنہ ۸ھ میں حضور نے تین ہزار مجاہدین کا ایک لشکر زید بن حارث کی سرداری میں موتہ کے مقام پر شرجیل عمرو غسانی سے جنگ کے لئے بھیجا تھا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو ناکامی ہوئی تھی۔ اور حضرت خالد بن ولید رض مشکل سے مسلمانوں کو عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر سے صحیح وسلامت نکال لائے تھے۔ اس واقعہ کے بعد رومی سلطنت نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور شام کے غسانی بادشاہ کو جو رومی سلطنت کے ماتحت تھا۔ قیصر روم نے حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

سنہ ۹ھ کے وسط میں مدینہ کے اندر یہ خبریں آئیں۔ کہ رومی مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ زمانہ نہایت سخت تھا۔ اور مدینہ کے لوگ اکثر ان خبروں سے متوحش رہا کرتے تھے۔ جمادی الثانی سنہ ۹ھ میں یہ معلوم ہوا۔ کہ رومیوں نے شام میں لشکر جرار جمع کر لیا ہے۔ جس میں عرب کے مشہور بہادر قبائل شام ہیں۔ اور اس لشکر کا مقدمہ شام سے روانہ ہو کر بلقاء تک پہنچ گیا ہے۔ حضورؐ نے یہ خبریں سن کر فوج کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ ان ایام میں بدقسمتی سے عرب میں سخت قحط تھا۔ سخت گرمی کا موسم۔ فصل و میوہ جات کے پکنے کا وقت تھا اس لئے مسلمانوں کو گھر سے باہر جانا نہایت شاق تھا۔ منافقوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو بہکانا شروع کیا۔ لیکن حضورؐ نے اِن موانع کی پرواہ نہ کی۔ اور بدستور فوج کی تیاری میں مصروف رہے؛

حضورؐ نے فوجی اجتماع کا حکم دے کر عرب قبائل اور مدینہ کے عام مسلمانوں سے فوجی و مالی اعانت طلب کی۔ اسلام میں یہ پہلا چندۂ جنگ تھا۔ اور موسم اگرچہ ناساعد تھا لیکن مسلمانوں نے دل کھول کر اس میں حصہ لیا تھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اس موقعہ پر دریا دلی کا ثبوت دیا۔ دس ہزار دینار۔ نوسو اونٹ اور سو گھوڑے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنا سارا مال نذر کر دیا۔ اور جب حضورؐ نے پوچھا۔ ابوبکرؓ! گھر کتنا مال چھوڑ آئے ہو۔ تو عرض کیا۔ کہ صرف خدا اور حضورؐ کی محبت میں گھر چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے آدھا مال جس کی تعداد چار ہزار درہم تھی۔ پیش کی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم پیش کئے۔ ایک غریب مزدور صحابی نے جن کا نام ابوعقیل

انصاری تھا، دو سیر چھوہارے حضور کی خدمت میں پیش کئے۔ اور کہا" یا رسول اللہ! رات دن کی مزدوری ہے جس کی اجرت چار سیر چھوہارے ملے تھے۔ آدھے بیوی بچوں کو دے آیا ہوں۔ اور آدھے حضورؐ کی خدمت میں لے آیا ہوں"۔ حضور نے اس چندہ کی بڑی قدر کی۔ اور حکم دیا کہ ان کھجوروں کو سارے سامان پر برکت کے لئے پھیلا دیا جائے۔ اس چندہ میں عورتوں نے بھی حصہ لیا۔ اور اپنے زیورات اُتار دیئے۔

غزوہ تبوک کے اسلامی لشکر کو اسلامی تاریخ میں جیش عُسرۃ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یہ لشکر بے سروسامان تھا۔ اور عسرت و تنگ دستی نے کافی تیاریوں کا موقع نہیں دیا تھا۔

حضور کا قاعدہ تھا۔ کہ جب کسی مقام پر لشکر کشی فرماتے۔ تو اس مقام کا نام نہیں بتاتے تھے۔ اور لشکر کو لے کر روانہ ہو جاتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں حضورؐ نے اس قاعدہ پر عمل نہیں کیا۔ اور روانگی سے پہلے مقام کا اعلان کر دیا تھا۔ تاکہ لوگ کافی تیاری کر کے روانہ ہوں۔ لیکن اس اعلان نے ایک اور نتیجہ پیدا کیا۔ وہ یہ کہ کمزور اور ضعیف الایمان اور منافق دور دراز کے سفر، گرم موسم اور سفر کی صعوبت، فصل کی تیاری کا عذر کر کے لشکر میں شامل نہ ہوئے۔ اور تقریباً ۸۲ آدمی گھروں رہ گئے۔

اب کی مرتبہ حضورؐ نے ازواج مطہرات میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لیا۔ اس لئے حضرت علیؓ کو اہل بیعت کی نگرانی اور ضروریات کی فراہمی کی خدمت پر مامور کر کے مدینہ میں چھوڑ دیا۔ اور سباع بن عرفط کو مدینہ کا حاکم قرار دیا۔

مختصر یہ کہ رجب ۹ھ میں حضور تیس ہزار مجاہدین اسلام کا لشکر

لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ لشکر میں چوں کہ سواریوں کی کمی تھی۔ اس لئے ۱۸ آدمیوں کے حصّہ میں ایک اونٹ آیا۔ جس پر وہ اپنی باری سے سوار ہوتے جاتے تھے۔ سامان خوراک چوں کہ کافی نہ تھا۔ اِس لئے تھوڑی دور چل کر لوگوں کو کھانے پینے کی چیزوں کے نہ ملنے سے تکلیف ہونے لگی۔ تو حضرت عثمان رضؓ نے یہ حالت دیکھ کر فوراً آدمی دوڑائے۔ اور مدینہ سے اپنے تجارتی غلہ اور سامان کو منگوا کر لشکر کو مدد پہنچائی۔ بایں ہمہ اکثر مقامات پر لوگوں کو بھوک کی شدت کے سبب درختوں کے پتے کھانے پڑے۔ اور پیدل چلنے سے پاؤں میں ورم ہو گئے۔

راستہ میں چونکہ وہ مقامات پڑتے تھے۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں نافرمان قوموں کی تباہی کے سلسلہ میں آیا ہے۔ اس لئے جب اسلامی لشکر قوم ثمود کے ان مقامات کے قریب سے گذرا۔ جو اُس نے پہاڑوں کو کھود اور کاٹ کر بنائے تھے۔ تو حضور نے فرمایا۔ "یہ وہ مقام ہے۔ جس پر عذاب الٰہی نازل ہو چکا ہے۔ کوئی شخص نہ تو یہاں قیام کرے۔ اور نہ یہاں سے پانی پیئے۔ اور نہ کسی دوسرے کام میں لائے۔

غرض لشکر اسلام مصائب سفر برداشت کر کے تبوک میں پہنچا۔ جو مدینہ اور دمشق کے درمیان مدینہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے تو حضور کو تحقیق سے معلوم ہوا۔ کہ رومی لشکر کے اجتماع کی خبر غلط تھی۔ البتہ اتنا صحیح ہے۔ کہ غسانی بادشاہ اطراف و جوانب میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کر رہا ہے۔ اور یہ ارادہ رکھتا ہے۔ کہ عرب قبائل تیار ہو جائیں۔ تو مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔

حضور نے بیس روز اور بقول بعض ایک ماہ تبوک میں قیام فرمایا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ غسانی بادشاہ اور رومی سلطنت کے ارکین مسلمانوں کی پیش قدمی سے مرعوب ہو گئے۔ اور مدینہ پر حملہ آوری کے ارادوں میں تزلزل پیدا ہو گیا۔

انہیں ایام میں حضورؐ نے تبوک میں ایک نماز کے بعد لشکر اسلام کے سامنے ایک زبردست تقریر فرمائی۔ جس میں حمد و ثنا کے بعد دین اسلام کے فضائل اور اسلام کے خاص خاص احکام اور حکمتیں بیان فرمائیں۔ اور گراں قدر نصائح سے مسلمانوں کو مالا مال کر دیا۔

تبوک کے قیام میں ایک نہایت زبردست حادثہ حضرت عبداللہ کی وفات کا پیش آیا۔ جو حضور کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ مورخین کا بیان ہے۔ کہ ان کا اصلی نام عبد العزیٰ تھا۔ ان کے ماں باپ ان کو بچہ ہی چھوڑ گئے تھے۔ اور ان کے چچا نے ان کی پرورش کی تھی۔ جب یہ جوان ہو گئے تو چچا نے ان کو چند اونٹ، بکریاں اور غلام دے دیئے تھے۔ یہ اپنی زندگی طمانیت سے بسر کرنے لگے۔ جب انہوں نے عرب میں اسلام کا چرچا سنا اسلام کا اصول توحید و رسالت گوش گذار ہوئے۔ تو ان کے دل میں توحید کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا کے خوف سے وہ اپنے شوق کو پورا نہ کر سکے۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا۔ اور حضور مکہ سے مدینہ واپس تشریف لائے۔ تو ایک روز عبد العزیٰ نے اپنے چچا سے کہا۔ "چچا جان! میں بہت دنوں سے آپ کے اسلام کا انتظار کر رہا ہوں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اب تک آپ کے دل میں اسلام لانے کا جوش پیدا نہیں ہوا۔ آخر انتظار سے اکتا کر آج میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ کہ چونکہ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کرتا۔ اس لئے اب مجھ کو اجازت

دیجئے کہ میں اسلام قبول کر لوں۔" چچا نے کہا۔ "اگر تم اسلام قبول کر لو گے۔ تو میں تمہارا سارا سامان چھین لوں گا۔ اور بدن پر کپڑا تک باقی نہ چھوڑوں گا۔ عبد العزیٰ نے یہ سن کر اپنا تمام مال و اسباب چچا کے حوالے کر دیا یہانتک کہ بدن کے کپڑے بھی اتار دیئے۔ اور مادر زاد برہنہ ہو کر ماں کے پاس پہنچے اور کہا۔ اماں! میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ ستر پوشی کے لئے مجھ کو ایک کپڑے کی ضرورت ہے۔ تاکہ میں ستر چھپا کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو سکوں۔ ماں نے (دادی) ایک کمبل دے دیا۔ آپ نے کمبل کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کیا۔ ایک کا تہ بند بنایا۔ اور دوسرے کو اوڑھ لیا۔ اور اس شان سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ صبح سویرے ہی مسجد نبوی میں پہنچے۔ ٹکٹکی لگا کر حضورؐ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ حضورؐ تشریف لائے۔ تو عبد العزیٰ کو دیکھ کر پوچھا۔ "تم کون ہو؟" عبد العزیٰ نے عرض کیا۔ "حضور! میرا نام عبد العزیٰ ہے۔ اور ہدایت کی طلب میں حاضر ہوا ہوں۔" حضور نے ان سے اسلام پر بیعت لی۔ عبد اللہ نام رکھا۔ اور ذوالبجادین لقب قرار دیا۔ اور یہ حکم دیا۔ کہ مسجد نبوی کے چبوترہ پر رہا کرو۔

عبد اللہ حضور کے ارشاد کے مطابق ان لوگوں میں شامل ہو گئے۔ جو مسجد نبوی کے چبوترہ پر رہا کرتے تھے۔ آپ (عبد اللہ) قرآن مجید بڑے شوق سے پڑھنے لگے۔ ایک روز بلند آواز سے یہ قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ اور مسجد کے اندر لوگ نماز میں مشغول تھے۔ کہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے ان کی شکایت کی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "عمرؓ! ان کو کچھ نہ کہو۔ یہ خدا اور رسول کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آئے ہیں۔"

غزوہ تبوک کے لئے جب لشکر اسلام مدینہ سے روانہ ہونے لگا۔ تو

عبداللہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! دعا کیجئے کہ میں راہ خدا میں شہید ہو جاؤں۔" حضور نے فرمایا۔ "عبداللہ! جاؤ کسی درخت کی چھال کا ایک ٹکڑا لے آؤ۔" عبداللہ ٹکڑا لے آئے۔ حضور نے اس کو اُن بازو پر باندھ دیا اور فرمایا۔ "اے اللہ! میں اس کا خون کفار پر حرام کرتا ہوں۔" عبداللہ نے یہ سن کر فرمایا۔ "یا رسول اللہ! میں تو شہادت کی طلب میں اس سفر پر جا رہا ہوں۔" حضور نے فرمایا۔ "جب تم جہاد کی نیت سے گھر سے باہر نکلو اور راستہ میں تم کو بخار آ جائے۔ تو تم مر جاؤ۔ تب بھی تم شہید ہو گئے۔" حضور کا یہ ارشاد غزوۂ تبوک میں پورا ہوا۔ وہاں ایک روز عبداللہؓ کو بخار ہوا۔ اُسی بخار میں انہوں نے شہادت کا جام نوش کیا۔ رات کے وقت ان کی نعش کو دفن کیا گیا۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ ابوبکرؓ اور عمرؓ نعش کو قبر میں اتار رہے تھے۔ اور حضورؐ ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرما رہے تھے۔ "اپنے بھائی کا پاس رکھو۔" حضرت عبداللہ کی قبر پر حضورؐ نے اپنے ہاتھوں سے اینٹیں لگائیں۔ اور دفن سے فراغت کے بعد دعا کے طور پر فرمایا۔ "اے اللہ! میں آج شام تک اس سے راضی رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"

تبوک کے قیام میں مقام ایلہ کا زمیندار یوحنّا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جزیہ پر مصالحت کر لی۔ یوحنّا نے حضور کی خدمت میں ایک سفید خچر بھی پیش کی تھی۔ جس کے صلہ میں حضور نے اپنی چادر اس کو مرحمت فرمائی تھی۔ پھر حضور کی خدمت میں جرباء اور اذرح مقامات کے عیسائی حاضر ہوئے۔ اور جزیہ قبول کر کے مصالحت کر لی۔ پھر حضورؐ نے دومتہ الجندل کے رئیس کیدار کے مقابلہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو چار سو سوار دے کر روانہ کیا۔ حضرت خالدؓ نے کیدار کو گرفتار کر لیا۔ پھر

اس شرط پر رہا کر دیا۔ کہ وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر شرائط مصالحت پیش کرے۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ میں حاضر ہو گیا۔ ان تمام امور سے فراغت کے بعد حضور مدینہ کو واپس ہوئے۔ مدینہ کے لوگ ذوق وشوق کے ساتھ آپ کے استقبال کو مدینہ سے باہر نکلے۔ یہانتک کہ آج بھی لڑکوں نے شہر سے باہر نکل کر یہ اشعار پڑھے :-

طلع البدر علینا ، من ثنیۃ الوداع ، وجب الشکر علینا

مَا دَاعَ اللّٰہِ دَاعٍ

متفرق واقعات

سنہ ۹ھ میں صرف ایک ہی لشکر کشی ہوئی جس کا ذکر غزوہ تبوک کے عنوان سے اوپر کیا گیا ہے۔ البتہ دوسرے واقعات کثرت سے وقوع میں آئے جن کا ذکر تفصیل سے اس موقعہ پر کیا جاتا ہے :-

۱۔ واقعۂ ایلا اور تخییر :- حضور کی ازدواج مطہرات اگرچہ با عظمت خاندانوں کی خواتین تھیں۔ اسلام کی دولت سے ان کے قلوب لبریز تھے۔ بایں ہمہ انسانی کمزوریوں سے خالی نہ تھیں۔ بشریت کے اقتضاء سے کبھی کبھی ان میں رشک و رقابت کے جذبات بھی پیدا ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا۔ کہ ام المومنین حضرت زینبؓ کے ہاں کہیں سے شہد آیا۔ انہوں نے حضور کے تشریف لانے پر شہد کو پیش کیا۔ آپ کو چونکہ شہد بہت مرغوب تھا۔ اس لیئے آپ نے شوق کے ساتھ شہد کو استعمال فرمایا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جتنی دیر حضور اپنی بیویوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اس میں دیر ہو گئی۔ اس تاخیر سے حضرت عائشہؓ کو حضرت

زینبؓ پر رشک ہوا حضرت عائشہؓ نے واقعہ ناخیر کو معلوم کر کے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے سازش کی۔ اور عہد و پیمان کے بعد یہ قرار دیا۔ کہ جب حضور ہمارے یا تمہارے ہاں آئیں۔ تو ہم میں سے ہر ایک حضورؐ سے یہ کہے کہ آپ کے منہ سے مزافیر کی بو آتی ہے۔ چنانچہ دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور چونکہ حضور کو بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی۔ اس لئے مزافیر کی بُو کا ذکر سن کر آپ نے یہ سمجھا۔ کہ یقیناً شہد کے استعمال سے یہ بُو پیدا ہوئی ہے آپ نے قسم کھالی کہ آئندہ کبھی شہد نہ کھاؤں گا۔ اس پر خدا کا یہ حکم نازل ہوا۔

يا ايها النبي لم تحرم ما احل الله لك تبتغي مرضات ازواجك ط	اے نبی! اپنی بیویوں کی خوشیوں کے لئے تم خدا کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کیوں کرتے ہو۔

اسی زمانہ میں ایک اور واقعہ پیش آیا۔ کہ حضورؐ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ سے راز کی کوئی بات کہی۔ اور تاکید کر دی۔ کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا لیکن حضرت حفصہؓ نے اُس بات کا ذکر حضرت عائشہؓ سے کر دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

واذ اسر النبي الى بعض ازواجه حديثا فلما نبات به اظهره الله عليه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نباها به قالت من انباك هذا قال نبانی العليم الخبير۔	جب نبی نے ایک بھید کی بات اپنی ایک بی بی سے کہی۔ پس اس نے دوسری سے کہہ دی۔ اللہ نے اپنے نبی کو اس سے مطلع کر دیا۔ تو نبی نے کچھ تو اپنی اس بی بی کو جتایا۔ اور کچھ نہیں۔ جب نبی نے اپنی بیوی کو جتایا۔ تو وہ پوچھنے لگی آپ سے یہ کس نے کہا۔ نبی نے کہا مجھے اللہ نے بتایا۔ جو خبر دار دانا ہے۔

ان دونوں باتوں کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ ازواج مطہرات میں کشیدگی بڑھتی رہی۔ عائشہؓ و حفصہؓ نے اتفاق کر کے یہ قرار دیا۔ کہ حضورؐ پر زور ڈالیں۔ اور اپنی بات کو زبردستی منوائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

"ان تتوبا الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ فان اللّٰہ ھو مولاہ و جبریل و صالح المومنین والملائکۃ بعد ذلک ظھیرا۔"	تم دونوں اللہ کی درگاہ میں توبہ کرو۔ تو بہتر ہے تم دونوں کے دل میں کجی آگئی ہے۔ اگر تم نبی کے خلاف سازش کرو گی۔ تو اللہ نبی کا حمایتی ہے اور اس کے بعد جبریل، مومنین صالح اور دوسرے فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔"

ادھر حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ نے یہ مشورہ کیا۔ ادھر توسیع نفقہ کا مطالبہ تمام ازواج مطہرات کی طرف سے پیش ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حضورؐ ازواج مطہرات کے مطالبات سے گھبرائے۔ آپ نے یہ عہد کر لیا۔ کہ میں ایک مہینہ تک ازواج سے نہ ملوں گا۔ چنانچہ اس عہد کے بعد آپ نے حضرت عائشہؓ کے حجرے کے بالاخانے پر جو مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا۔ اور دوسری ازواج کے حجروں کے برابر تھا۔ گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اسی گوشہ نشینی و علیحدگی کو ایلا کہتے ہیں۔

صحابہؓ کو حضورؐ کی گوشہ نشینی اور ایلاء کی خبر ہوئی۔ تو وہ گھبرا گئے۔ اور علیحدگی اختیار کر لینے کا مطلب انہوں نے یہ سمجھا۔ کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔

حضرت عمرؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ گھبرائے ہوئے مدینہ میں آئے۔ اپنی صاحبزادی حضرت حفصہؓ وغیرہ ازواج مطہرات سے کیفیت پوچھی لیکن کسی نے حضرت عمرؓ کو جواب نہ دیا۔ البتہ حضرت ام سلمہؓ نے کہا۔ "عمر! کیا بات ہے تم ہر معاملہ میں دخل دیتے ہو یہاں تک کہ ازواج مطہرات کے معاملہ میں بھی۔"

حضرت عمرؓ یہ سن کر واپس آگئے۔ اس پر کہ ان کا تردد کسی قدر رفع ہوگیا۔ کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی بلکہ ایلا کیا ہے۔

اس واقعہ کو ۲۸ روز گذر گئے تھے۔ کہ رات کو حضرت عمرؓ کے ہمسایہ انصاری دروازے پر آئے۔ اور بلند آواز سے کہا۔ "عمرؓ! غضب ہوگیا" حضرت عمرؓ کا بیان ہے۔ کہ ان ایام میں چونکہ غسانی لشکر کی مدینہ پر حملہ کرنے کی خبریں گرم تھیں۔ اس لئے میں نے گھبرا کر پوچھا۔ "کیا غسانی مدینہ پر چڑھ آئے" ہمسایہ نے کہا۔ "نہیں اس سے بڑھ کر واقعہ رونما ہوا ہے۔ یعنی حضورؐ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے" حضرت عمرؓ کا بیان ہے میں یہ سن کر گھبرا گیا۔ صبح کو سویرے ہی مدینہ پہنچا۔ حضور کے ساتھ نماز صبح پڑھی۔ حضورؐ نماز پڑھ کر حسب معمول بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں۔ حضور کے تشریف لے جانے پر میں حفصہؓ کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ رو رہی تھیں۔ میں نے اُن سے کہا۔ "تم سے پہلے ہی میں نے کہا تھا۔ کہ حضور کو تنگ نہ کرو" پھر یہاں سے اٹھ کر مسجد نبوی میں آیا۔ دیکھا صحابہؓ ممبر کے قریب رو رہے ہیں۔ میں بھی شامل ہوگیا۔ لیکن میرا اضطراب رفع نہیں ہوا۔ یہاں سے اُٹھ کر میں بالاخانہ کے دروازے پر پہنچا۔ جہاں حضور تشریف فرما تھے۔ حضور کے خادم سے اجازت طلب کرنے کی خواہش کی۔ لیکن حضور نے میری درخواست کو شرف قبولیت نہیں بخشا۔ پھر مسجد چلا آیا۔ لیکن بے چینی! دوبارہ بالاخانے کے دروازے پر پہنچا۔ حاضری کی اجازت طلب کی۔ تو حضور نے اب کی مرتبہ بھی جواب نہ دیا۔ میں نے پکار کر کہا۔ میرا خیال ہے کہ حضور شاید مجھے اسلئے اجازت نہیں دیتے۔ کہ میں حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اگر حضور اجازت مرحمت فرمائیں۔ تو ابھی حفصہؓ کا سر اتار لاؤں۔ یہ سن کر حضورؐ نے مجھ کو اجازت دے دی۔

بالاخانے میں داخل ہو کر میں نے دیکھا۔ کہ حضور چٹائی پر لیٹے ہیں۔ اور جسم مبارک

پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں۔ ایک طرف کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہیں۔ اور ایک کھونٹی پر کسی جانور کی کھال لٹک رہی ہے شہنشاہ دو عالم کی یہ حالت دیکھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نے رونے کا سبب پوچھا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ باغ و بہار کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ اور آپ دونوں جہان کے سردار ہو کر اس حالت میں زندگی بسر کر رہے ہیں"۔ حضور نے اس کے جواب میں فرمایا:۔ "کیا تم کو پسند نہیں کہ قیصر و کسریٰ تو دنیا کو پسند کریں اور ہم آخرت کو" میں نے عرض کیا حضور! کیا آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دے دی"۔ حضور نے فرمایا! نہیں۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔ پھر عرض کیا۔ "مسجد میں صحابہؓ مغموم بیٹھے ہیں۔ اگر اجازت ہو تو واقعہ سے آگاہ کر دوں"

ایلاء کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ اس لئے حضور بالاخانہ سے تشریف لے آئے۔ اور صحابہؓ کی غمی کو رفع کیا۔ اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی:۔

یاایھا النبی قل لازواجك ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما ہ	اے نبی۔ اپنی بیویوں سے کہہ دو۔ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو۔ تو آؤ میں تمہیں فائدہ پہنچا کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ اگر تم اللہ اور اللہ کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو۔ تو بے شک اللہ نے جو تم میں سے نیکوکار ہیں۔ ان کے لئے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں:۔

حضور نے خدا کے اس حکم سے سب سے پہلے حضرت عائشہؓ کو آگاہ کیا۔ اس لئے کہ تمام معاملات میں وہی پیش پیش تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے خدا کا حکم سن کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں خدا اور رسول کو لیتی ہوں۔ سب کچھ چھوڑتی ہوں۔ بقیہ ازواج مطہرات

نے بھی یہی جواب دیا۔ جس سے تمام کشیدگیاں ختم ہو گئیں۔

مسجد ضرار کا واقعہ

مدینہ کے منافق انتہا درجہ کے تنگ دل اور سازشی تھے۔ وہ ہر وقت اس فکر میں لگے رہتے تھے۔ کہ مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالیں۔ ان کو اپنے مشورات وغیرہ کے لئے ایک محفوظ مقام کی ضرورت تھی۔ انہوں نے مسجد قبا کے قریب اسی خیال سے ایک مسجد کی بنا ڈالی۔ اور مسلمانوں سے کہا۔ کہ ہم ضعیف و کمزور مسلمانوں کے لئے یہاں ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں جو لوگ مسجد نبوی میں حاضر نہیں ہو سکتے یہاں نماز پڑھ لیا کریں۔ انصار میں سے ایک شخص ابو عامر عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ بھی اس سازش میں شریک تھا۔ اور منافقین سے کہا کرتا تھا۔ کہ تم تیاریاں کرو۔ میں قیصر کے پاس جا کر وہاں سے فوجیں لے آؤں گا۔ اور اس ملک کو اسلام سے پاک کر دوں گا۔

منافقین کی مسجد اس وقت مکمل ہوئی جب کہ حضور غزوہ تبوک کو تشریف لے جا رہے تھے۔ منافقین نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہم نے کمزوروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے۔ آپ چل کر اس میں ایک دفعہ نماز پڑھا دیں۔ تو مسجد مقبول ہو جائے۔" حضورؐ نے کہا۔ میں اس وقت غزوہ پر جا رہا ہوں۔ واپسی پر دیکھا جائے گا۔ پھر جب حضورؐ غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ منافقین کی مسجد میں سازشیں ہوتی ہیں۔ غیر ممالک کے لوگ آ کر ٹھہرتے ہیں اور حصہ لیتے ہیں۔ تو حضورؐ نے مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا۔ کہ جا کر مسجد میں آگ لگا دیں۔ قرآن مجید میں اسی مسجد کا ذکر مسجد ضرار کے نام سے کیا گیا ہے۔

قبائل ثقیف کا قبول اسلام

پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ حضور طائف کا محاصرہ ترک کر کے واپس تشریف لے آئے تھے۔ اور طائف کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اس کے بعد جعرانہ میں مال غنیمت تقسیم کر کے جب حضور مدینہ کو روانہ ہوئے۔ تو طائف کا سردار، عروہ بن مسعود راستہ میں آ کر حضور سے ملا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ لیکن چند روز بعد طائف کے کسی کافر نے ان کو اذان دیتے ہوئے تیر سے شہید کر دیا۔ پھر عروہ کے لڑکے ابو الملیح اور بھتیجے قارب مدینہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

قبائل ثقیف جو طائف اور گرد و نواح میں رہتے تھے۔ نہایت سخت اور بد مزاج تھے۔ فتح مکہ کے بعد بھی مسلمانوں کی طاقت و شوکت سے مرعوب نہیں ہوئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمانوں نے جا کر مسیحیوں سے لڑنے کی کوشش کی ہے۔ اور مسیحی قوم ان کے مقابلہ پر نہیں آئی ہے۔ تو ان کو اس امر کا یقین ہو گیا۔ کہ عرب میں اب مسلمانوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس احساس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ قبائل ثقیف میں اسلام کی جانب میلان پیدا ہو گیا۔ اور رمضان ۹ھ میں ان کا ایک وفد مدینہ میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد تمام قبائل میں اسلام کی لہر دوڑ گئی۔

حج اکبر اور سورۂ برات کا نزول

مکہ ۸ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس سال مکہ اور اطراف مکہ کے بہت سے

قبائل چونکہ حلقہ بگوش اسلام نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے اس سال کا حج قدیم طریقہ پر مشرکوں کی نگرانی میں ادا کیا گیا۔ سنہ ۹ھ میں سورہ برات کی ابتدائی چالیس آیات نازل ہوئیں۔ جن میں خدا نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ :۔

"جن مشرکوں نے تم مسلمانوں سے صلح کے عہد و پیمان کئے تھے۔ اب اللہ اور اس کا رسول ان (معاہدوں) سے بیزار ہے۔ اے مشرکو! چار مہینے ملک میں پھر لو۔ اور سمجھے رہو۔ کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرے گا۔ اللہ اور اللہ کا رسول مشرکوں سے بری ہے۔ اے مشرکو! تم توبہ کرو۔ تو تمہارے حق میں اچھا ہے۔ اور اگر منہ پھیر لو گے تو سمجھے رہو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اے محمدؐ! تم کافروں پر دردناک عذاب کی بشارت سنا دو۔ ہاں وہ مشرکین جن کے ساتھ تم مسلمانوں نے عہد کیا تھا۔ پھر انہوں نے کچھ عہد شکنی نہ کی۔ اور نہ کسی کو تمہارے مقابلہ میں مدد دی۔ ان کے ساتھ مدت مقررہ تک تم عہد پر قائم رہو۔ بدعہدی سے بچنے والوں کو بیشک اللہ پسند کرتا ہے۔ مومنو! مشرک تو نجس ہے اس سال کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آئیں۔"

ان آیات کے نزول پر حضور نے حضرت صدیق اکبرؓ کو تین سو حجاج کے قافلہ کا سردار مقرر کر کے مکہ کو روانہ فرمایا۔ اسی حج کا نام قرآن میں حج اکبر ہے حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کو حج کرایا۔ لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی۔ اور مسائل حج پر ایک زبردست تقریر فرمائی اس کے بعد حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر سورہ براۃ کی ابتدائی چالیس آیات سنائیں۔ اور اعلان فرمایا۔ کہ آئندہ کسی مشرک کو خانہ کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ ہو گی۔ وہ تمام معاہدے چار مہینے کے بعد منسوخ ہو جائیں گے۔ جو مشرکین مکہ سے کئے گئے تھے۔

بعض خاص احکام کا نزول

۱ - اسی سال ملک میں امن و امان قائم ہو جانے پر زکوٰۃ کا حکم نازل ہوا۔ حضورؐ نے تحصیل زکوٰۃ کے لئے قبائل میں عمال مقرر کئے۔

۲ - جزیہ کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔ جو غیر مسلم قومیں مسلمانوں کی پناہ میں تھیں۔ اُن پر جزیہ مقرر کیا گیا۔

۳ - اسی سال سود کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ جس کا اعلان حضورؐ نے خود حجۃ الوداع ۱۰ھ میں کیا۔

۴ - حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے جو حضورؐ کے گرامی نامہ کو پڑھ کر مسلمان ہو گیا تھا۔ اسی سال انتقال کیا۔ حضورؐ نے اس کی وفات کی خبر پا کر مسلمانوں میں خود اس کا اعلان فرمایا۔ اس کے لئے دعا مغفرت کی اور نماز جنازہ پڑھی۔

۵ - اسی سال مدینہ منورہ کے مشہور منافق عبداللہ بن اُبیّ نے انتقال کیا۔

۱۰ھ کے واقعات (سریہ نجران)

ابن خلدون کا بیان ہے۔ کہ ماہ ربیع الثانی یا جمادی الاول ۱۰ھ میں حضورؐ نے خالد بن ولیدؓ کو مجاہدین اسلام کی ایک جماعت کا سردار مقرر کر کے نجران اور اس کے ملحقہ علاقوں کی طرف روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا۔ کہ تین بار لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ تو دین کی تعلیم دینا۔ اور احکام اسلام سکھانا۔ اسلام قبول نہ کریں تو پھر ان سے لڑنا۔

حضرت خالد بن ولید حضورؐ کے ارشاد کے مطابق بحران گئے۔ وہاں کے عیسائیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے واقعہ سے حضور کو آگاہ کیا حضور نے حکم دیا "تم ان لوگوں کا وفد لے کر مدینہ چلے آؤ" چنانچہ حضرت خالدؓ بحران کے وفد کے ساتھ مدینہ منورہ واپس چلے آئے۔ حضورؐ نے وفد کے لوگوں کی خاطر مدارت کی۔ اور ماہ ذیقعد میں یہ وفد واپس چلا گیا۔ اس کی روانگی کے بعد حضور نے عمرو بن حزم کو بحران کا عامل بنا کر بھیجا۔ جس کو آپ نے ایک فرمان ہدایت بھی لکھ کر مرحمت فرمایا۔

بعض مورخین نے حضرت خالد بن ولید کے سریہ کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ یہ بتایا ہے۔ کہ اہل بحران کے دو وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کا بیان ہے۔ کہ حضور نے باشندگان بحران نے نام دعوت اسلام کا خط لکھا۔ بحران کے پادری مسیحی نے اس خط کو پڑھا۔ غور کیا اور پھر قوم کے اکابر سے اس پر مشورہ کیا۔ سب کی رائے یہ ہوئی۔ کہ نبی عربی کی خدمت میں ایک وفد روانہ کیا جائے۔ تاکہ وہ حالات معلوم کر کے آئیں۔ اور حقیقت حال سے لوگوں کو آگاہ کریں۔ چنانچہ تین چار آدمیوں کو حضور کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔ یہ لوگ مدینہ میں پہنچے۔ کئی روز حضورؐ کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور حضورؐ سے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کی بابت گفتگو کی لیکن گفتگو کا کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ آخر حضورؐ نے اہل بحران کو مباہلہ کی دعوت دی۔ اور اسی گفتگو اور دعوت پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب۔ ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من	اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے۔ جیسی آدم کی مثال۔ کہ اللہ نے مٹی سے آدم کو بنا کر کہا۔ ہو اور وہ ہو گیا۔ یہ حق بات ہے۔

من ربك ایمنتکن من الممترین فمن حاجك فیه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نساء نا و نساء کم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنة اللہ علی الکٰذبین ۔

تیرے رب کی طرف سے۔ اس میں شک نہ کرے۔ تو حقیقت عیسیٰ معلوم ہو گئی۔ اس کے بعد جو تجھ سے اس کے بارے میں حجت کرے۔ تو اس سے کہہ دو۔ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلاتے ہیں۔ تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ پھر ہم تم سے مباہلہ کریں۔ اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کے لئے دعا مانگیں ۔

مورخین کا بیان ہے۔ کہ نصاریٰ نجران کا ایک اور وفد حضورؐ کی خدمت میں مذکورہ بالا وفد کے بعد حاضر ہوا۔ جس میں نجران کے گرجے کا امام ابوحارث، ایہم اور عبدالمسیح نجران کے مشہور سردار تھے۔ یہ قافلہ ساٹھ افراد پر مشتمل تھا۔ حضور نے اس وفد کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا۔ مسجد نبوی کے اندر اس کو اپنی عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اس وفد اور حضور کے درمیان مختلف مسائل پر بحث و گفتگو ہوئی۔ بعض مباحث میں یہود نے بھی شرکت کی۔ وفد کے آدمیوں میں سے کوئی بھی مسلمان نہیں ہوا۔ البتہ مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ اور فرمان امن حضور حاصل کر کے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ وفد کے لوگوں نے چلتے وقت حضورؐ سے استدعا کی۔ کہ امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ کہ ہم اس کو جزیہ ادا کر دیں۔ حضورؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اور فرمایا۔ یہ شخص میری امانت کا امین ہے۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے فیضان صحبت سے اس علاقہ

قبائل عرب کے وفود کی مدینہ میں آمد

وفد غستان :۔ ماہ رمضان میں سنہ ۱۰ ھ میں غستان کے تین آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کے ارادے سے واپس چلے گئے۔ لیکن ان کو اپنی مہم میں کامیابی نہیں ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ان میں سے دو آدمی تو مر گئے۔ اور ایک فتح شام تک زندہ رہا۔ اور یرموک کے معرکہ میں حضرت ابو عبیدہؓ ابن الجراح سپہ سالار لشکر اسلام سے ملا۔

وفد بنو عامر :۔ اسی سال بنو عامر کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام کو قبول کیا۔ اور دینی ضروریات کو سیکھ کر اپنے قبیلہ میں چلا گیا۔

وفد سلامان :۔ ماہ شوال سنہ ۱۰ ھ میں سلامان کا وفد حاضر ہوا۔ جس میں بقول ابن خلدون سات آدمی اور بقول دیگر سترہ آدمی تھے۔ وفد میں قبیلہ کا سردار حبیب بن عمرو بھی تھا۔ ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حبیب بن عمرو نے قبول اسلام کے بعد حضورؐ سے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! سب سے بہتر کام کون سا ہے" حضورؐ نے فرمایا۔ "نماز" اس کے بعد وفد کے ارکان نے حضورؐ سے کہا۔ ہمارے ہاں عرصہ سے بارش نہیں ہوئی۔ بارش کی دعا فرما دیجئے۔" حضورؐ نے دعا فرما دی۔ جب یہ وفد واپس ہو کر اپنے وطن میں پہنچا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ جس روز حضورؐ نے بارش کی دعا کی تھی۔ اسی روز یہاں بارش ہوئی تھی۔

وفد ازد:۔ اسی سال قبیلہ ازد کا وفد حاضر ہوا۔ جس میں دس اور بقول بعض کے سات آدمی تھے۔ سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور نے مسلمانان ازد پر صرد بن عبداللہ کو امیر مقرر کیا۔ اور اطراف و جوانب میں جہاد کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ صرد نے اپنی قوم میں جا کر جرش پر حملہ کیا۔ ایک مہینہ کے محاصرہ کے بعد ایک خاص جنگی تدبیر سے باشندگان جرش کو شکست دی پھر جرش کے لوگوں میں سے بھی بعض لوگ مسلمان ہو گئے۔

وفد ہمدان:۔ اسی سال ہمدان کا وفد حاضر ہوا۔ ہمدان یمن کے قبائل آباد تھے حضور نے ان میں اشاعت اسلام کے لئے خالد بن ولیدؓ کو بھیجا تھا۔ حضرت خالدؓ عرصہ تک قبائل میں تبلیغ اسلام کرتے رہے۔ لیکن ایک شخص بھی مسلمان نہ ہوا۔ پھر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اس خدمت پر مامور کیا۔ حضرت علیؓ نے ہمدان پہنچ کر لوگوں کے سامنے ایک زبردست تقریر کی۔ اور حضورؐ کے ارشاد عالیہ سنائے۔ اس کا اثر یہ ہوا۔ کہ سارا علاقہ اسی روز مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے اس خوش خبری کو سن کر سجدہ شکر ادا کیا۔ اور تین مرتبہ السلام علی همدان (ہمدان تجھ پر سلام ہو) فرمایا۔ اور اس کے بعد یمن میں اسلام سرعت سے پھیلنے لگا۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں اسلام کی طاقت ہمدان یمن میں بڑھ گئی۔

وفد عبد القیس:۔ اسی سال قبیلہ عبد القیس کا وفد حاضر ہوا۔ اور حضور سے چند باتیں دریافت کیں۔ حضور نے فرمایا۔ میں تم کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔ یعنی تم خدا پر ایمان

رکھنا۔ محمدؐ کی رسالت کو ماننا۔ نماز پڑھنا۔ زکوٰۃ دینا۔ رمضان کے روزے رکھنا۔ اور تو نبے لاکھی برتن۔ نقیر و (شراب استعمال کرنے کا لکڑی کا برتن) اور رال لگے ہوئے برتن کو استعمال نہ کرنا۔ ان باتوں کو یاد رکھنا۔ اور جو لوگ تمہارے ملک میں ہیں۔ ان کو آگاہ کرنا۔

واقعہ یہ تھا کہ قبیلہ عبدالقیس میں شراب کثرت سے استعمال ہوتی تھی۔ بنائی جاتی اور ذخیرہ بھی کی جاتی تھی حضور نے شراب کی حرمت کا حکم دے کر شراب کے مذکورہ بالا برتنوں کے استعمال سے بھی ان کو منع کر دیا پھر جب شراب کی عادت ان سے چھٹ گئی۔ تو حضور نے ان برتنوں کے استعمال کا حکم دے دیا۔

اس وفد میں جارود بن العلاء یا جارود بن عمرو بھی تھا۔ جو مسیحی مذہب کا پیرو تھا۔ حضور سے چند باتیں پوچھ کر یہ بھی مسلمان ہو گیا۔

وفد بنو حنیفہ:۔ اسی سال یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کا وفد آیا۔ اس قبیلہ میں ثمامہ بن اثال کی تحریک سے کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ مدینہ حاضر ہو کر وفد نے اسلام قبول کیا۔ اور ابی بن کعب سے قرآن مجید سیکھتے رہے۔ اس وفد میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ جو حفاظت اسباب کے عذر سے اپنی قیام گاہ پر پڑا رہتا تھا۔ اور خیالی پلاؤ پکاتا رہتا تھا۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ "اگر محمدؐ مجھ کو نبوت میں اپنا جانشین مقرر فرما دیں۔ تو میں ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا" حضورؐ کو خبر پہنچی۔ تو آپ مسیلمہ کی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر تو مجھ سے اس ٹہنی کے مطالبہ پر بیعت کرنے کا ارادہ ظاہر کرے تب بھی

میں اس ٹہنی کو نہ دوں گا۔ اس کے بعد حضور نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اگر وہ بیعت نہ کرے گا۔ تو خدا اس کو تباہ کر دے گا۔ خدا نے اس کا انجام خواب[1] میں دکھا دیا ہے"۔

بنو حنیفہ کا وفد تعلیم اسلام حاصل کر کے واپس چلا گیا۔ تو مسیلمہ نے حضور کو ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ "خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمد کو معلوم ہو کہ آدھی زمین ہمارے لئے ہے۔ اور آدھی قریش کے لئے، لیکن قریش نا منصف قوم ہے"۔ حضور نے اس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا۔ "خدا کے رسول محمدؐ کی طرف سے کذاب مسیلمہ کے نام۔ واضح ہو۔ کہ زمین خدا کی ہے۔ وہ جس کو چاہے دے۔ اس کا مالک و وارث بناوے۔ اور پرہیزگاروں کے لئے آخرت کی بھلائی ہے"۔

مختصر یہ کہ اسی طرح فروہ بن مسیک مرادی کا وفد۔ وفد عمرو بن معدیکرب کنانہ کا۔ وفد حضرموت، وفد محارب، مذحج، بنو حارث، ودس، فروہ بن عمر حذامی، طارق بن عبداللہ، تجیب، بنو سعد ہذیم، بنو اسد، عذرہ، خولان، صداء، بنو عیش، غامد اور نخع کا وفد یکے بعد دیگرے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر کے اپنے اپنے ملکوں اور قبائل میں واپس چلے گئے۔

---

[1] احادیث میں آیا ہے۔ کہ حضورؐ نے خواب دیکھا۔ کہ آپ کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن ہیں۔ آپ کو وہ ناگوار گذرے۔ تو آپ کو بتایا گیا۔ کہ ان پر پھونک مارو۔ حضورؐ نے پھونک ماردی۔ وہ کنگن اڑ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ان کنگنوں سے مراد مسیلمہ اور اسود عنسی مدعیان نبوت ہیں۔ جن کو خدا تباہ کرے گا۔ ۱۲۔ مؤلف

حجۃ الوداع

سنہ ۱۰ھ میں چونکہ حجاز و عرب میں مسلمانوں کا پورا اقتدار قائم ہو چکا تھا۔ اور مکہ کے اندر مشرکوں کا کوئی اثر نہ رہا تھا۔ اس لئے ماہ ذیقعد میں حضورؐ نے حج کا ارادہ فرمایا۔ اور تمام علاقوں میں یہ اعلان کر دیا گیا۔ کہ حضورؐ اس سال بہ نفس نفیس حج کو تشریف لے جائیں گے۔ اس اعلان کو سن کر تمام علاقوں کے مسلمانوں حضور کے ساتھ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جوق در جوق آ کر مدینہ میں جمع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ تقریباً ایک لاکھ مسلمان جمع ہو گئے۔

۲۶۔ ذیقعد سنہ ۱۰ھ کو حضور مسلمانوں کی اس عظیم الشان قافلہ کو لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ قربانی کے اونٹ خود آپ نے اپنے ساتھ لئے اور حضرت علیؓ بھی یمن سے ساتھ لائے تھے۔ مدینہ سے روانہ ہو کر حجاج کا یہ قافلہ حضور کے ہمراہ مقام ذوالحلیفہ پر پہنچا۔ جہاں حضورؐ اور مسلمانوں نے حج کا احرام باندھا۔ اور لبیک اللھمّ لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک کا ترانہ بلند فرمایا۔ اور مکہ کی جانب روانہ ہوئے۔

راستہ میں مختلف مقامات کے قبائل حاضر ہوئے۔ اور حجاج کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح مکہ معظمہ تک حجۃ الوداع کے شرکاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس یا چوالیس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ حضورؐ راستہ میں جب کسی بلند مقام پر چڑھتے یا کسی نشیب سے گزرتے۔ تو بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور تلبیہ پکارتے۔

مکّہ کے قریب پہنچ کر حضور نے تھوڑی دیر ذی طویٰ میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد مکّہ کی بلندی سے حجاج کے "قافلہ کو لے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر کے بچّے خوشی میں مکّہ سے باہر نکلے۔ آپ نے ان میں سے بہت سے بچوں کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیا۔ اور پیار کرتے رہے۔ پھر جب خانہ کعبہ پر حضور کی نگاہ پڑی۔ تو فرمایا: "اے اللہ! اس گھر کو اس سے زیادہ شرف و عزت مرحمت فرما!" اس کے بعد حضورؐ اور آپ کے ہمراہیوں نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ مقام ابراہیم نماز دوگانہ ادا کی۔ اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے جا کر بیت اللہ کی جانب منہ کر کے بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا الٰہ الا اللہ وحدہ صدق وعدہ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہ پڑھا۔

ذی الحج کی نویں تاریخ کو حضور طلوع آفتاب کے بعد وادیٔ نمرہ میں تشریف لے گئے جس کے ایک جانب عرفات تھا۔ اور دوسری جانب مزدلفہ، دن ڈھلے یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں تشریف لائے جہاں ایک لاکھ چوالیس ہزار حجاج کا اجتماع تھا۔ ہر شخص ذکر الٰہی میں مشغول تھا۔ عرفات میں حضور پہاڑی پر چڑھے۔ اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:-

"لوگو! میری بات سنو۔ ممکن ہے کہ میں اور تم آئندہ اس موقع پر دوبارہ اکٹھے نہ ہوں۔"

۱۔ لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں۔ جس طرح کہ تم آج کے دن کی، اس شہر کی

اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہیں عنقریب تم کو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ یاد رکھو۔ میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ کہ باہم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو!

۲۔ یاد رکھو! کہ جاہلیت کی ہر ایک بات میرے قدموں کے نیچے ہے۔ یعنی پامال ہے۔ جاہلیت کے قتل و خون کے سارے جھگڑے ساقط ہیں۔ سب سے پہلا خون جس کو میں اپنے خاندان میں سے ساقط کرتا ہوں۔ (ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ جو بنو سعد میں دودھ پیتا تھا۔ اور جس کو ہذیل نے مار ڈالا تھا) یعنی میں اس کا خون ساقط کرتا ہوں۔ اور جاہلیت کے عہد کا سود بھی ساقط ہے۔ اپنے خاندان میں سے پہلا سود جو میں ساقط کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے جس کو میں چھوڑتا ہوں۔

۳۔ لوگو! عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ خدا کی ذمہ داری پر تم نے ان کو اپنی بیوی بنایا ہے۔ اور خدا کے کلام سے تم نے ان کو اپنے اوپر حلال کیا ہے۔ تمہارا حق عورتوں پر یہ ہے۔ کہ وہ تمہارے بستر پر غیر کو نہ آنے دیں۔ اگر وہ ایسا کریں۔ تو تم اُن کو مارو۔ کہ ان کو تکلیف نہ ہو۔ عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ۔ اور اچھا لباس پہناؤ۔

۴۔ میں نے تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑ دی ہے جس کو تم مضبوط پکڑ لو۔ تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔

۵۔ لوگو! یاد رکھو نہ تو میرے بعد کوئی پیغمبر ہوگا۔ نہ کوئی دوسری قوم پیدا ہوگی سن لو اور خوب یاد رکھو۔ کہ تم اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہنا۔ پانچ وقت کی نماز پڑھتے رہنا۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔ اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی سے ادا کرنا۔ اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا۔ اور اپنے احکام کی اطاعت کرنا کہ ان اعمال کی جزا یہ ہے۔ کہ پروردگار تمہارا گھر جنت میں بنا دے گا۔

۶۔ لوگو! قیامت کے دن پر تم سے میری بابت بھی پوچھا جائے گا۔ مجھ کو بتاؤ۔ تم اس کا کیا جواب دو گے۔

حاضرین نے حضور کے الفاظ سن کر عرض کیا۔ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے خدا کے احکام ہم کو پہنچا دیئے۔ اور رسالت و نبوت کا حق آپ نے ادا کر دیا۔ اور ہم کو معقول نصیحت کی۔" یہ سن کر حضور نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر حاضرین کی طرف جھکائی۔ آپ اسی طرح انگلی کو گردش دیتے اور یہ فرماتے رہے "اے اللہ! اپنے بندوں کی شہادت سن لے۔ اے اللہ تو گواہ رہ۔ اے اللہ! تو ان کا شاہد رہ۔" اس کے بعد حضور نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"جو لوگ یہاں موجود ہیں۔ وہ ان لوگوں کو جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ ان احکام کی تبلیغ کر دیں۔ ممکن ہے۔ کہ سامعین میں سے بعض لوگ ان باتوں کو ان لوگوں سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں جن کو یہ پہنچائی گئی ہیں۔"

ادھر حضورؐ نے اس خطبہ کو ختم کیا۔ اور ادھر یہ آیت نازل

ہوئی :-

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا"	آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔ اور تم پر اپنی نعمتوں کو پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

دسویں تاریخ کو حضورؐ نے منیٰ کے مقام پر ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے اور ۲۷ اونٹ حضرت علیؓ سے ذبح کرائے۔ قربانی سے فارغ ہو کر حضورؐ بیت اللہ میں آئے اور طواف کیا۔ زمزم کا پانی کھڑے کھڑے پیا اور پھر منیٰ کو واپس تشریف لے گئے۔ ظہر کی نماز وہاں پہنچ کر ادا کی۔

عمّال کا تقرر

سنہ ھ میں چونکہ سارا عرب ملک اسلام کے سایہ میں آچکا تھا۔ اور بعض علاقوں کے حکام نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ پھر فرضیت زکوٰۃ کا حکم بھی نازل ہو چکا تھا۔ اور بعض غیر اقوام کے لوگوں پر جزیہ بھی قائم ہو چکا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے سنہ ھ میں مختلف علاقوں پر عمّال اور محصلین زکوٰۃ وغیرہ کو مامور کر کے فرمایا۔ جس کی تفصیل یہ ہے :-

۱- یمن کا حاکم جو کسریٰ کی جانب سے مقرر ہو کر آتا تھا۔ چونکہ سنہ ھ میں مسلمان ہو گیا تھا۔ اسلئے اس کے اسلام لے آنے پر حضورؐ نے بدستور اس کو یمن کا حاکم قائم رکھا۔ اس کا نام باذان تھا۔

حجۃ الوداع سے واپسی پر حضورؐ کو اطلاع ملی۔ کہ باذان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے حضورؐ نے یمن کے علاقہ کا انتظام آئندہ اس طرح کیا۔ کہ یمن کے

دار السلطنت صنعا پر باذان کے لڑکے شہر کو مقرر کیا۔ مقام مارب پر ابوموسیٰ اشعری کو، مقام جند پر یعلیٰ ابن امیہ کو، ہمدان پر عامر ہمدانی کو، مقام عک اور اشعری قبائل پر طاہر ابن ابی ہالہ، نجران اور زمع کے درمیانی علاقہ پر خالد بن سعید بن العاص کو، نجران پر عمر بن حزم کو اور بلاد حضر موت پر زیاد بن لبید بیاضی کو۔

۲۔ سکاسک وسکون پر حضور نے عکاشہ بن ثور کو مقرر فرمایا۔ اور قبائل معاویہ بن کندہ پر عبداللہ المہاجر بن ابوامیہ کو مقرر کیا لیکن عبداللہ کسی عذر کے سبب نہ جا سکے۔ تو زیاد بن لبید کو ان کا انتظام دے دیا گیا۔

۳۔ یمن اور حضرموت وغیرہ کے باشندوں کی دینی تعلیم کی خدمت پر حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو مقرر کیا۔

۴۔ بنو طے کے صدقات وصول کرنے پر عدی بن حاتم کو اور بنو حنظلہ کے صدقات پر اسد اور مالک بن نویرہ کو مقرر کیا گیا۔

۵۔ بحرین کے انتظام پر حضورؐ نے علا بن حضرمی کو مقرر کیا۔

۶۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نجران کے صدقات اور جزیہ وصول کرنے پر مقرر کیا گیا۔

اسود عنسی کا دعویٰ نبوت

سنہ ۱۰ھ میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ شخص نہایت چالاک شعبدہ باز اور لسان تھا۔ اس کی شیریں بیانی، شعبدہ بازی اور تالیف قلوب کی کارروائیوں نے بہت جلد اس کو کامیابی سے ہم آغوش کر دیا۔ اور

لوگ اس کی طرف مائل ہو گئے۔ قبائل مذحج وغیرہ نے اس کی نبوّت کو تسلیم کر لیا۔

اسود عنسی نے کافی طاقت حاصل کر کے ملحقہ علاقوں کے مسلمان حاکموں کو وہاں سے نکال دیا۔ پھر سات سو سواروں کو لے کر یمن کے شہر صنعاء کی طرف بڑھا۔ جس کا حاکم حضور نے باذان کے بیٹے شہر کو مقرر کیا تھا۔ اسود عنسی نے شہر بن باذان کو مار ڈالا۔ اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ باذان کی بیوی سے نکاح کر کے دوسرے مقامات کی طرف متوجہ ہوا۔ یہاں تک کہ صنعاء حضر موت کے درمیانی علاقوں پر اور طائف و عدن تک اس کا قبضہ ہو گیا۔

اسود عنسی کی کامیابی اور فتوحات کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کمزور اور ضعیف الایمان قبائل مرتد ہو گئے۔ عمر بن معدیکرب مرتد ہو کر اسود عنسی سے جا ملا۔ اور معاذ بن جبل رض۔ ابو موسیٰ اشعری اور طاہر ابن ابی ہالہ اپنے اپنے مقامات کو چھوڑ کر بھاگے۔ اور محفوظ مقامات میں جا چھپے۔ خالد بن سعید بن العاص اور عمر بن حزم نے مدینہ میں پہنچ کر حضورؐ کو تمام واقعات سے آگاہ کیا۔

حضورؐ نے اسود سے مقابلہ کے لئے ابو موسیٰ اشعری، طاہر بن ابی ہالہ اور معاذ بن جبل کو ایک خط لکھا۔ ان حضرات نے اطراف و جوانب پر نظر ڈالی قیس بن عبد یغوث کو اسود عنسی کا مخالف پا کر اور شہر ابن باذان کی بیوی کے چچا زاد بھائی فیروز کو اسود عنسی کا دشمن دیکھ کر ان کی طاقتوں سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ چنانچہ ان سب نے مل کر اسود عنسی کے قتل کی تدبیر کی۔ جس میں اس کی بیوی بھی شامل تھی۔ لیکن اسود کو اس کی خبر مل گئی اور اس نے اپنے مخالفوں

اور دشمنوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے خفیہ اسود کی بیوی سے خط و کتابت کی۔ ایک روز موقعہ پا کر فیروز اور قیس بن عبد لیغوث رات کے وقت اسود کی قیام گاہ پر پہنچے۔ نقب لگائی۔ اور اسود عنسی کو ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد حضورؐ کے تمام عمال اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ اور وہاں حکومت پر قبضہ کر لیا۔

اسود عنسی کے مارے جانے کی اطلاع مدینہ میں اس وقت پہنچی جب کہ حضور کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن جس روز اسود عنسی مارا گیا تھا۔ حضورؐ نے اسی روز اس کے قتل کی خبر صحابہ کو دے دی تھی۔ اور آپ نے فرما دیا تھا۔ کہ اسود مارا گیا۔ اور اس کو ایک مرد مبارک فیروز نے قتل کیا ہے ٭

سنہ ۱۱ھ کے واقعات (جیش اسامہؓ)

ماہ محرم سنہ ۱۱ھ میں حضور نے بلادِ شام پر فوج کشی اور جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ اور مہاجرین و انصار نے تمام چھوٹے بڑے صحابہؓ کو جن میں حضرت ابوبکرؓ عباسؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ابو عبیدہؓ، اور سعد بن وقاص بھی تھے۔ لشکر کے ساتھ جانے کی ہدایت کی۔

اس لشکر کشی کا مقصد چونکہ حضرت زید بن حارثؓ کے قتل کا انتقام لینا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے لشکر کا سردار زید بن حارث کے بیٹے اسامہؓ کو مقرر فرمایا۔ جن کی عمر اس وقت ۱۷ سال کی تھی۔ بعض صحابہؓ نے اس پر اعتراض کیا تھا۔ اگر ان کے باپ سرداری کے قابل تھے۔ تو کیا بیٹا بھی سرداری کے قابل ہے۔

لشکر جمع ہو گیا۔ تو حضورؐ نے حضرت زید بن حارثؓ کے مقتل مقام

بلقار کی طرف کوچ کا حکم دے دیا۔ اور یہ ہدایت کی۔ کہ مقام بلقار اور داروم سے یزدان تک فلسطین میں اور اس کے بعد شام کے علاقوں جہاد کو وسعت دے دی جائے۔

لشکر اسلام مدینہ سے حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کی سرداری میں باہر نکلا۔ اور مقام جرف میں جو مدینہ کے باہر واقع تھا۔ قیام کیا۔ آگے بڑھنے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کہ حضور کی علالت کی خبر ملی۔ حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ وغیرہ نے علالت کی خبر پا کر حضرت اسامہؓ سے اجازت طلب کی۔ اور حضور کی خبر گیری کے لئے مدینہ تشریف لائے۔ چونکہ علالت کا سلسلہ بڑھ رہا تھا۔ اس لئے لشکر کے کوچ کو ملتوی کر دیا گیا۔ اور صحابہؓ روزانہ حضورؐ کو دیکھنے کے لئے لشکر گاہ سے آنے جانے لگے۔ یہاں تک کہ ۱۱ھ ۱۲ ربیع الثانی کو حضورؐ نے انتقال فرمایا۔ اور تا انتظام ثانی لشکر کا کوچ ملتوی کر دیا گیا۔

وفات اور تجہیز و تکفین

۲۸۔ صفر المظفر ۱۱ھ کو حضور لشکر اسامہؓ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ کہ آپ کے سر میں درد شروع ہو گیا۔ اس وقت آپ حضرت میمونہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے۔ درد سر جب شدید بخار کی صورت میں منتقل ہو گیا۔ اور آپ کی تکلیف بڑھ گئی۔ تو آپ نے ازواج مطہرات سے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں جو مسجد نبوی سے ملا ہوا تھا۔ تشریف لے آئے۔

حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں پہنچ کر آپ کو کچھ افاقہ ہوا۔ اور آپ اس افاقہ کے دنوں میں ایک روز شہدا احد پر نماز پڑھنے کے لئے تشریف لائے

انہیں دنوں میں ایک روز مسجد نبوی میں بھی تشریف لائے۔ اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اللہ نے اپنے بندے کو دنیا اور آخرت کا اختیار دیا ہے۔ اور اس نے آخرت کو قبول کر لیا ہے۔" حضور کے اس ارشاد کو حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے۔ اور رونے لگے۔ اس کے بعد آپ نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"میں تم کو خوفِ الٰہی کی وصیت کرتا ہوں۔ اللہ نے بھی تم کو یہی وصیت کی ہے۔ میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تم کو دوزخ سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا ہوں۔ خدا کے بندوں پر اور خدا کے ملکوں میں برتری اختیار نہ کرنا۔ کیونکہ خدا نے ہم کو یہ بتایا ہے۔ کہ آخرت کا مکان اِن لوگوں کا ہے۔ جو زمین پر برتری کا قصد رکھتے ہوں۔ اور نہ فساد کا اور آخرت کی بہتری صرف پرہیزگاروں کیلئے ہے۔ خدا نے یہ فرمایا ہے کہ غرور کرنے والوں کا ٹھکانا کیا جہنم نہیں ہے۔"

اس کے بعد حضورؐ نے صحابہؓ کو چند اور وصیتیں کیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ اے مہاجرین انصار کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا۔ میں اپنی قوم کو چھوڑ کر اُن میں آیا ہوں۔ اور انہوں نے میری مدد کی ہے۔ مہاجرین بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور انصار کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ تم ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنا۔ ان میں سے جو نیک ہو۔ اس پر احسان کرنا اور خطاکار ہو۔ اس سے درگذر کرنا۔

۲۔ یہود و نصاریٰ یا مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دینا۔

۳۔ مسجد کے تمام دروازے بند کر دینا۔ مگر ابوبکرؓ کے دروازے کو بند نہ کرنا۔ میں ابوبکرؓ سے زیادہ اپنے صحابہ میں سے کسی کو افضل نہیں جانتا۔

اس کے بعد حضورؐ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ اور آپ
کی مرض نے شدت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ آپ مسجد میں تشریف لا کر
نماز پڑھانے سے بھی مجبور ہو گئے۔ کیوں کہ آپ پر غشی کے دورے پڑتے
تھے۔ اور آپ اکثر غافل رہتے تھے۔ انہیں ایام میں آپ نے حکم دیا کہ حضرت
ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ!
ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں۔ آپ کی جگہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھا سکیں گے۔
حضورؐ نے فرمایا "نہیں ابوبکرؓ ہی نماز پڑھائیں۔" چنانچہ اس ارشاد کے
بعد سب سے پہلی نماز حضرت ابوبکرؓ نے عشا کی نماز پڑھائی۔ اور اس کے
بعد نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں حضور افاقہ ہو جانے
پر دو مرتبہ مسجد میں تشریف لائے۔ پہلی مرتبہ حضورؐ کی تشریف آوری کی
آہٹ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے ہٹنا اور امامت کی جگہ حضور کے لئے خالی
کر دینا چاہا۔ لیکن حضورؐ نے اشارہ سے منع کر دیا۔ اور خود ان کے پہلو
میں بیٹھ کر نماز پڑھ لی۔ دوسری مرتبہ ظہر کی نماز میں حضور تشریف لائے۔
اور حضرت ابوبکرؓ کی امامت میں نماز ادا کی۔ اسی طرح تیرہ نمازیں حضرت ابوبکرؓ
نے حضورؐ کی علالت میں صحابہؓ کو پڑھائیں۔

حضورؐ تیرہ دن بیمار رہے۔ اور ان ایام میں جب کبھی افاقہ ہوا آپ نے
صحابہؓ اور اہل بیت کو ضروری نصائح۔ ہدایات اور تعلیم و تلقین کی۔ حضورؐ نے
جس بات کو بار بار صحابہؓ کے کانوں تک پہنچایا۔ وہ یہ تھی۔ کہ یہود و نصاریٰ
پر خدا نے اس لئے لعنت کی ہے۔ کہ ان میں جب کوئی بزرگ مر جاتا تھا تو
وہ اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے۔ یاد رکھو کہ تم میری قبر کو بت نہ بنانا
مشرکوں کی طرح اس کی پرستش نہ کرنا۔" ایک مرتبہ حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ

اور اپنی پھوپھی حضرت صفیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "فاطمہؓ اور اے محمدؐ کی پھوپھی صفیہ! عمل کرو۔ عمل ہی تمہارے کام آئے گا۔ میری بیٹی یا میری پھوپھی کہلانا کسی صورت میں بھی مفید نہ ہوگا۔" ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا۔ "عائشہؓ! میرے گھر میں جو چیز موجود ہے اس کو صدقہ کر دو۔ کہ میری روح کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ کہ دنیا کا مال میرے گھر میں رہے۔"

مختصر یہ کہ حضورؐ جب ہوش میں آتے۔ صحابہؓ اور اہل بیت کو دعا اور ہدایات فرماتے رہتے تھے۔

۱۲ ربیع الاوّل سلھ کو آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ اور بے اختیار آپ کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہونے لگے۔ الی الرفیق الاعلےٰ اللھم الی الرفیق الاعلیٰ۔ یعنی سب سے بزرگ و برتر دوست کی جانب۔ رفیق اعلیٰ (خدا) کی جانب۔ اس وقت آپؐ کا سر مبارک حضرت عائشہؓ کی آغوش میں تھا۔ اور قریب ہی پانی بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا تھا۔ آپ پیالہ میں بار بار انگلیاں یا ہاتھ ڈالتے۔ اور پانی سے انگلیوں یا ہاتھ کو چہرہ مبارک پر پھیرتے اور فرماتے۔ "اے اللہ! سکرات موت پر مجھ کو غلبہ دے یا میری مدد کر۔"

اسی حالت میں حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ حاضر ہوئے۔ جن کے ہاتھ میں اس وقت مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک کی طرف بار بار دیکھا۔ حضرت عائشہ سمجھ گئیں۔ مسواک کو اپنے بھائی کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور دانتوں سے نرم کر کے مسواک حضورؐ کو دی۔ حضورؐ نے مسواک کی۔ پھر اپنے سر کو حضرت عائشہؓ کے سینے پر رکھ کر پاؤں پھیلا دیئے۔ چہرے کا رنگ متغیر ہونے لگا۔ اور ذلیب زبان سے ذکر الٰہی جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے قریب حضورؐ نے ۶۳ سال کی عمر میں اپنی

روح کو خالق ارواح کے سپرد کر دیا۔

حضورؐ کی وفات کا اثر

حضورؐ کی وفات نے صحابہؓ میں پریشانی و بدحواسی پیدا کر دی۔ وہ اس قدر حیران و ششدر تھے۔ کہ نہ کسی کے حواس باقی تھے اور نہ ہوش۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جیسے بزرگ صحابی اور قوی القلب شخص پر اس قدر حیرت طاری ہوئی۔ کہ کسی طرح ان کو حضورؐ کی وفات کا یقین ہی نہیں ہوا۔ تلوار نیام سے نکال لی۔ اور مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر یہ کہا۔ کہ "جو شخص یہ کہے گا۔ کہ حضورؐ نے انتقال فرمایا۔ اس کا سر اڑا دوں گا۔

مدینہ میں حضورؐ کی وفات سے سکتہ کا عالم طاری تھا۔ جس شخص کو وفات کی خبر ملتی۔ بدحواس ہو کر مسجد نبوی میں پہنچ جاتا۔ یہاں تک کہ چند لمحوں میں مسجد بھر گئی۔ کچھ لوگ پریشانی میں ادھر سے ادھر دوڑتے۔ کچھ رو رہے تھے۔ اور اکثر حضرت عمرؓ کی ناگفتہ بہ حالت کو چشم پرنم سے دیکھ رہے تھے۔ اور خاموش تھے۔ انصار میں سے حضورؐ کی رحلت نے اتنا اثر کیا تھا۔ کہ وہ اپنے اندھے ہونے کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی وفات کے وقت اپنی قیام گاہ میں تھے۔ صبح کو چونکہ حضورؐ کی حالت کسی قدر بہتر ہو گئی تھی۔ اس لئے آپؓ اجازت لے کر گھر چلے گئے تھے۔ جب ان کو وفات کی اطلاع پہنچی۔ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبوی پہنچے۔ مسجد میں ہجوم تھا۔ حضرت عمرؓ کے جوش و خفگی کو دیکھا۔ ان کے فقرات کو سنا۔ لیکن کسی سے کچھ نہیں کہا۔ سیدھے حضرت عائشہؓ کے گھر پہنچے۔ حضورؐ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کہا

"میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ بلاشبہ آپ نے موت کا ذائقہ چکھ لیا۔
آپ کو ہرگز موت نہ آئے گی۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ"

اس کے بعد آپ مسجد نبوی میں آئے۔ حضرت عمرؓ کے کلام کو سنا۔ اور فرمایا
"عمرؓ! خاموش رہو!" اس کے بعد حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"لوگو! جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا۔ وہ سن
لے کہ محمدؐ نے انتقال کیا۔ جو شخص اللہ کو پوجتا تھا۔ وہ جان لے
کہ اللہ زندہ ہیں۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے"

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے قرآن مجید کی یہ آیت بلند آواز سے پڑھی:-

"وما محمد الا رسول
قد خلت من قبله الرسل
افان مات او قتل انقلبتم
علی اعقابکم الخ

محمدؐ نہیں ہیں مگر ایک رسول۔ اُن سے
پہلے سب رسول گذر گئے۔ کیا اگر وہ مر جائیں
یا قتل کیے جائیں۔ تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔
جو کوئی پھر جائے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ
سکتا۔ شکر گذاروں کو اللہ بدلہ دے گا۔

حضرت ابوبکرؓ کے ان الفاظ نے حاضرین پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضرت عمرؓ اور
دوسرے صحابہؓ کو حضور کی وفات کا یقین ہو گیا۔ پھر حضرت عمرؓ کی یہ حالت ہوئی۔
کہ آپ صدمہ سے زمین پر گر پڑے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی۔ کہ ایک شخص نے آکر
یہ اطلاع دی کہ انصار، ثقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں۔ اور سعد بن عبادہ کی بیعت
کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ یہ سن کر فوراً دوڑے اور صحابہؓ کی ایک
ایک جماعت کو ساتھ لے کر ثقیفہ میں پہنچے۔ جہاں حضرت ابوبکرؓ کی مصالحت
آمیز تقریر نے تمام صحابہ کو متفق کر دیا۔ اور سب نے حضرت ابوبکرؓ کے

ہاتھ پر بیعت کرلی۔

تجہیز و تکفین

حضرت عباس رضؓ۔ ان دونوں کے صاحبزادے فضل وقثم حضرت علی رضؓ حضرت اسامہ رضؓ بن زیدؓ نے حضور کو غسل دیا۔ حضرت علی رضؓ نعش مبارک کی پشت کو سہارا دیئے ہوئے تھے۔ حضرت عباس رضؓ کروٹ بدلوا رہے تھے۔ حضرت اسامہ رضؓ و سقران پانی ڈالتے جاتے تھے۔

غسل کے بعد حضورؐ کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ جن میں دو سفید تھے۔ اور ایک یمانی چادر تھی۔ پھر مقام دفن کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ اختلاف جاری تھا۔ کہ حضرت ابوبکر رضؓ آگئے۔ حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ "نبی جہاں وفات پاتا ہے۔ وہیں دفن کیا جاتا ہے"۔ اس فیصلہ پر حضور کو حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں دفن کیا گیا۔ صندوقی قبر بنائی گئی۔ جسم مقدس و مطہر کو حضرت علی رضؓ فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے قبر میں اُتارا۔

ازواج و اولاد۔ معاشرت اور صفات وغیرہ

حضور کی صفاتِ عالیہ کا احاطہ نہ تو ممکن ہے۔ اور نہ اس مختصر سی کتاب میں ان کے بیان کی گنجائش ہے۔ اس لئے ازواج و اولاد اور معاشرت کی بحث کے ساتھ مختصر طور پر صفات کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

حضورؐ نے اپنی زندگی مبارک میں گیارہ اور بقول ابن ہشام تیرہ عورتوں سے نکاح کئے تھے۔ اس وقت تک چونکہ نکاح کی تحدید نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے متعدد عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز تھا۔ پھر چار کی تحدید نازل ہوئی۔ تو

حضور کی ازواج مطہرات مسلمانوں کی مائیں بن چکی تھیں۔ اور دوسروں کو ان سے نکاح کرنا حرام تھا۔ اس لئے خداوند تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ حضورؐ کو اجازت دے دی کہ آپ چار عورتوں سے زیادہ بھی نکاح میں رکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے ان تمام بیویوں کو جو تجدید کا حکم نازل ہونے کے وقت آپ کے نکاح میں تھیں۔ نکاح میں رکھا۔ اور آئندہ آپ نے کوئی نکاح نہ کیا۔

حضورؐ نے متعدد نکاح کیوں کئے تھے؟ اس مسئلہ پر زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کے بعد حضورؐ کو اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ کہ قدیم کے سربرآوردہ لوگوں میں نکاح کرنا بہت سی مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔ اور دعوتِ اسلام میں متعدد خاندانوں سے تعلقات کی بنا پر خاص مدد ملتی ہے۔ اسلئے حضورؐ نے متعدد نکاح قریش کے سربرآوردہ گھرانوں میں کئے۔ تاکہ ذات کے سبب ان سے مشکلات میں اضافہ اور دعوت اسلام میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

اس موقع پر ہم تفصیل سے آپ کی ازواج مطہرات کے حالات لکھتے ہیں جن کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ متعدد نکاحوں سے حضورؐ نے جو تعلقات قائم کئے تھے۔ وہ آپ کی کامیابی کے لئے ضروری تھے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ :۔ آپؓ حضور کی سب سے پہلی بیوی ہیں۔ جسے حضورؐ نے نبوت سے پہلے ۲۵ سال کی عمر میں نکاح کیا تھا۔ نکاح کے وقت حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر چالیس سال تھی۔ نکاح کے بعد ۲۵ سال تک آپؓ حضورؐ کی خدمت مبارک میں رہیں۔ ان کی موجودگی میں حضور نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ سب سے پہلے اسلام انہوں نے قبول کیا۔ اور ہجرت سے

تین سال پہلے انتقال فرمایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۵ سال تھی

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ خویلد بن اسد کی لڑکی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح عتیق بن عابد مخذومی سے اور دوسرا نکاح ہالہ بن زرارہ سے ہوا تھا۔ اور تیسرا نکاح حضور سے ہوا تھا۔ حضور نے ان کا مہر بیس اونٹ مقرر کیا تھا۔ حضورؐ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ ہی کے بطن سے ہوئی۔ جس کی تفصیل یہ ہے:-

۱- سب سے پہلے حضرت قاسم رضؓ پیدا ہوئے۔ جن کے نام پر آپ نے اپنی کنیت ابوالقاسم مقرر کی تھی۔ چار سال زندہ رہ کر قاسم نے مکہ ہی میں انتقال کیا۔

۲- پھر حضرت زینب رضؓ پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح ہجرت سے قبل ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص رضؓ سے ہوا۔ ابوالعاص رضؓ فتح مکہ سے کچھ دن پہلے مدینہ میں آکر مسلمان ہوئے۔ جنگ بدر میں ابوالعاص مشرکین مکہ کے ساتھ مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے۔ مسلمانوں نے ان کو بھی گرفتار کرلیا تھا۔ حضرت زینب رضؓ نے ان کی رہائی کے فدیہ میں اپنا وہ ہار مکہ سے بھیجا۔ جو ان کو ان کی والدہ نے جہیز میں دیا تھا۔ حضورؐ اس ہار کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور صحابہ رضؓ سے فرمایا کہ "اگر تم کو پسند ہو۔ تو زینبؓ کا یہ ہار واپس کر دیا جائے۔ اور ابوالعاص رضؓ کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا جاوے۔ لیکن ان کے لئے ایک شرط کرلی کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ پھر جب وہ مکہ فتح سے پہلے مدینہ میں آکر مسلمان ہو گئے۔ تو حضورؐ نے حضرت زینب رضؓ کو ان کے گھر بھیج دیا۔

۳- پھر حضرت عبداللہ پیدا ہوئے۔ جن کا لقب طیب و طاہر تھا۔ دو سال زندہ رہ کر انہوں نے بھی انتقال فرمایا۔

۴- پھر حضرت رقیہ رضؓ پیدا ہوئیں۔ جو حضرت زینبؓ سے تین سال چھوٹی تھیں۔ ان کا نکاح مکہ میں حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ ہوا تھا۔ اور حبشہ کی ہجرت میں یہ حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ حبشہ میں گئی تھیں۔ غزوہ بدر کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

۵- حضرت ام کلثوم رضؓ پیدا ہوئیں۔ جن کا نکاح حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضؓ سے ہوا۔ ۹ھ میں ان کا انتقال ہوا ۔

۶- حضرت فاطمہ رضؓ ام کلثومؓ کے بعد پیدا ہوئیں۔ حضرت علی رضؓ کے ساتھ ان کا نکاح ہوا۔ ۲۹ سال کی عمر میں حضورؐ کی وفات کے چھ ماہ بعد ان کا انتقال ہوا۔ حضورؐ کی صاحبزادیوں میں صرف انہی سے نسل چلی۔ ان کے چار بچے پیدا ہوئے۔

حسن رضؓ، حسین رضؓ، زینب رضؓ اور ام کلثوم رضؓ ۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے حضورؐ کو غیر معمولی محبت تھی۔ حضورؐ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے۔ کہ "جب لوگوں نے میری تکذیب کی تو خدیجہ رضؓ نے گواہی اور سچائی کے اقرار کے ساتھ میرا ساتھ دیا۔ جب لوگ کافر تھے۔ خدیجہؓ نے اسلام قبول کیا۔ جب سب میرے دشمن تھے۔ خدیجۃ الکبریٰ رضؓ میری مددگار تھیں ۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضور اپنی بیویوں کے سامنے اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ کی بعض بیویاں اس سے جلا کرتی تھیں۔

خدیجہ رضؓ کی وفات کے بعد آپ نے متعدد نکاح کئے ۔

حضرت سودہ بنت زمعہؓ :- حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضور نے انہیں سے نکاح کیا۔ یہ قریش کی شاخ بنو عامر خاندان سے تھیں ۔ ان کا پہلا نکاح سکران بن عمر بن عبد الشمس سے ہوا تھا۔ ان کا شوہر حبشہ جا کر مسیح ہو گیا تھا۔ پھر وہیں مر گیا۔ تو ان کے باپ زمعہؓ نے ان کا نکاح چار سو درہم مہر پر حضورؐ سے کر دیا ۔

حضرت عائشہ رضؓ :- یہ حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی تھیں۔ نکاح کے وقت ان کی عمر چھ سال کی تھی۔ مدینہ میں ان کو حضور کے ہاں بھیجا گیا۔ حضور کو ان سے بہت محبت تھی۔ مرض وفات میں حضور نے انہیں کے گھر قیام کیا۔ حضور کی تمام بیویوں میں صرف آپ ہی کنواری تھیں حضرت عائشہ رضؓ حضور کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہیں۔ اور ۵۷ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔ مذہبی و علمی دنیا پر حضرت عائشہ رضؓ کے غیر معمولی احسانات ہیں۔ احکامِ شرعیہ کا تقریباً ایک چوتھائی حصّہ محض آپ کی روایات پر مبنی ہے ۔

حضرت حفصہ رضؓ :- یہ حضرت عمر رضؓ کی صاحبزادی تھیں۔ پہلے ان کا نکاح خنیس بن حذافہ رضؓ سے ہوا تھا۔ خنیس کے انتقال کے بعد حضور کے نکاح میں آئیں۔ ایلا کے واقعہ میں جو ۹ھ میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ آپ نے خاص شہرت حاصل کی تھی۔ ان کی مزاج میں تیزی تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ سے خاص ربط تھا۔

حضرت ام سلمہ رضؓ :- یہ ابو امیہ بن مغیرہ کی بیٹی تھیں۔ ان کا اصلی نام ہند تھا۔ پہلے ان کا نکاح عبد اللہ بن اسد یعنی ابو سلمہ رضؓ سے

ہوا تھا۔ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ سب سے عورتوں میں حضرت ام سلمہؓ ہی
نے ہجرت کی تھی۔ ان کے شوہر ابو سلمہؓ جنگ اُحد میں زخمی ہوئے تھے۔
اور انہی زخموں سے شہادت حاصل کی۔ غزوۂ احزاب کے بعد حضورؐ نے
ان سے نکاح کیا۔ ۵۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ۶۱ھ میں بعض
مورخین کا بیان ہے امام حسین علیہ السلام کی شہادت تک یہ زندہ رہیں۔
روایات، احادیث اور فقہ میں ان کا درجہ حضرت عائشہؓ کے بعد ہے۔

حضرت اُم حبیبہؓ:۔ ابو سفیانؓ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی بہن تھیں
ان کا اصلی نام رملہ تھا۔ پہلے ان کا نکاح عبید بن جحش سے ہوا تھا۔ یہ اور
ان کے شوہر دونوں حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ حبشہ میں ان کا شوہر مر گیا۔
تو حضورؐ نے ان کو اپنا پیغام بھیجا۔ اور ان کی رضامندی سے خالد بن سعید
بن ابی وقاص نے ان کا نکاح حضور سے کر دیا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے حضورؐ
کی طرف سے ان کا مہر ادا کیا۔ ۴۴ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش:۔ یہ حضور کی پھوپھی زاد بہن تھیں حضورؐ
نے ان کا نکاح زید بن حارثؓ اپنے آزاد کردہ غلام سے کر دیا تھا۔ زیدؓ
چونکہ غلام تھے۔ اس لئے زینبؓ ان کو ذلیل و حقیر خیال کرتیں۔ اور اس
وجہ سے میاں بیوی کے درمیان نہ بنتی۔ اور اکثر رنجیدگی و کشیدگی رہتی تھی زیدؓ
نے کئی بار ان کو طلاق دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن حضورؐ نے ان کو طلاق دینے
سے روکا۔ اور خوف خدا یاد دلایا۔

عرب میں متبنیٰ بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا حرام خیال کیا جاتا تھا۔
زیدؓ بن حارث چونکہ حضور کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اس لئے اس رواج
کی بنا پر ان کی مطلقہ بیوی سے آپ نکاح کرنے سے ڈرتے تھے۔ اور اسی

بنا پر زید کو طلاق دینے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ خداوند تعالیٰ نے اس رواج کو باطل قرار دے دیا اور یہ حکم نازل فرمایا:۔

"واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ۔ فلما قضیٰ زید منھا وطراً زوجنکھا لکیلا یکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطراً وکان امر اللہ مفعولاً۔

اے محمد اس وقت یاد کرو جب کہ تم زید سے جس پر اللہ نے احسان کیا تھا۔ اور تم نے بھی اس پر احسان کیا تھا۔ یہ کہہ رہے تھے۔ کہ تم اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو۔ اللہ سے ڈرو اور وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ تم اپنے دل میں چھپاتے تھے اور تم اس معاملہ میں لوگوں سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ اللہ زیادہ مستحق ہے۔ کہ تم اس سے ڈرو۔ جب زیدؓ نے اس سے بے تعلقی کر لی۔ تو تمہارا نکاح ہم نے اس سے کر دیا۔ کہ مومنوں کے لئے اپنے لے پالکوں کی بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں جب وہ ان سے بے تعلق ہو جائیں۔ کوئی مضائقہ نہ رہے۔ اللہ کا حکم ہو کر رہنا ہے۔

اس حکم کے نازل ہونے پر حضورؐ نے جاہلیت کے رواج کو مٹانے کے لئے زید کے طلاق دینے کے بعد زینبؓ سے نکاح کر لیا۔ اس کے بعد خدا نے خود متبنیٰ بنانے کے قاعدہ کو باطل قرار دے دیا۔

حضرت جویریہ رضؓ۔ یہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح سافع بن صفوان سے ہوا تھا۔ بیوہ ہو جانے پر غزوہ بنو مصطلق میں گرفتار ہو کر آئیں۔ اور قیس بن شماس کو ملیں۔ حضرت جویریہ رضؓ نے قیس سے اپنی قیمت مقرر کرا کے رقم ادا کرنے کی تدابیر اختیار کیں۔ حضورؐ نے ان سے

فرمایا۔ در کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ تمہارا زرِ فدیہ میں ادا کر دوں اور تم مجھ سے نکاح کر لو۔" حضرت جویریہ رضؓ نے اس کو منظور کر لیا۔ اور اس نکاح کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بنو مصطلق کے تمام قیدی آزاد کر دیئے گئے۔ ان کا باپ مسلمان ہو گیا۔ آپؓ نے ۹۵ برس کی عمر میں ۵۰ھ میں انتقال کیا۔

حضرت میمونہ رضؓ:۔ یہ حارث کی بیٹی حضرت عباس رضؓ اور حضرت خالد بن ولید رضؓ کی خالہ تھیں۔ ان کا پہلا نکاح ابوراہم بن عبدالعزیٰ سے ہوا تھا۔ حضرت عباس رضؓ بن عبدالمطلب (حضور کے چچا) نے ان کا مہر چار سو درہم اپنے پاس سے ادا کر کے ان کا نکاح سے کرا دیا۔ ۵۱ھ کے بعد ان کا انتقال ہوا۔

حضرت صفیہ رضؓ:۔ یہ یہود بنو قریظہ و بنو نظیر کے سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا تھا شوہر کے مارے جانے کے بعد یہ غزوۂ خیبر میں گرفتار ہو کر آئی تھیں۔ حضورؐ نے ان کو اپنے لئے پسند کیا۔ خیبر ہی میں ان سے حضور نے نکاح کر لیا۔ حضورؐ نے مقام صہباء میں ان کا ولیمہ کیا۔ ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت زینب بلالھیہ رضؓ:۔ یہ حزیمہ کی بیٹی تھیں۔ ان کا پہلا نکاح عبیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف سے ہوا تھا۔ بعض مورخین کا بیان ہے۔ کہ پہلا نکاح جہم بن عمر سے ہوا تھا۔ دوسرا عبیدہ اور تیسرا حضورؐ سے، حضور کی یہ بیوی انتہا درجہ کی غریب پرور، رحیم اور خدا ترس تھیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو ام المساکین کہا جاتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ اُن کے پہلے شوہر عبداللہ بن جحش تھے۔ جنہوں نے غزوۂ اُحد میں شہادت حاصل کی۔ اس کے بعد حضورؐ نے

ان سے نکاح کیا۔ صرف چند ماہ بعد اور بقول بعض ایک سال زندہ رہیں اور وفات پا گئیں۔

ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے چھ قریشی اور بقیہ عربی اور یہودی تھیں۔ ان میں سے دو یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ نے حضور کی زندگی میں انتقال فرمایا۔ نو بیویوں نے آپ کی وفات کے بعد عرصہ دراز تک زندہ رہیں۔ ان بیویوں کے علاوہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے حرم میں داخل تھیں۔ جن کو نجاشی شاہ حبش نے تحفہ کے طور پر نذر کیا تھا۔ ان کے بطن سے حضورؐ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ جنہوں نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔

معاشرت

حضورؐ کی معیشت نہایت سادہ اور پاکیزہ نہایت درجہ اعلیٰ کی تھی۔ عدل، مساوات، ایثار اور قناعت آپ کی معاشرت کا خاص عنصر تھا۔ آپ ہر شخص سے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اس طرح پیش آتے تھے۔ کہ تمام لوگ آپ کو شفیق باپ سے زیادہ مہربان سمجھتے تھے۔ آپ سے جو شخص ملنے آتا۔ جب تک وہ نہ اُٹھتا۔ آپ بیٹھے رہتے۔ اور اس کی صحبت اور باتوں سے نہ گھبراتے جو شخص ملتا۔ اس کو پہلے سلام کرتے۔ اور ہر ایک کی عزت کا خیال رکھتے تھے۔

ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا سلوک انتہا درجہ کے عدل اور ایثار پر مبنی تھا۔ تمام بیویوں کی باریاں مقرر تھیں۔ اور آخری عمر تک یہ باریاں مقرر رہیں۔ کبھی اس کے خلاف عمل نہیں کیا۔ ہر بی بی کی دلجوئی آپ اپنا

فرض سمجھتے تھے۔ اور ہر بیوی کو خوش رکھنا آپ کے نزدیک ضروری تھا۔

حضور کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ دنیا کی لذتوں آسائشوں اور زینتوں کو آپ پسند نہ فرماتے تھے۔ احکام آلہیہ کی تبلیغ اور اسلام کی اشاعت آپ کا سب سے بڑا کام اور سب سے اعلیٰ مقصد تھا۔ اپنی بیویوں کو بھی احکام الہٰی کی تعلیم دیتے اور خوف و خشیت آلہی سے آگاہ فرمایا کرتے تھے۔

حضور کے زہد، صبر، قناعت، رضا، توکل کی یہ کیفیت تھی۔ کہ جو کی روٹی کھاتے اور شکم سیر ہو کر تناول نہ فرماتے۔ نرم و گداز بستر پر آرام نہ فرماتے۔ دو، دو مہینے غلہ میسر نہ آتا چولھے میں آگ نہ جلتی۔ صرف کھجوروں اور پانی پر گذر ہوتی۔ لیکن آپ کو اس کی پرواہ بھی نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے۔ کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا۔ کہ حضور صبح کو بھوکے اٹھتے۔ اور دن کا زیادہ حصہ خالی پیٹ گذر جاتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ رات کو بھوکے سوتے اور دوپہر سے پہلے پہلے کچھ میسر نہ آتا۔ تو روزہ رکھ لیتے۔ میں اس حالت کو دیکھتی اور رویا کرتی۔ اور کہتی یا رسول اللہ! آپ دنیا کی اتنی چیز تو پسند کر لیتے کہ آپ کے لئے قوت کا سبب ہوتی۔ حضور اس کے جواب میں فرماتے کہ دنیا سے مجھ کو کیا مطلب ہے میں دنیا کو آخر کیا کروں گا۔ میرے بھائی اولوالعزم رسولوں نے مجھ سے زیادہ سختیاں برداشت کیں ہیں۔ مجھ کو شرم آتی ہے۔ کہ ان کی زندگی کے خلاف میں آرام و آسائش کا خواہش مند ہوں۔ اور ان کی سیرت سے جدا ہو جاؤں۔

صفات

حضور کی سب سے بڑی صفت یہ ہے۔ کہ دنیا میں آپ جو پیغام

الٰہی لے کر آئے تھے۔ اس کو بندگانِ خدا تک پہنچانے اور گمراہ مخلوقِ خدا کو راہ راست دکھانے میں آپ نے کسی اذیت یا کسی تکلیف اور کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کی۔ عرب کی بہادر قوم یکسر آپ کی دعوت کی دشمن تھیں۔ آپ کی نبوت کی نہ صرف منکر تھیں۔ بلکہ مذاق اڑایا کرتی تھیں۔ اور کوئی بھی آپ کی کسی تبلیغی بات پر کان نہ دھرتا تھا۔ بایں ہمہ آپ نے اپنے مقصد کی اشاعت سے ہمت نہ ہاری۔ اور باوجود سخت سے سخت مصائب و تکالیف برداشت کرنے اور منکرین کے طعن و تشنیع کے آپ نے احکام الٰہی کی تبلیغ سے منہ نہ پھیرا۔ یہی وہ استقامت تھی جس نے آخر کو کامیاب بنایا۔ اور دشمنانِ خدا اور رسول کو اُن کی اُن کوششوں میں ناکام و نامراد ٹھہرایا۔

اخلاق و عادات

حضورؐ کے اخلاق نہایت اعلیٰ اور کامل تھے۔ آپ نے ساری اپنی زندگی میں نہ تو کسی خادم کو مارا نہ کسی کنیز کو۔ پھر آپ کو کسی دوسرے سے اذیت و تکلیف پہنچی۔ تو آپ اس کا انتقام نہ لیتے۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جب مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ آپ مشرکین مکہ کو ان سختیوں اور تکلیفوں پر جو انہوں نے آپ کو پہنچائی تھیں۔ سزا دے سکتے تھے لیکن آپ کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی انتقام کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ مشرکوں کی خطائیں معاف کر دیں۔ اور ان کافروں کو جو انتقام کے خوف سے تھرا رہے تھے۔ معافی کا اعلان کر کے تازہ زندگی بخشی۔ پھر اسی طرح آپ نے اس یہودی عورت سے جس نے غزوہ خیبر میں آپ

کو زہر ملا کر بکری کا گوشت کھلایا تھا۔ انتقام نہیں لیا۔ اور اس کے جرم کو معاف فرما دیا۔

حضرت انس رضہ حضور کے خادم کا بیان ہے۔ کہ میں نے دس سال تک حضور کی خدمت کی۔ لیکن اس عرصہ میں حضور نے ایک مرتبہ بھی مجھ سے اُف تک نہیں کہا۔ اور نہ کبھی یہ کہا۔ کہ تم نے یہ کام کیوں کیا۔ اور فلاں کام کیوں نہ کیا۔

جنگ اُحد میں جب کافروں نے حضور کو زخمی کر دیا۔ تو صحابہ رضہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کافروں کے حق میں بد دعا کیجئے۔ حضور نے فرمایا۔ "خدا نے مجھے بد دعا کرنے کے لئے نہیں بھیجا ہے۔" اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دُعا فرمائی۔ "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت مرحمت فرما وہ ناواقف ہے۔"

ایک مرتبہ ایک دیہاتی نے حضور کی چادر پکڑ کر اس زور سے کھینچا۔ کہ چادر کے کنارہ کا نشان آپ کی گردن پر پڑ گیا۔ اور آپ اعرابی کے سینہ کی طرف کھچے چلے گئے۔ اس کے بعد دیہاتی نے "محمد! جو مال تم کو خدا نے دیا ہے۔ اس میں سے مجھ کو بھی دلواؤ۔" آپ نے اس کی بات سن کر مسکرائے اور لوگوں سے فرمایا۔ اس کو کچھ دے دو۔

حضور نے ساری عمر میں نہ تو کسی کو برا کہا۔ اور نہ کوئی سخت کلمہ کسی کی نسبت اپنی زبان مبارک سے نکالا۔ آپ عیب لگانے کو بہت ہی بُرا سمجھتے تھے۔ آپ کے سامنے کوئی ایسی بات کہی جاتی۔ جو آپ کو پسند نہ ہوتی۔ تو آپ خاموش ہو جاتے اور صحابہ رضہ آپ کے چہرہ سے ناپسندیدگی کو پہچان لیتے۔ آپ اکثر خاموش رہتے اور بلا ضرورت بات نہ کرتے۔ اور جب

بات کرتے۔ تو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کرتے کہ ہر شخص آپ کے ہر جملہ کو سن لیتا اور سمجھ لیتا تھا۔

آپ لوگوں کے ساتھ تالیف قلوب کے ساتھ پیش آتے۔ ہر قوم کے بزرگوں کی تعظیم کرتے۔ اور ہر شخص کے ساتھ مناسب برتاؤ کرتے۔ ہر شخص کی دعوت کو قبول کرتے۔ خواہ وہ غریب و مسکین ہو یا خوشحال۔

آپ نے صحابہ رضؓ کو حکم دے رکھا تھا۔ کہ وہ تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا کریں۔ چنانچہ جب آپ تشریف لاتے۔ صحابہؓ اپنی جگہ بیٹھے رہتے۔ آپ جہاں جگہ پاتے بیٹھ جاتے۔ اور صحابہ رضؓ سے شیریں الفاظ میں گفتگو فرماتے۔

آپ ہر شخص کی پکار کو سنتے اور فوراً مدد کو پہنچتے۔ بچوں کو گود میں لے کر کھلاتے۔ دوسروں کی بکریوں کا دودھ دوھ دیتے۔ بازار سے لوگوں کے سودے لا دیتے۔ اپنے کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھو لیتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت اپنے ہاتھ سے کرتے۔ سفر میں کوئی غلام ہمراہ ہوتا۔ تو اس کو اپنی سواری پر بٹھا لیتے۔ غریبوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے۔ پہلے ان کو کھلاتے پھر خود کھاتے تھے۔

پاکیزگی

حضورؐ کو صفائی اور پاکیزگی کا بڑا خیال تھا۔ خوشبو کی چیزوں کو بہت پسند فرماتے تھے۔ بدبودار چیزوں سے نفرت تھی۔ آپ صحابہ رضؓ کو پاک و صاف رہنے کی ہدایت فرماتے۔ پیاز لہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ حضورؐ اس قدر پاک و صاف رہتے تھے۔ کہ راستہ خوشبودار ہو جاتا تھا لوگ ادھر سے گذرتے ہوئے یہ معلوم کر لیتے تھے۔ کہ ادھر سے حضورؐ تشریف لے

گئے ہیں۔

عرب میں پاک وصاف رہنے کا رواج بہت کم تھا۔ بڑے بڑے لوگ میلے کچیلے رہتے۔ اور پاکیزگی کا خیال نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضورؐ کے سامنے ایک شخص میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ "تم سے اتنا نہیں ہوسکتا۔ کہ اپنے کپڑے دھو لیا کرو۔" ایک شخص کے خراب کپڑوں کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ "تم صاحب مقدور ہو۔" اس نے کہا۔ "ہاں!" آپ نے فرمایا۔ "خدا نے جب تمہیں صاحب مقدور کیا ہے۔ اور اپنی نعمت سے نوازا ہے۔ تو اس نعمت کا اظہار ضروری ہے۔" ایک شخص کے الجھے ہوئے اور بکھرے ہوئے بالوں کو دیکھ کر فرمایا۔ "اس سے اتنا نہیں ہوسکتا۔ کہ اپنے بالوں کو درست کر لیا کرے۔" جمعہ کی نماز فرض ہونے کے بعد جب گرمیوں میں لوگ مسجد میں جمع ہوئے اور مسجد کے تنگ ہونے کے سبب لوگوں کو پسینہ آیا۔ پسینہ کی بدبو ساری مسجد میں پھیل گئی۔ اس سے آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اور آپ نے حکم دیا کہ جمعہ کے دن ضرور نہایا کرو۔

عرب لوگ اگرچہ غرور کا پتلہ تھے۔ لیکن نہایت گندے تھے۔ جہاں چاہتے تھوک دیتے تھے۔ ناک صاف کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی ان کی یہ گندگی کم نہ ہوئی۔ مسجد میں آتے مسجد کے فرش اور دیواروں پر تھوک دیتے۔ آپ کو تھوک دیکھ کر بڑی نفرت ہوتی تھی۔ فرش اور دیواروں سے تھوک اپنے ہاتھوں سے کھرچتے اور صاف کر دیتے تھے۔ اس پر بھی لوگ باز نہ آئے۔ تو آپ نے ایک دفعہ ناخوش ہو کر فرمایا۔ "کیا تم اس بات کو پسند کرو گے۔ کہ لوگ تمہارے منہ پر تھوک دیں۔"

مسجد نبوی کو حضور کے حکم سے پاک و صاف ہر وقت رکھا جاتا تھا۔
اور اس میں روزانہ خوشبوئیں سلگائی جاتی تھیں۔

بُردباری اور درگذر

حضورؐ کو غصّہ بہت کم آتا تھا۔ اور جلد راضی ہو جایا کرتے تھے
آپ کی اس صفت سے آپ کی بردباری اور درگذر کی حقیقت بخوبی معلوم
ہو سکتی ہے۔ مکہ کے کافروں نے ہمیشہ آپ کو ستایا۔ لیکن فتح مکہؐ کے بعد
آپ نے اُن سے بدلہ نہ لیا۔ بلکہ معاف فرما دیا۔ مدینہ میں منافق ہمیشہ
آپ کو اذیتیں پہنچاتے رہے۔ آپ نے کبھی اُن سے انتقام نہ لیا۔ بلکہ
ہمیشہ ان سے سلوک سے رہے۔

جنگ بدر کے بعد مکہّ کا ایک کافر حضور کو قتل کرنے کے ارادہ
سے مدینہ میں آیا۔ جب لوگ ان کو گرفتار کر کے حضورؐ کی خدمت میں لائے
تو آپ نے اس کے جرم کو معاف فرما دیا۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عرب نوجوانوں کی ایک جماعت حضورؐ کو
قتل کرنے کے ارادے سے آئی تھی جس کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا تھا
جب یہ جماعت حضورؐ کے سامنے حاضر ہوئی۔ تو آپ نے بغیر انتقام
لئے اس کو چھوڑ دیا۔

مدینہ کے یہود حضورؐ کو ہر وقت پریشان رکھتے تھے۔ لیکن آپ نے
ان کی اذیتوں کو برداشت کیا۔ اور تعلقات کو منقطع نہیں کیا۔
آپ ضرورت کے وقت یہود سے قرض لے لیا کرتے تھے۔ اور جب وہ
قرض وصول کرنے آتے تھے۔ اور سختی سے مطالبہ کرتے تو آپ اُن کی

سختی پر صبر کرتے تھے اور ان کی درشت کلامی کو معاف فرما دیتے۔

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی قرض خواہ اپنا مطالبہ وصول کرنے کیلئے میعاد معین سے تین چار روز پہلے آگیا۔ آپ کی چادر کو زور سے پکڑ کر کھینچا۔ اور کہا۔ "عبدالمطلب کے پوتے! تو ہمیشہ اسی طرح ٹالا کرتا ہے۔" حضور تو اسکی اس گستاخی سے خاموش رہے۔ لیکن حضرت عمرؓ سے صبر نہ ہوسکا۔ انہوں نے یہودی کو سختی سے ڈانٹا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا۔ "عمرؓ! تمہارا فرض یہ ہے۔ کہ تم اس یہودی کو نرمی سے تقاضا کرنے کا مشورہ دو۔ اور مجھ سے یہ کہو کہ میں اس کا قرض ادا کر دوں۔" اس کے بعد حضورؐ نے قرض ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ اور حضرت عمرؓ نے اس کا مطالبہ ادا کر دیا۔

عبداللہ بن ابیّ مدینہ کے منافقوں کا سردار تھا۔ اور ہمیشہ حضورؐ کو ستایا کرتا تھا۔ غزوہ اُحد میں یہ تین سو آدمیوں کو مسلمانوں کی فوج سے بھگا کر واپس لے آیا تھا۔ اور یہود سے ملا ہوا تھا۔ ہر وقت ان کو بڑھکاتا رہتا تھا۔ مکہ کے مشرکوں سے بھی ساز باز رکھتا تھا۔ اور اگرچہ حضور کو اس کی ان تمام باتوں کی خبر تھی۔ لیکن آپ نے کبھی اس سے ایک بات بھی نہیں کہی۔ بلکہ جب وہ مر گیا۔ تو اس کے کفن کے لئے اپنا کرتہ مرحمت فرمایا۔ اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

عدل و انصاف

دوستوں کے ساتھ عدل و انصاف کرنا کوئی خوبی نہیں ہے۔ بلکہ دوست و دشمن سب کے ساتھ عدل و انصاف کرنا حقیقی عدل و انصاف

ہے حضور کا عدل و انصاف سب کیلئے یکساں تھا۔ آپ کی نظر میں دوست دو دشمن دونوں برابر تھے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ یہود باوجودیکہ حضور کے دشمن تھے۔ مگر اپنے معاملات کا فیصلہ آپ ہی سے کراتے تھے۔

ایک دفعہ ایک معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی۔ لوگوں نے حضرت اسامہ رضؓ کو حضورؐ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا۔ آپ اس سفارش سے ناراض ہو گئے اور فرمایا۔ "اگر میری بیٹی فاطمہ رضؓ بھی چوری کرتی۔ تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا۔"

ایک مرتبہ ایک یہودی حضورؐ کے ایک صحابی رضؓ کو حضورؐ کے سامنے لایا۔ اور ظاہر کیا۔ کہ یہ میرا مطالبہ ادا نہیں کرتے۔ حضور نے اس وقت صحابی سے فرمایا۔ "اس کا مطالبہ فوراً ادا کرو۔" ان کے پاس اس وقت اس تہ بند کے سوا کچھ نہ تھا۔ جو وہ باندھے ہوا تھا۔ مجبوراً دہی دینا پڑا۔ اور اپنے عمامہ سے بدن کو ڈھانکنا پڑا۔

سخاوت

عرب کی سخاوت دنیا میں مشہور ہے۔ لیکن حضورؐ کی سخاوت نے عرب کی سخاوت کو ماند کر دیا تھا۔ ایسا بہت کم ہوا ہے۔ کہ کسی نے آپ سے سوال کیا ہو اور آپ نے اس کے سوال کو رد کر دیا ہو۔ اگر کسی وقت آپ کے پاس سائل کے سوال پورا کرنے کیلئے کچھ نہ ہوتا۔ تو آپ سائل سے اس طرح عذر فرماتے۔ گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔ حضور کے پاس جب کہیں سے مال آ جاتا۔ تو اس وقت تک آپ کو چین سے بیٹھنا گوارا نہ ہوتا۔ جب تک اس کو حاجت مندوں پر تقسیم نہ فرما دیتے۔ چناں چہ

منقول ہے۔ کہ ایک مرتبہ کہیں سے غلہ کے چار اونٹ آئے۔ اسی وقت غلہ کو تقسیم کیا گیا۔ کچھ غلہ بچ رہا۔ تو آپ نے حضرت بلال رضؓ سے فرمایا۔ "جبتک یہ سارا غلہ تقسیم نہ ہو جائے گا۔ میں گھر میں نہ جاؤں گا۔" چنانچہ ساری رات مسجد میں رہے صبح کو غلہ تقسیم کر دیا گیا۔ اور بلال نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! سارا غلہ تقسیم ہو گیا ہے۔ آپ خوش خوش گھر میں تشریف لے گئے۔

ایک مرتبہ حضور سے کسی نے کچھ مانگا۔ حضور نے فرمایا "اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے میرے نام پر کسی سے قرض لے لو۔ میں ادا کر دوں گا۔" حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! خدا نے اس قسم کی تکلیف برداشت کرنے کا حکم آپ کو نہیں دیا ہے۔" حضور نے تو اس کا جواب نہیں دیا ہے لیکن ایک انصاری نے کہا۔ "جواب دیجئے! یا رسول اللہ! پروردگار مالک ہے تنگدستی کا جواب کیا ہے۔" حضور یہ سن کر ہنس پڑے اور بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ "ہاں مجھ کو خدا نے یہی حکم دیا ہے۔"

ایک دفعہ جنگل میں حضور کی بکریوں کا ایک ریوڑ چر رہا تھا۔ کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر آپ سے چند بکریاں مانگیں۔ آپ نے سارا ریوڑ اس کو دے دیا۔ حضور نے عام اعلان کر دیا تھا۔ کہ "جو شخص مسلمان قرضدار مرے اس کا قرض میں ادا کروں اور جو کچھ وہ چھوڑ جائے تو اس کے رشتہ داروں کا حق ہے۔"

ایک مرتبہ حضور نے حضرت ابوذر رضؓ سے فرمایا۔ اگر احد کا پہاڑ سونے کا بن جائے۔ تب بھی میں اس بات کو پسند نہ کروں گا۔ کہ تین دن کے بعد اس میں سے کچھ میرے پاس باقی رہ جائے۔" حضور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "دینے والا تو خدا ہے میں تو تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور خزانچی ہوں۔" حضور نے غزوہ حنین میں ایک دیہاتی کو سو اونٹ اور ہزار بکریاں عطا فرمائیں صفوان بن

اُمیہ کو اس قدر اونٹ اور بکریاں دیں کہ ایک جنگل بھر گیا۔ ابوسفیان نے سوال کیا۔ تو بہم اوقیہ چاندی اور سو اونٹ اس کو دئے۔ اُس نے اپنے بیٹوں کے لئے تو اتنا اتنا ہی ان کو بھی دیا۔

مساوات

مساوات کا برتاؤ ایک ایسا شریفانہ برتاؤ ہے۔ جس سے سرکش اقوام بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ حضورؐ کی یہ صفت مساوات تھی۔ جس نے آقا اور غلام کو ایک درجہ تک پہنچا دیا۔ اور غلام و آزاد کا درجہ یکساں سمجھا جاتا تھا۔

قریش عرب کے قبائل پر اپنے آپ کو ممتاز خیال کرتے تھے۔ اور واقعہ یہ ہے۔ کہ عرب قبائل میں قریش کا درجہ سب سے اونچا تھا۔ لیکن حضورؐ نے دینی مساوات میں اس فخر و غرور و امتیاز کا خاتمہ کر دیا۔ اور تمام عرب قوام کو یکساں قرار دیا۔ یہاں تک کہ غلام کو بھی وہی درجہ دیا۔ جو آزاد کو حاصل تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے حضرت بلالؓ اور حضرت سلمان فارسی (غیر قریش) کی شان میں ناشائستہ الفاظ نکل گئے۔ حضورؐ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا۔ "تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا۔ اگر ان کو تم نے ناراض کیا۔ تو خدا کو ناراض کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ دوڑے ہوئے گئے۔ اور بلالؓ و سلمانؓ سے معافی چاہی۔

کسی غزوہ میں تمام صحابہؓ متحد ہو کر کھانا پکا رہے تھے۔ ہر ایک کے ذمہ ایک ایک کام دے دیا گیا۔ حضورؐ نے لکڑیاں فراہم کرنے کی خدمت اپنے ذمہ لی۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ تشریف رکھیں۔ ہم سب کام کر لیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ "میں اپنے آپ کو تم سے بڑا بننا پسند نہیں کرتا۔ خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے

ہمراہیوں سے اپنے آپ کو بڑا مانتا ہے"۔

جنگ بدر میں جب قریش کے ساتھ آپ کے چچا حضرت عباسؓ گرفتار ہو کر آئے۔ تو صحابہؓ نے عرض کیا "ان کو بغیر فدیہ کے رہا کر دیا جائے"۔ حضورؐ نے فرمایا "ان کا ایک درہم بھی معاف نہیں کیا جائے گا"۔

جنگ خندق میں جب خندق کھودنے کا کام جاری تھا۔ تو حضورؐ بھی صحابہؓ کے ساتھ خندق کھود رہے تھے۔ اور مٹی اٹھا اٹھا کر باہر لا رہے تھے نیز خانہ کعبہ کی تعمیر اور مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت بھی آپ مزدوروں کی طرح پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔

رحمت و شفقت

خداوند تعالیٰ نے حضورؐ کی نسبت اپنے کلام پاک میں رحمۃ اللعٰلمین اور رءوف رحیم کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جن سے آپ کی رحمت و شفقت یا ہمدردی و رحمدلی پر کافی روشنی پڑتی ہے اس سے زیادہ آپ کی رحمدلی اور کوئی مضبوط شہادت نہیں ہو سکتی لیکن بصیرت کے لئے ہم اس موقع پر چند واقعات بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

۱۔ جنگ بدر میں حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ گرفتار ہو کر آئے۔ تو لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں اس قدر جکڑے کہ تکلیف سے کراہنے لگے۔ حضورؐ کے کان میں ان کے کراہنے کی آواز پہنچی۔ تو آپ کی نیند اڑ گئی۔ اِدھر اُدھر بے چینی سے کروٹیں بدلتے رہے۔ لوگوں کو اس کا علم ہوا۔ تو انہوں نے حضرت عباسؓ کے بند ڈھیلے کر دیئے۔ اور جب ان کا کراہنا بند ہوا۔ تو آپ آرام سے سوئے۔

۲- ایک حبشی غلام مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ وہ مر گیا۔ تو کسی نے آپ کو اطلاع نہ دی اور دفن کر دیا۔ حضورؐ نے اس کو نہ پاکر پوچھا۔ "فلاں کہاں گیا؟" لوگوں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! وہ تو مر گیا۔" آپ نے فرمایا۔ "مجھ کو خبر کیوں نہ دی؟" اور اس کے بعد آپ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ پڑھی۔"

۳- ایک مرتبہ حضورؐ ایک صحابی کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور ان کی تکلیف کو دیکھ کر بے اختیار آپ کی آنکھوں میں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہؓ بھی آپ کو روتا دیکھ کر رونے لگے۔

۴- ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضورؐ کے سامنے اس طرح دعا مانگی۔ "یا اللہ! مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج اور کسی دوسرے کو اس رحمت میں شریک نہ کر۔" حضورؐ نے اس دعا کو پسند نہیں فرمایا۔

۵- آپ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے بچہ کا آخری وقت آیا۔ اور وہ دم توڑنے لگا۔ تو اس کو دیکھ کر بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو نکل پڑے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "خدا انہیں بندوں پر رحم کرتا ہے۔ جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔"

۶- حضورؐ نے ایک دفعہ مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔ "ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ آپس میں بھائیوں کی طرح رہو۔ تم مسلمان اس وقت بنو گے۔ جب کہ دوسروں کے لئے بھی تم اس بات کو پسند کرو گے۔ جس کو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔"

ادب و تواضع

حضور کا ادب اور تواضع بھی مشہور تھی۔ آپ کا اٹھنا، بیٹھنا، چلنا پھرنا۔ رہنا سہنا۔ تمام باتوں سے سلیقہ اور ادب پایا جاتا تھا۔ حضورؐ مجلس میں تشریف فرما ہوتے۔ تو پاؤں پھیلا کر کبھی نہ بیٹھتے۔ راستے میں اگر کوئی مل جاتا۔ خواہ وہ چھوٹا ہوتا یا بڑا تو پہلے آپ سلام کرتے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیتے۔ کوئی شخص بات کرتا ہوتا تو اس کی بات نہ کاٹتے جب تک پوری سرگذشت نہ سن لیتے۔ جواب میں سبقت نہ کرتے۔ حضورؐ کی ایک اونٹنی غضباء نام تھی۔ جس کے آگے کوئی اونٹ نہ چل سکتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی آیا۔ اس کا اونٹ غضباء سے آگے نکل گیا۔ تو بعض مسلمانوں کو یہ ناگوار گذرا۔ حضورؐ نے صحابہ رضؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "دنیا میں خدا کا یہی طریقہ ہے۔ وہ جس کو بلند کرتا ہے۔ اس کو نیچا کر کے بھی دکھا دیتا ہے۔"

ایک مرتبہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خوف سے کانپنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "ڈرو نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو ایک قریشی عورت کا لڑکا ہوں۔ جو ہمیشہ سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی۔"

ایک دفعہ کسی نے حضورؐ کو خیر البریہ (بہترین مخلوق) کہہ کر مخاطب فرمایا۔ حضورؐ نے اس سے کہا۔ "یہ ابراہیمؑ کی شان ہے۔"

خَتَم شُد کتاب ھٰذا